

موت کے بعد کی زندگی کے نادر مشاہدات پر مبنی علامہ ابن ابی الدنیاء
کی کتاب ”مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ“ کا اردو ترجمہ
ضروری تفصیلات و تشریحات پر مشتمل مقدمہ اور خاتمہ کے ساتھ

دریکہ پرزخ

(موت کے بعد کے آنکھوں دیکھے حالات و واقعات)



مؤلف: علامہ ابن ابی الدنیاء
مترجم: علامہ زاہد محمود قاسمی
استاد الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان
(۲۰۸ - ۲۸۱)

موت کے بعد کی زندگی کے نادر مشاہدات پر مبنی علامہ ابن ابی الدنیاء
کی کتاب ”مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ“ کا اردو ترجمہ
ضروری تفصیلات و تشریحات پر مشتمل مقدمہ اور خاتمہ کے ساتھ

دریچہ برزخ

(موت کے بعد کے آنکھوں دیکھے حالات و واقعات)

مؤلف: علامہ ابن ابی الدنیاء رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: علاء زہد محمود قاسمی
استاذ الحدیث جامعہ قاسم العلوم ملتان

بیکن بکس

• قذافی مارکیٹ، اردو بازار، لاہور فون: 042-37320030
• گلگت کالونی، ملتان فون: 061-6520790-6520791



E-mail: beaconbooks786@gmail.com

Web: www.beaconbooks.com.pk

M-296242
DATA ENTERED

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ بیکن بکس سے باقاعدہ تحریری اجازت لیے بغیر کہیں بھی شائع نہ کیا جائے۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتِ حال پیدا ہوتی ہے تو پبلشر کو قانونی کارروائی کا حق حاصل ہوگا۔

297-462
7 1197
140008
را

اشاعت : 2017ء

عبدالجبار نے

حاجی حنیف اینڈ سنز پرنٹنگ پریس لاہور

سے چھپوا کر بیکن بکس ملتان - لاہور

سے شائع کی۔

قیمت : 280/- روپے

ISBN : 978 - 969 - 534 - 311 - 1

فہرست

- 9 پیش لفظ
- 12 حافظ الحدیث ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ
- 17 تمہید و تقدیم
- 19 قبر و برزخ کے بارے میں قرآن و سنت کی تصریحات کا خلاصہ
- 21 فوائد
- 22 قبر کے معاملات کے لئے قبر کا ہونا ضروری نہیں!
- 22 قبر میں عذاب بھی ہے ثواب بھی!
- 22 وہ مؤمن جو قبر کی آزمائش سے محفوظ ہیں
- 23 منکر نکیر
- 23 کیا قبر میں بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے؟
- 24 انبیاء سے قبر میں سوال نہیں ہوتا
- 24 منقولی دلائل
- 24 قبر کے حالات کے مشاہدہ کے واقعات
- 25 تواتر معنوی
- 25 قبر کے حالات روایت کرنے والے صحابہؓ
- 25 ضغط قبر
- 27 موت اور قبر کے متعلق اصولی وضاحتیں
- 27 میت کے تکلیف یا راحت میں ہونے پر اہل سنت کا اتفاق ہے
- 28 قبر کی تکلیف یا راحت سے کوئی مرنے والا مستثنیٰ نہیں ہے
- 28 دنیا، برزخ اور آخرت میں سے ہر ایک کے مخصوص احکام ہیں
- 29 برزخ اور آخرت کے معاملات کے مخفی ہونے کی حکمت
- 29 موت کے فرشتوں کا آنا اور سلام کرنا

صراطِ نبویؐ

2/11/11

- 30 ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ واقعہ
- 30 خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ
- 30 عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ
- 31 محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ
- 31 فرشتوں کے آنے کے متعلق قرآن کریم کی تصریح
- 31 روح کا قبض ہونا
- 32 مٹی، پتھر کوئی چیز قبر میں فرشتوں کے آنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی
- 32 قبر کی تنگی اور کشادگی
- 32 ایک سچے گورکن کی خبر
- 33 قبر کے معاملات دنیا پر قیاس نہیں ہو سکتے
- 33 کافر کے لئے قبر میں آگ
- 34 محمد بن رزیز کا مشاہدہ
- 34 ابو جہل کا عذاب
- 34 نماز میں ٹال مٹول کرنے والی عورت کا واقعہ
- 35 ایک نوجوان کی آپ بیتی
- 36 قبر چوروں کے عبرتناک مشاہدات
- 37 قبر کی میخیں
- 37 نوجوان جو خود اپنے آپ کو کاٹ رہا تھا
- 37 قبر کے بارے میں مختلف بزرگوں کے تاثرات
- 38 عمر بن عبدالعزیز کی عبرت پذیری
- 39 خیانت کرنے والے تاجر کی قبر
- 40 میت کے گلے میں سانپ
- 40 وصیت نہ کرنے والی عورت
- 40 قبر کے معاملات کے مشاہدہ کے واقعات کی کثرت
- 41 اہم نکتہ
- 42 دو موتیں اور دو زندگیاں

- 44 قرآن کریم میں قبر کے عذاب کا ذکر
- 48 حواشی و حوالہ جات
51. روح، موت اور عالم برزخ کی حقیقت (اسلامی حکمت و فلسفہ کی روشنی میں)
- 57 روح کی حقیقت
- 57 روح کی حقیقت تک رسائی ممکن ہے
- 57 نسمہ: روح حقیقی اور بدن کے درمیان واسطہ
- 59 موت نسمہ کے لئے ایک نیا ارتقاء ہے
- 59 نفعِ صور کے وقت ایک نئے فیض کا اجراء ہوگا
- 60 ملکیت اور بہیمیت
- 61
- 61 موت کی حقیقت
- 61 موالید میں سے ہر ایک نوع کی ایک الگ سواری ہے
- 62 موالید میں سے ہر ایک کا ایک الگ مزاج ہے
- 62 ہر صورت کا ایک الگ مادہ ہے
- 62 موت: نفسِ ناطقہ اور مادہ کی جدائی کا نام نہیں ہے
- 63 بیدار مغز اور غافل لوگوں کا فرق
- 63 موت کے بعد نفس کا نسمہ سے صحیح تعلق بنتا ہے
- 64 ملکیت و بہیمیت کے باہمی تعلق کا اصل نفع و نقصان
- 65
- 65 عالم برزخ میں لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا
- 65 بیدار قلب والے لوگ
- 65 وہ لوگ جن کے قلب طبعی طور پر نیند میں ہیں
- 66 وہ لوگ جن کی ملکیت بہیمیت کے تابع نہ ہوئی
- 68 وہ لوگ جن کی بہیمیت طاقتور رہی
- 70 حواشی و حوالہ جات

73

کتاب کے متن کی سند

برزخی حالات پر مشتمل وہ واقعات جو قرآنی آیات و تصریحات کی

تفسیر و توضیح سے متعلق ہیں!

75

77

۱۔ آل فرعون کی روحمیں

77

۲۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا مرکز زندہ ہونا

78

۳۔ مرکز زندہ ہونے والی ایک پوری قوم

79

۴۔ سو سال کی موت کے بعد اپنے زندہ ہونے کا مشاہدہ

80

۵۔ اولاد بوڑھی مگر باپ نوجوان

81

۶۔ بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا (گائے والا واقعہ)

83

۷۔ چار پرندوں کا مرنے اور کٹنے کے بعد زندہ ہونا

85

اسناد

86

واقعہ کے اوّل راوی کا تفصیلی تعارف

برزخی حالات پر مشتمل وہ واقعات جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

89

اور اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں!

89

اے عبد اللہ مجھے پانی پلاؤ!

91

موت کی حرارت

92

ماں کی دعا سے فوت شدہ بچے کا زندہ ہونا

93

زید بن خارجه رضی اللہ عنہ کی وفات

98

قبر میں بچہ کی پیدائش

99

اے عبد اللہ مجھ پر کچھ پانی ڈال دو!

100

مہمان کا حق نہ مانا۔ نئے والے کی حالت

101

بیچی علیہ السلام کے خون کا ایک قطرہ

102

ایک مرجانے والے کی کہانی

104	اَسناد
106	واقعہ کے اوّل راوی یا واقعہ کے شاہد کا تفصیلی تعارف
109	اللہ پر بھروسہ کرنے والی ماں
109	شہیدِ حتمِ نبوت
110	حراش کے بیٹے
112	شہادت کی دعا
112	رؤبہ بنتِ بیجا
113	نامہ اعمال کا مشاہدہ
114	شیخین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والے کا انجام
116	عمیر بن جندب
118	ماں کے گستاخ کا انجام
119	مرے ہوئے گدھے کا زندہ ہونا
120	شہادت کے بعد جنگ میں شریک ہونا
121	قاضی کا کان
122	فرشتوں کی گفتگو
123	موت کے فرشتے
124	سقلیہ کے محاصرہ کے دوران کے ایک زخمی کا واقعہ
125	مقتول کے سر کا خطاب
126	مقتول کے سر ہانے دف بجانے والیاں
126	قبر میں سے سلام کا جواب
127	منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات کا سنائی دینا
127	سورۃ السجدہ اور سورۃ الملک
128	روحوں کا شہر
130	ایک مقروض شخص کی روح سے ملاقات
131	سام بن نوح
131	کوفہ کی ایک خاتون

- 131 فوت شدہ بچوں کا زندہ ہونا
 132 شہید کے سر کا خطاب
 133 ایک کٹے ہوئے سر کی آوازیں
 134 راویان
 138 اسناد

خاتمہ از مترجم

- 155 ۱۔ عذابِ قبر کے اسباب
 158 حوالہ جات
 159 ۲۔ عذابِ قبر سے نجات دلانے والے اسباب
 165 حوالہ جات
 ۳۔ قبر کے سوالات کا تعلق صرف امت محمدیہ سے ہے یا سابقہ امتوں
 167 کے لوگوں سے بھی ہے؟
 168 قبر کے سوالات امت محمدیہ کی خصوصیت ہے
 168 قبر کے سوالات کا تعلق سب امتوں سے ہے
 169 خاموشی بہتر ہے
 170 حوالہ جات
 171 ۴۔ قبر کا عذاب دائمی ہے یا کچھ وقت کے لئے؟
 173 حوالہ جات
 ۵۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں جن میں
 74 عذابِ قبر سے پناہ مانگی گئی ہے
 176 حوالہ جات

پیش لفظ

علامہ ابن ابی الدنیا نے تیسری صدی ہجری کے بغداد میں بیٹھ کر، جو اس وقت خلافتِ اسلامیہ کا مرکز تھا، پھیلتی ہوئی اسلامی سلطنت اور معاشرے کے مختلف علمی و فکری اور عملی شعبوں میں ہوتی ہوئی پیش رفت کو سامنے رکھ کر تعمیر فکر و تشکیل کردار کے لئے اس وقت کی علمی و تحقیقی روایت کے مطابق جو مواد اکٹھا کیا اور کثیر کتب مرتب کیں وہ آج کے ماحول میں بھی خصوصاً مسلمانوں کے لئے بہت بڑا سرمایہ ہے۔ ہم اس کا مطالعہ کر کے اور اس کی ترویج کر کے انسانوں کی نظریاتی اور عملی اصلاح کا کام لے سکتے ہیں۔ ہاں البتہ یہ امر ضروری ہے کہ ہم دینی تعلیمات کے بھی موضوعات کی صحیح بنیاد اور روح کو سمجھ کر ہر جزوی بات کو اس کے زاویے پر درست رکھیں۔

دنیا میں جتنے بھی آسمانی مذہب آئے ان کی روح اور اصول ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توحید، رسالت کی صداقت اور موت کے بعد کی زندگی۔ اسلام میں دین کے بنیادی عقائد اور اہم ترین امور ہمارے ہاں ایمان مفصل و ایمان مجمل کی شکل میں مدوّن ہیں۔

اس طرح موت کے بعد کی زندگی اور اس سے متعلقہ تمام وہ معاملات جو قرآن و سنت سے ثابت ہیں ایک مسلمان کے لئے ان پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ بعث بعد الموت یعنی مرنے کے بعد زندہ ہونا ایمانیات میں سے ہے۔

برصغیر کے معروف عالم دین نواب صدیق حسن خان مرحوم اپنے رسالہ ”سائق العباد الی صحۃ الاعتقاد“ میں لکھتے ہیں:

”مومنین مخلصین کو قبر میں آرام کا ملنا اور کفار و منافقین کو عذاب میں رہنا بھی ضروری امر ہے۔ اسی طرح منکر و نکیر سے سوال جواب کا ہونا بھی درست و صحیح ہے۔“

مشرکین مکہ کو یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ انسان مرنے کے بعد کیسے زندہ ہوگا۔ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ ان کا قول موجود ہے کہ وہ کہتے: **أَيُّدَا مِثْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ۗ إِنَّا لَبَعُوْثُوْنَ** ﴿۳۷﴾ [سورة الواقعة: ۳۷] ”کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہم اٹھائے جائیں گے؟“ اس لئے اللہ پاک نے قرآن کریم میں اس موضوع کو کئی طرح سے بیان فرمایا ہے۔ سورة البقرہ میں بنی اسرائیل کا ایک واقعہ مذکور ہے۔ اس میں ہے کہ ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے انہیں کہا تم ایک گائے ذبح کرو اور اس کے اجزاء مقتول کے جسم کے ساتھ لگاؤ وہ زندہ ہو جائے۔ اسی طرح سے اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔ زمین کے بخر ہونے کے بعد زرخیز ہونے کا ذکر کر کے فرمایا: **إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتِي** ط [سورة فصلت: ۳۹] ”جس نے زمین کو زندہ کیا وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے“ قرآن کریم میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک سے درخواست کی کہ اے اللہ پاک! مجھے دکھلائیے کہ آپ مرنے والوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں۔ اللہ پاک نے فرمایا کیا تم اس پر ایمان نہیں رکھتے؟ عرض کیا ایمان رکھتا ہوں مگر مشاہدے سے اور اطمینان ہوگا۔ پھر اللہ پاک نے انہیں مرجانے والوں کے زندہ ہونے کا مشاہدہ کرایا۔

علامہ ابن ابی الدنیا کی زیر نظر کتاب ”من عاش بعد الموت“ اسلام کے عقیدہ بعث بعد الموت کی تفہیم کے لئے ایک معاون کتاب ہے۔ اس میں ایسے واقعات ذکر کئے گئے ہیں جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کے عملی مشاہدے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کبھی کبھار اپنے بندوں کو خبردار کرنے کے لئے اس طرح کے واقعات دکھلاتے ہیں۔ یہ نادر مشاہدات سعادت مند بندوں کے لئے عبرت و نصیحت کا فائدہ دیتے ہیں اور منکروں کے لئے اتمام حجت کا۔

بہر حال ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب بندوں کو موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں فکر مند کرے گی۔ ان واقعات کو سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یوں ظہور پذیر ہونے والے واقعات اور ان پر مبنی روایات دینی نظریات و عقائد کے ماخذ میں شامل نہیں ہیں۔ ان سے احکام ثابت نہیں ہوتے مگر ان سے قرآن و سنت سے ثابت شدہ عقائد و احکام پر مزید اطمینان بھی ہوتا ہے اور یہ موعظت و عبرت کا موجب بھی بنتے ہیں۔ علامہ نواب صدیق حسن خان نے اپنے محولہ رسالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

”یہ بھی اجماعی مسئلہ ہے کہ کشف والہام اولیاء اور وقائع نومیہ حجت شرعی نہیں ہوتے ہیں لہذا کسی شی کی فضیلت و حرمت یا کراہت و حرمت کا ثبوت اس سے نہ ہوگا۔ ہاں جو احکام بادلہ اسلام ثابت ہیں ان کے واسطے مزید سند و شہادت ان سے بشرط موافقت البتہ ہو سکتی ہے کل سلف و خلف امت کا اسی پر اجماع ہے باستثنائے معدودے چند غیر معتد بہم کے۔“

ہمیں امید ہے کہ جو بھی اس کتاب کو پڑھے گا اس کے ایمان میں تقویت آئے گی اور اپنی اصل کامیابی کے لئے اس کی فکر مندی بڑھے گی۔

علامہ ابن ابی الدنیا کی یہ کتاب چونکہ صرف روایات و واقعات پر مبنی تھی اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ اس موضوع کے سیاق و سباق سمیت اس کی تکمیل کر دی جائے اس لئے اس میں آپ کو ایک مقدمہ اور خاتمہ بھی ملے گا۔ مقدمہ میں علامہ تفتازانی، علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی، علامہ ابن قیم الجوزیہ اور خاتم المحققین امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اساطین کے مضامین دیئے گئے ہیں اور خاتمہ میں راقم نے قبر کی زندگی سے متعلق بہت ساری ضروری تفصیلات بھی دی ہیں۔

ہم نے علامہ ابن ابی الدنیا کی دی ہوئی روایات و واقعات کے ترجمہ اور ان پر عنوانات لگانے کے علاوہ یہ بھی کیا ہے کہ آخر میں ان روایات و واقعات کے راویوں کا تعارف بھی دیا ہے۔ روایات و واقعات کے ساتھ اگر اسے نقل کرنے والوں کا تعارف بھی میسر آ جائے تو اس سے علمی مواد کی بصیرت افروزی اور قاری کے اطمینان میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے حسب معمول علامہ ابن ابی الدنیا نے جن اسناد کے ساتھ یہ روایات و واقعات نقل کئے ہیں وہ اسناد بھی آخر میں دیدی ہیں تاکہ اہل علم اگر دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ پاک اس کتاب کو ہم سب کے لئے اپنے ہاں کی سرخروئی کا سبب بنائیں۔ ہمارے گناہ معاف فرمائیں۔ ہماری کمزوریاں، غفلتیں اور کوتاہیاں دور فرما کر دنیا و آخرت کی سرخروئی سے سرفراز فرمائیں۔

والسلام

زاہد محمود قاسمی

۰۴ جمادی الثانیہ ۱۴۳۸ھ - ۰۴ مارچ ۲۰۱۷ء

حافظ الحدیث ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ

(۲۰۸-۲۸۱ھ: 823-894ء)

نام و نسب:

المحدث الحافظ، ابو بکر عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس القرشی، مولیٰ بنی امیہ، البغدادی، المعروف بہ ”ابن ابی الدنیا“ زہد و رقائق کی کئی کتابوں کے مصنف۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تقریب میں لکھتے ہیں:

عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان القرشی مولاہم ابو بکر بن ابی الدنیا البغدادی، صدوق حافظ صاحب تصانیف من الثانیة عشرة، مات سنة احدى وثمانین وله ثلث و سبعون۔

وقال في التهذيب: مؤدب اولاد الخلفاء۔

”آپ قریشیوں کے آزاد کردہ، بغداد کے رہنے والے ہیں، روایت حدیث میں صدوق حافظ، اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں، طبقات کے لحاظ سے بارہویں طبقہ میں سے ہیں، ۲۸۱ھ میں ۷۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔“

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اپنی کتاب تہذیب میں کہا: آپ خلفاء کی اولاد کے اتالیق تھے۔“

پیدائش اور تعلیم و تربیت:

تیسری صدی ہجری کے شروع یعنی ۲۰۸ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔

خطیب بغدادی اور علامہ ذہبی رحمہما اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا سن پیدائش یہی بتایا ہے۔

مشائخ و تلامذہ:

اپنے والد، امام بخاری، امام ابو داؤد، ابو عبید قاسم بن سلام اور ابن سعد کے علاوہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راویوں میں سے ابراہیم بن منذر حزامی المتوفی: ۲۳۶ھ، خالد بن خداش مہلبی بصری ۲۲۲ھ، علی بن جعد جوہری بغدادی ۲۳۰ھ، عباد بن موسیٰ اُختلی بغدادی ۲۳۰ھ، خلف بن ہشام بغدادی ۲۲۹ھ، محرز بن عون بغدادی ۲۳۱ھ، اور داؤد بن عمرو ضبی بغدادی ۲۸۰ھ، وہ نام ہیں جو حافظ ابن ابی الدنیا کے مشائخ کی فہرست میں بھی پائے جاتے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اور صحیحین کے راوی محمد بن خلف و کعب بغدادی ۲۶۱ھ، حارث بن ابی اسامہ صاحب مسند، محمد بن خلف مرزبان، عبید اللہ بن عبد الرحمن سکری، ابو ذرقاسم بن داؤد کاتب، عمر بن سعد قرطیبی، حسین بن صفوان برذعی، احمد بن سلمان نجاد، ابوہل بن زیاد، احمد بن فضل بن خزیمہ، ابو جعفر بزیزہ ہاشمی اور ابو بکر شافعی صاحب الغیلانیات وغیرہ جیسے اکابر اہل علم آپ سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اہل علم کا خراج تحسین:

ابن ابی حاتم کہتے ہیں: میں نے والد کی معیت میں ابن ابی الدنیا سے حدیثیں لکھیں، کسی نے ان سے ابن ابی الدنیا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: صَدُوقٌ بَغْدَادِيُّ (بغداد کے رہنے والے، روایت میں سچے ہیں) [الجرح والتعديل: ۲/۲۷۵، ۱۶۳]

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابن ابی الدنیا صدوق، ادیب، اصحاب قصص اور بڑے علم والے ہیں، ان کی سند بڑی عالی ہے، ان کے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کے درمیان چار واسطے ہیں۔ [تذکرۃ الحفاظ: ۲: ۶۷۷]

ابوالمحاسن بن تغری بردی کہتے ہیں: ان کی بڑی خوب تصانیف ہیں، انہوں نے جن موضوعات پر لکھا ہے بعد کے لوگ ان موضوعات میں ان کے محتاج رہیں گے، ان کی ثقاہت، صداقت اور امانت پر اتفاق ہے۔

المنتظم کے مؤلف لکھتے ہیں: آپ زہد و رقائق کی حدیثیں لکھتے تھے، اسی لئے برجلانی سے لیتے ہیں، اور عفان بن مسلم کو چھوڑتے ہیں۔

ابن ندیم کہتے ہیں: آپ مکتفی باللہ کے استاد، بڑے پرہیزگار و متقی اور اخبار و روایت کے عالم تھے۔ [الفہرست: ۲۶۲]

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں: آپ علم حدیث میں حافظ ہیں، ہر فن میں مصنف ہیں، بہت ساری کتابوں کی وجہ سے مشہور ہیں جو بڑی مفید اور مقبول ہیں، روایت حدیث میں صدوق، حافظ اور صاحب مروءة ہیں۔ [البدایة والنہایة ۱۱: ۷۱]

حافظ ابن ابی الدنیا اور عباسی خلفاء:

عباسی خلفاء کا دور ۷۵۰ء سے ۱۲۵۸ء تک کے عرصہ کو محیط رہا جس میں ۳۷ خلفاء ہوئے، سب سے پہلا سفاح اور آخری مستعصم تھا۔ حافظ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے دورانہ میں مستعصم سے لے کر مکتفی تک دس خلفاء کا دور آیا۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں: آپ کئی خلفاء کی اولاد کے اتالیق رہے۔

صاحبِ اعلام کہتے ہیں کہ آپ معتضد کے اتالیق رہے پھر اس کے بیٹے مکتفی کے بھی۔

آپ کے شاگرد قاسم بن داؤد بیان کرتے ہیں رشید نے مکتفی سے پوچھا تم اپنے

استاد کو کیسا پاتے ہو، اس نے کہا میں اپنے استاد سے محبت کیوں نہ کروں انہوں نے ہی تو سب سے پہلے میری زبان پر اللہ پاک کا ذکر جاری کرایا۔ اس کے علاوہ ان میں موجود دلچسپی یہ ہے کہ وہ جب چاہیں آپ کو رلا دیں اور جب چاہیں ہنسا دیں۔ رشید نے کہا انہیں میرے پاس بلاؤ۔

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں مجھے پیش کیا گیا اور رشید کے قریب بٹھایا گیا، میں نے خلفاء

راشدین اور ان کی نصیحت کی باتیں بیان کرنا شروع کر دیں، تو رشید بہت رونے لگا، اتنے

میں راغب یا یانس اندر آیا تو اس نے کہا امیر کو کب تک رلاؤ گے؟ رشید نے اسے ڈانٹا اور کہا اے

راشد! تمہارا اس سے کیا واسطہ ہے، جاؤ! تم اپنا کام کرو۔ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر

میں نے دیہاتیوں کے عجائب و غرائب بیان کرنا شروع کئے تو وہ ہنسنے لگا، اور خوب ہنسا۔

پھر احمد بن محمد بن فرات سے کہا ان کے لئے پندرہ دینار ماہانہ وظیفہ مقرر کر دو، قاسم کہتے ہیں میں

ہر ماہ جا کر وہ پندرہ دینار لے آتا تھا۔

تصانیف:

آداب و اخلاق میں آپ کی جن تصانیف کا تذکرہ ملتا ہے وہ یہ ہیں:

- ۱۔ مَكَارِمُ الْأَخْلَاقِ۔
- ۲۔ الْأَدَبِ۔
- ۳۔ الْجَيْرَانِ۔
- ۴۔ الْعُقُورِ۔
- ۵۔ ذَمُّ الشَّهَوَاتِ
- ۶۔ الشُّكْرِ۔
- ۷۔ التَّقْوَى۔
- ۸۔ حُسْنُ الظَّنِّ بِاللَّهِ۔
- ۹۔ الْجِلْمِ۔
- ۱۰۔ الزُّهْدِ۔
- ۱۱۔ ذَمُّ الْغَيْبَةِ۔
- ۱۲۔ الْعَقْلُ وَفَضْلُهُ۔
- ۱۳۔ قَصْرُ الْأَمَلِ۔
- ۱۴۔ قِرَى الضَّيْفِ۔
- ۱۵۔ ذَمُّ الْمُسْكِرِ۔
- ۱۶۔ التَّرِيقَةُ وَالْبُكَاءُ۔
- ۱۷۔ الصَّمْتُ وَآدَابُ اللِّسَانِ۔
- ۱۸۔ الْمَرَضُ وَالْكَفَّارَاتِ۔
- ۱۹۔ الْفَرْجُ بَعْدَ الشِّدَّةِ۔
- ۲۰۔ ذَمُّ الدُّنْيَا۔
- ۲۱۔ ذَمُّ الْمَلَاهِيِ۔
- ۲۲۔ الْيَقِينِ۔

تاریخ و سیر میں ذیل کی کتب کے نام ملتے ہیں:

- ۱۔ اَخْبَارُ قُرَيْشِ۔
- ۲۔ دَلَائِلُ النَّبَوَّةِ۔
- ۳۔ الْمَغَازِيِ۔
- ۴۔ مَوَاعِظُ الْخُلَفَاءِ۔
- ۵۔ جِلْمُ الْحُكَمَاءِ۔
- ۶۔ التَّارِيخِ۔
- ۷۔ تَارِيخُ الْخُلَفَاءِ۔
- ۸۔ اَخْبَارُ الْمُلُوكِ۔ وَغَيْرَهَا۔

فقہ و احکام سے متعلق چند ایک تصانیف کے نام یہ ہیں:

- ۱۔ الْجِهَادِ۔
- ۲۔ الْعُقُوبَاتِ۔
- ۳۔ الْفَتَاوَى۔
- ۴۔ السُّنَّةِ
- ۵۔ الصَّدَقَةِ۔
- ۶۔ الْمَنَاسِكِ۔
- ۷۔ الْقِصَاصِ۔
- ۸۔ التَّرَهَاتِنِ۔ وَغَيْرَهَا۔

ان کے علاوہ یہ بھی

- ۱۔ صِفَةُ الصِّرَاطِ۔
- ۲۔ الْأَلْحَانِ۔
- ۳۔ الدُّعَاءِ۔
- ۴۔ شَجَرَةُ طُوبَى۔
- ۵۔ الْمُحْتَضِرُونَ۔
- ۶۔ التَّوَادِرِ۔
- ۷۔ صِفَةُ النَّارِ۔
- ۸۔ الْبُعْثُ وَالنُّشُورِ۔
- ۹۔ الْمَطَرِ۔
- ۱۰۔ الْوَصَايَا۔
- ۱۱۔ الْوَقْفُ وَالْإِبْتِدَاءِ۔
- ۱۲۔ الْمَوْتِ
- ۱۳۔ الْقُبُورِ
- ۱۴۔ الْعَوَائِدِ۔
- ۱۵۔ أَهْوَالُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔
- ۱۶۔ مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ۔
- ۱۷۔ الْعِظْمَةُ فِي عَجَائِبِ الْخَلْقِ۔
- ۱۸۔ كِتَابُ الْجُوعِ۔
- ۱۹۔ التَّرغَائِبِ۔

وفات:

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش بھی بغداد میں ہوئی اور وفات بھی۔ آپ زندگی بھر بغداد ہی میں رہے شاذ و نادر ہی کبھی اس شہر سے باہر رہے ہیں۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق آپ کی وفات جمادی الاولیٰ ۲۸۱ھ میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ شونیزیہ میں دفن ہیں۔

علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے تاریخ بغداد ۱۰ / ۸۹، تذکرۃ الحفاظ ۲ / ۶۷۷، الجرح والتعديل ۵ / ۱۶۳، طبقات الحنابلة ۱ / ۱۹۲، المنتظم، فوات الوفيات ۲ / ۲۲۸، النجوم الزاهرة ۳ / ۸۶، البداية والنهاية ۱۱ / ۷۱، تهذيب التهذيب ۶ / ۱۲، ۱۳، طبقات الحفاظ ۴ / ۲۹۴، ۲۹۵ اور سير اعلام النبلاء ۱۳ / ۳۹۷، الكامل لابن الاثير ۲ / ۷۷، الفهرست لابن النديم ۲ / ۲۶۲، العبر ۲ / ۶۵۔

تمہید و تقدیم

۱۔ قبر و برزخ کے بارے میں قرآن و سنت کی تصریحات کا خلاصہ
(علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ و علامہ عبدالعزیز پرباڑوی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۔ موت اور قبر کے متعلق اصولی وضاحتیں

قرآن کریم میں قبر کے عذاب کا ذکر
(علامہ ابن قیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ)

۳۔ روح، موت اور عالم برزخ کی حقیقت

(امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

قبر و برزخ کے بارے میں قرآن و سنت کی تصریحات کا خلاصہ

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: محرم، ۷۹۲ھ) کی کتاب ”شرح العقائد“ سے اقتباس کا اردو ترجمہ عظیم محقق علامہ محمد عبدالعزیز پرہاروی کی توضیحات کے ساتھ۔

کافروں اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے قبر کا عذاب اور فرمانبرداروں کے لئے قبر کے وہ انعامات جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے اور منکر نکیر کا سوال، جو دو فرشتے ہیں قبر میں آکر بندے سے اس کے رب، دین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوال کرتے ہیں، منقولی دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ نصوص کی صراحت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۳۰﴾
”اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہوا صبح شام یہ لوگ آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔“
[غافر: ۳۶]

شارح کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیہقی نے روایت کی ہے کہ آپ شروع دن میں فرماتے رات چلی گئی دن آگیا اور آل فرعون آگ میں ڈال دیئے گئے، شام کے وقت بھی فرماتے رات آگئی، دن چلا گیا اور آل فرعون کو آگ میں ڈال دیا گیا ہے۔ جو آدمی بھی آپ کی یہ بات سنا وہ آگ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا۔ اھ

قوم نوح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أُغْرِقُوا فَأَدْخِلُوا نَارًا ۖ ﴿سورة نوح: ۲۵﴾ (وہ غرق کیے گئے اور داخل کر دیئے گئے آگ میں)

مطلب یہ ہے کہ نوح علیہم السلام کی قوم کو غرق ہونے کے ساتھ ہی آگ میں ڈال دیا گیا۔
 شارح کہتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیشاب کے قطروں سے بچو
 کیونکہ عام طور پر قبر کا عذاب اسی وجہ سے ہوتا ہے۔ اسے ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیانے
 روایت کیا ہے۔

سید الانصار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ: وہ شہید ہو کر مرے ہیں،
 ان کی روح کی خوشی میں عرش عظیم نے حرکت کی ہے، ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے گئے
 ہیں اور ان کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے اترے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر
 میں اترے۔ ان کے ساتھ یہ بھی ہے کہ پیشاب کے قطروں کی وجہ سے ان کو قبر نے اس طرح دبایا
 کہ پسلیاں ادھر ادھر ہو گئیں۔ علامہ سیوطی کی کتاب شرح الصدور میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد: يُشَدِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ
 الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ [سورة ابراہیم: ۲۷] (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دنیا میں اور آخرت میں
 مستحکم قول کے ذریعے ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں) اس کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا کہ یہ قبر کے عذاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے، یعنی اس وقت کی آزمائش کے
 بارے میں جب میت سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے، تیرا نبی کون ہے؟
 تو وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

شارح کہتے ہیں: اسے امام احمد اور بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح سند
 کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔ یہ مضمون
 بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ
 جاتے ہوئے ایک قبر کے پاس سے گزرے تو فرمایا: اپنے ساتھی کے لئے استغفار اور ثابت قدمی
 طلب کرو کہ اب اس سے سوال کیا جا رہا ہے۔ (رواہ البیہقی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے
 پاس دو کالے رنگ والے نیلی آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔

ایک کو منکر دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ میت سے کہتے ہیں ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو جس بات کا وہ قائل رہا وہی کہتا ہے کہ یہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تم یہی کہو گے، پھر اس کی قبر ہر طرف ستر گز وسیع کر دی جاتی ہے۔

شارح کہتے ہیں بعض احادیث میں آتا ہے کہ اس کی قبر تا حد نظر وسیع کر دی جاتی ہے۔ پھر اس کی قبر روشن کر دی جاتی ہے اور اسے کہا جاتا ہے آرام کرو، وہ کہتا ہے میرے گھر والوں کو جا کر یہ خوشخبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں تم دلہن کی طرح سو جاؤ جسے اس کے گھر والوں میں سے اس کے محبوب ترین فرد کے علاوہ کوئی نہیں جگاتا۔ وہ اسی طرح سوتا ہے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جاتی ہے۔

اگر میت منافق ہو تو وہ منکر نکیر کے سوالوں کے جواب میں کہتی ہے میں نے لوگوں سے سنا تھا وہ اس طرح کہتے تھے تو میں نے بھی ویسا کہہ دیا میں نہیں جانتا کہ حق کیا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں ہم پہلے سے جانتے تھے کہ تو ایسا کہے گا۔ تب زمین سے کہا جاتا ہے آپس میں مل جا، تو وہ اس قدر سکڑتی ہے کہ اس کی ادھر کی پسلیاں ادھر ہو جاتی ہیں، قیامت تک وہ اسی حال میں رہتا ہے۔

شارح کہتے ہیں اس حدیث کو ترمذی، بیہقی اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

شارح کہتے ہیں اسے ترمذی نے ابو سعید سے، اور طبرانی نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قبر کے معاملات اور آخرت کے بہت سارے احوال کے بارے میں احادیث ایک دوسرے کے ہم معنی موجود ہیں۔

فوائد:

قبر کے حالات سے متعلق علامہ تفتازانی کی بیان کردہ مذکورہ بالا تفصیلات کے ذیل میں ان کی کتاب کے شارح علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”نبو اس“ میں گراقدر تشریحی فوائد کا اضافہ کیا ہے، ہم ان کے انہیں ذیلی فوائد کی تلخیص دے رہے ہیں امید ہے یہ شائقین علم کے لئے مفید ہوں گے۔

قبر کے معاملات کے لئے قبر کا ہونا ضروری نہیں!

۱- عذاب قبر سے مراد وہ عذاب ہے جو موت کے بعد قیامت کے دن کے لئے اٹھنے سے پہلے ہوتا ہے، خواہ میت دفن کی گئی ہو خواہ نہ دفن نہ کی گئی ہو، قبر کی طرف نسبت غالب اکثریت کے لحاظ سے ہے۔

قبر میں عذاب بھی ہے ثواب بھی!

۲- قبر میں عذاب بھی ہو سکتا ہے اور انعام بھی ہو سکتا ہے، دونوں پہلو ہیں مگر عام طور پر اس مسئلہ کو ”عذاب قبر“ کے عنوان سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے قرآن و سنت کی اکثر نصوص میں عذاب والے پہلو کا ذکر ہے کیونکہ نقصان و تکلیف والے پہلو سے بچنے کی ترغیب ضروری ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں عذاب والوں کی تعداد انعام والوں کی نسبت زیادہ ہے۔ لہذا جہاں کہیں صرف عذاب قبر کا ذکر ہو تو اس کا مطلب انعام قبر کا انکار نہیں ہوتا۔ اگرچہ بیک وقت دونوں کا ذکر کرنا بہتر ہے کیونکہ قرآن و سنت میں اکثر جنت جہنم، عذاب و انعام، انذار و بشیر کا تذکرہ ایک ساتھ آیا ہے۔ نیز انعام والا پہلو انبیاء و صلحاء کا حال ہے اسے ترک نہیں کرنا چاہئے۔

وہ مؤمن جو قبر کی آزمائش سے محفوظ ہیں:

۳- مصنف نے کہا ہے کہ کافروں اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے قبر کا عذاب ثابت ہے۔ مومنوں میں سے بعض کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کئی گنہگار مومن ایسے بھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس تکلیف سے نجات دے دی ہے جیسے شہید ہونے والا۔ مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کی چھ خصوصیتیں ہیں اس کے خون کے پہلے قطرے کے گرنے پر اس کی بخشش کر دی جاتی ہے، اسی وقت وہ جنت میں اپنا مقام دیکھ لیتا ہے اور اسے قبر کے عذاب سے نجات مل جاتی ہے الخ۔ رواہ الترمذی۔ خالد بن عرفطہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں جسے اس کی پیٹ کی بیماری نے مار دیا اسے قبر کا عذاب نہیں ہوگا۔ رواہ ابن ماجہ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن مرادہ قبر کے عذاب سے بچا لیا گیا۔ رواہ ابو یعلیٰ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے ہر رات سورۃ تبارک الذی پڑھی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھتے ہیں۔ رواہ النسائی۔

منکر نکیر:

۴۔ منکر نکیر کا معنی ہے ایسی شخصیت جو اجنبی ہونہ اسے کوئی جانتا ہونہ وہ کسی کو جانے۔ حکیم ترمذی کہتے ہیں ان دو فرشتوں کو منکر نکیر اس لئے کہا گیا کہ ان کی تخلیق نہ انسانوں کی تخلیق سے ملتی ہے نہ چوپایوں سے نہ حشرات سے، ان کی شکل میں کوئی انسیت نہ ہوگی۔ علمائے شافعیہ میں سے ابن یونس کا خیال ہے کہ منکر نکیر کافروں کے لئے ہوتے ہیں مومنوں کی قبر میں جو دو فرشتے آتے ہیں ان کا نام مبشر و بشیر ہے۔

۵۔ شوافع کے عظیم عالم علامہ حلیسی کہتے ہیں جو بات مناسب لگتی ہے وہ یہ ہے کہ سوال کرنے والے فرشتوں کی پوری ایک جماعت ہے جن میں سے کسی کا نام منکر ہے کسی کا نکیر، ان میں سے دو دو کو ہر میت کی طرف بھیجا جاتا ہے جیسے اعمال لکھنے والے فرشتوں کی جماعت ہے مگر ہر آدمی کے لئے دو دو فرشتے مقرر ہیں۔

۶۔ منکر نکیر اس وقت آتے ہیں جب لوگ میت کو دفن کر کے چلے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

کیا قبر میں بچوں سے بھی سوال ہوتا ہے؟

۷۔ احناف کے بڑے عالم سید ابوشجاع کہتے ہیں کہ بچوں سے بھی سوال ہوگا۔ قرطبی کہتے ہیں قبر میں بچوں کی عقل مکمل کر دی جاتی ہے اور انہیں سوالات کے جوابات الہام کئے جاتے ہیں۔ ضحاک بن مزاحم کہتے ہیں بچوں سے صرف اس وعدہ کا سوال ہوتا ہے جو اس وقت ہوا تھا جب سب آدم علیہ السلام کی پیٹھ میں تھے۔ ان سب علماء کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کی نماز جنازہ پڑھائی تو دعائے میں کہا اے اللہ سے قبر کے عذاب سے بچا۔

ایک جماعت کہتی ہے بچوں سے کوئی سوال نہیں ہوتا۔ حدیث والی بات کو قبر کی وحشت پر محمول کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ بچہ غیر مکلف ہے۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں یہی بات صحیح اور درست ہے۔ ابن حجر عسقلانی کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ علامہ نسفی نے بحر الکلام میں لکھا ہے کہ مومنین کے بچوں پر نہ قبر کا عذاب ہے نہ سوال و جواب۔

انبیاء سے قبر میں سوال نہیں ہوتا:

۸۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی صحیح موقف یہی ہے کہ ان سے سوال جواب نہیں ہوتا کیونکہ بعض صحیحائے امت کے بارے میں صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ان سے سوال نہیں ہوگا۔ تو انبیاء کا رتبہ تو کہیں اونچا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستہ میں رات کا پہرہ دیا اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنہ سے محفوظ فرمادیتے ہیں۔ رواہ الطبرانی۔ ابو عمرو کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بھی مسلمان جمع کے دن یا رات کو مرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنہ سے بچا لیتے ہیں۔ رواہ الترمذی۔ بعض کا کہنا یہ ہے اللہ کے نبی سے قبر میں رب اور دین کے بارے میں تو سوال نہیں ہوتا البتہ امت کے حال کا سوال ہوتا ہے اور یہ بعید نہیں ہے کیونکہ یہ فتنہ نہیں ہے۔

منقولی دلائل:

۹۔ قبر کے ثواب و عذاب کا نقلی دلائل سے ثابت ہونے کا مطلب ہے شارع علیہ السلام سے سنے ہوئے قرآن و سنت کے دلائل۔ کیونکہ یہ مسلمہ کلیہ ہے کہ جو امر ممکن ہو اور اس کی خبر سچے آدمی نے دی ہو تو وہ ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بھی طے ہے کہ جب شارع علیہ السلام نے ایسے امر کی خبر دی ہو جو ممکن ہو محال نہ ہو تو اس پر بغیر کسی تاویل کے ایمان لانا واجب ہے۔ اور اگر خبر کسی امر محال کی ہو تو اس میں وارد ہونے والی عبارت دیگر تصریحات کی روشنی میں کسی معنی پر محمول ہوگی اور اس کا ظاہری معنی مراد نہ ہوگا جیسے اللہ تعالیٰ کے لئے جسمیت یا جہت کا ہونا جیسے **يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ** [نح: ۱۰] (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے) یہاں اللہ کے ہاتھ سے مراد قدرت ہے۔ **الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى** [طہ: ۵] میں استوی سے مراد عظمت تامہ اور قدرت قاہرہ ہے (رحمن تعالیٰ عرش پر مستوی ہو گئے)

قبر کے حالات کے مشاہدہ کے واقعات:

۱۰۔ حدیث پاک میں ہے کہ قبر جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا۔ تو کئی ایسے واقعات ہیں کہ قبر میں ریحان و یاسمین دیکھی گئی یا کسی میں آگ دیکھی گئی۔ (علامہ پرہاروی کے اس تشریحی جملہ کا مطلب یہ ہوا کہ قبر و برزخ کے حالات کے مشاہدہ کے غیر معمولی واقعات کا پیش آنا ایسا معاملہ ہے جسے علمائے محققین نہ صرف قابل ذکر سمجھتے آئے ہیں بلکہ وہ ان واقعات کو شرعی نصوص کی

تصریحات کی تائید کے طور پر پیش بھی کرتے رہے ہیں۔ علامہ ابن ابی الدنیا کی کتاب ”مَنْ عَاشَ بَعْدَ الْمَوْتِ“ قبر و برزخ کے انہیں حالات کے شواہد کا مجموعہ ہے۔ مترجم)

تواتر معنوی:

۱۱۔ خبر کا متواتر ہونا یا تو لفظی ہوتا ہے یا معنوی۔ لفظی تواتر کا مطلب یہ ہے کہ راویوں کا اتفاق ہو کہ اس خبر کے الفاظ اول تا آخر ہو بہو اور بعینہ نقل ہوتے چلے آئے ہیں جیسے قرآن کریم۔ تواتر معنوی یہ ہے کہ خبر کے الفاظ تو مختلف راویوں کے مختلف ہوں مگر معنی سب کا ایک ہو تو یہ تواتر معنوی ہوگا جیسے حاتم طائی کی سخاوت۔ یہ تواتر معنوی بھی تواتر لفظی کی طرح حجت ہے۔

قبر کے حالات روایت کرنے والے صحابہ:

۱۲۔ قبر کے عذاب و سوال کے بارے میں صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت سے احادیث مروی ہیں ان میں عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، انس بن مالک، براء، تمیم داری، ثوبان، جابر بن عبد اللہ، حذیفہ، عبادہ بن صامت، عبد اللہ بن رواحہ، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن مسعود، عمرو بن عاص، معاذ بن جبل، ابو امامہ، ابو درداء، ابو ہریرہ، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ پھر آگے ان صحابہ سے یہ احادیث بے شمار تابعین نے نقل کی ہیں۔

ضغط قبر:

۱۳۔ ایک اور مسئلہ جس کا معلوم ہونا ضروری ہے وہ قبر کے دبانے کا مسئلہ ہے۔ احادیث کی دلالت یہ ہے کہ یہ نیک و بد سب کو پیش آتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر کا دبانا ہے اگر کسی کو اس سے نجات ملتی تو سعد بن معاذ کو ملتی۔ رواہ احمد۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی کہ ایک بچہ کی تدفین ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی قبر کے دبانے سے بچتا تو یہ بچہ بچ جاتا۔ رواہ الطبرانی بسند صحیح۔

قاسم صغدی کہتے ہیں قبر کے ضغط سے نہ کوئی نیک بچتا ہے نہ بد البتہ کافر کے لئے یہ تکلیف دائمی ہوتی ہے اور مومن کو صرف شروع میں دبائی ہے بعد میں کھل جاتی ہے۔ حکیم ترمذی کہتے ہیں کوئی ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی کمی نہ ہو، قبر کے دبانے کو اسی کمی کی جزاء کے طور پر رکھا گیا ہے۔ البتہ انبیاء کرام کے لئے یہ ضغط نہیں ہوتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب سے آپ نے منکر نکیر کی آواز اور قبر کا دبانا مجھے بتایا ہے کوئی چیز اچھی نہیں لگتی؟ ارشاد فرمایا: اے عائشہ منکر نکیر کی آوازیں مومنین کے کانوں میں ایسے ہوں گی جیسے آنکھ میں اشمہ سرمہ اور مومنین کے لئے قبر کا دبانا ایسے ہوگا جیسے بچہ سردرد کی شکایت کرتا ہے تو مہربان ماں اسے نرمی سے دباتی ہے۔ رواہ البیہقی۔

العقیدہ کے مؤلف علامہ محمد بن احمد سفارینی رحمۃ اللہ علیہ اپنے معروف منظومہ ”العقیدہ“ میں فرماتے ہیں:

الْبَابُ الرَّابِعُ فِي ذِكْرِ بَعْضِ السَّمْعِيَّاتِ مِنْ ذِكْرِ الْبُرْزِخِ وَالْقُبُورِ
أَشْرَاطِ السَّاعَةِ وَالْحَشْرِ وَالنَّشْرِ۔

وَ كُلُّ مَا صَحَّ مِنَ الْأَخْبَارِ أَوْ جَاءَ فِي التَّنْزِيلِ وَالْآثَارِ
مِنْ فِتْنَةِ الْبُرْزِخِ وَالْقُبُورِ وَ مَا آتَى فِي ذَا مِنْ الْأُمُورِ
وَ إِنَّ أَرْوَاحَ الْوَرَى لَمْ تُعَدَمْ مَعَ كَوْنِهَا مَخْلُوقَةٌ فَاسْتَفْهِمِ
فَكُلَّمَا عَنِ سَيِّدِ الْخَلْقِ وَرَدُّ مِنْ أَمْرِ هَذَا الْبَابِ حَقُّ لَا يُرَدُّ

برزخ و قبر کی آزمائش وغیرہ کے بارے میں جو کچھ صحیح احادیث میں یا قرآن اور

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار میں آیا ہے وہ اور یہ بات کہ سب مخلوق کی روہیں مخلوق ہونے کے باوجود موت سے معدوم نہیں ہوتیں، جو کچھ اس بارے میں سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں مروی ہے وہ سب حق اس کی تردید جائز نہیں ہے۔

موت اور قبر کے متعلق اصولی وضاحتیں

یہ سارا مواد ہم نے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الروح سے لیا ہے۔
انتخاب، تلخیص، ترتیب، ترجمہ اور عنوانات ہمارے ہیں مضامین و مفاہیم
علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ (۱)

میت کے تکلیف یا راحت میں ہونے پر اہل سنت کا اتفاق ہے:

اس میں شک نہیں کہ امت کے اسلاف اور ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی جب مرتا ہے تو وہ نعمتوں میں ہوتا ہے یا عذاب میں، اور یہ معاملہ اس کی روح کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور جسم کے ساتھ بھی۔ روح جسم سے الگ ہونے کے بعد جزاء یا سزا میں ہوتی ہے۔ جب جب بدن سے اس کا اتصال ہوتا ہے تو اسے بھی یہ جزا یا سزا ملتی ہے۔ پھر جب قیامت کبریٰ کا دن ہوگا تو روہیں جسموں کی طرف لوٹائی جائیں گی اور سب اپنی قبروں سے رب العالمین کی طرف اٹھیں گی۔ اور جسموں کا دوبارہ اٹھنا مسلمانوں اور یہود و نصاریٰ کے ہاں مسلم ہے۔

عذاب قبر اور منکر نکیر کے سوال کی اجابت کثیر اور متواتر ہیں۔ موت کے بعد روح و جسم کا عذاب یا انعام میں ہونا اہل سنت کے نزدیک مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ ہے۔ مروزی کہتے ہیں قبر کا عذاب حق ہے کوئی اس کا انکار نہیں کرتا مگر وہ جو خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ حنبل کہتے ہیں میں نے عذاب قبر کے بارے میں ابو عبد اللہ سے بات کی تو انہوں نے فرمایا: عذاب قبر کی احادیث صحیح ہیں، ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اقرار کرتے ہیں، جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے ہمیں اس کا اقرار ہے۔ اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو نہ مانیں اور اس کی تردید کریں تو ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تردید کی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ [سورۃ الحشر: ۷] "اور جو رسول تمہیں دیں اسے قبول کرو"

قبر کی تکلیف یا راحت سے کوئی مرنے والا مستثنیٰ نہیں ہے:

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ قبر کا عذاب برزخ کا عذاب ہے۔ جو اس حال میں مرا کہ وہ عذاب کا حقدار تھا تو وہ اپنے حصے کا عذاب پائے گا، چاہے اسے قبر میں دفن کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، خواہ اسے درندوں نے کھالیا ہو یا آگ نے جلا کر راکھ کر دیا ہو اور اس کی راکھ ہو یا میں بکھیر دی گئی ہو یا اسے سولی پر لٹکا دیا گیا ہو یا سمندر میں غرق ہوا ہو، ہر حال میں اسے وہ عذاب و انعام پہنچے گا جو قبر میں پہنچتا ہے۔

سابقہ امتوں میں سے ایک آدمی کا واقعہ صحیح حدیث میں آیا ہے جس کا گمان تھا کہ اگر کوئی آگ میں جل کر راکھ ہو جائے اور اس کی کچھ راکھ سمندر میں اور کچھ تیز آندھی کے دوران صحرا میں بکھیر دی جائے تو اسے موت کے بعد کی آزمائش سے نجات ہوگی۔ اس آدمی نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ ایسا ہی کرنا، چنانچہ وہ مرا تو بیٹوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو حکم فرمایا تو اس نے اس کی راکھ کو ایک جگہ جمع کر دیا، پھر صحرا کو حکم فرمایا تو اس نے بھی اس کی راکھ جمع کر دی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اٹھ کھڑا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا اے پروردگار آپ بخوبی جانتے ہیں کہ میں نے یہ کام آپ کے مواخذہ کے خوف سے کیا۔ لیکن وہ اپنی اس ترکیب کے ذریعے برزخ کے معاملات سے بچ نہیں سکا۔ (۲)

دنیا، برزخ اور آخرت میں سے ہر ایک کے مخصوص احکام ہیں:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی زندگی کے لحاظ سے تین جہان بنائے ہیں: عالم دنیا، عالم برزخ اور عالم آخرت۔ اور ہر ایک جہان کے احکام الگ ہیں جو اس کے ساتھ خاص ہیں۔ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ دنیا کے احکام جسم کے ساتھ جوڑے ہیں یہاں روح جسم کے تابع ہے یہی وجہ ہے کہ شریعت کے احکام کا تعلق زبان اور دیگر اعضاء کی حرکات سے ہے خواہ دل میں اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ عالم برزخ کے احکام کا تعلق روح سے ہے وہاں بدن روح کے تابع ہوتا ہے جیسے دنیا میں روح بدن کے تابع ہوتی ہے کہ بدن کی تکلیف سے تکلیف پاتی ہے اور بدن کی راحت سے لذت پاتی ہے۔ لیکن چونکہ جزا و سزا کا سبب بننے والے اعمال کی اصل محرک

روح ہے اس لئے برزخ میں جزاء و سزا کا اصل اثر روح پر ہوتا ہے اور بدن اسے کے تابع ہو کر اس میں مبتلا ہوتا ہے۔ دنیا میں بدن نمایاں ہے اور روح مخفی ہے برزخ میں روح نمایاں ہوگی اور بدن مخفی۔ یہ نکتہ اگر سمجھ میں آجائے تو برزخ کے معاملات پر پیش آنے والے سب اشکالات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

برزخ اور آخرت کے معاملات کے مخفی ہونے کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے آخرت اور اس سے متصل معاملات کو مکلف مخلوق سے پردے میں رکھا ہے اور اس میں اس کی بڑی حکمتیں ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ ایمان والے ایمان بالغیب کی وجہ سے دوسروں سے ممتاز ہوں۔ اگر یہ چیزیں سب لوگوں پر ظاہر ہوں تو آزمائش و ایمان بالغیب کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے اور دوسری بات یہ کہ اگر یہ سب کچھ یونہی ہر ایک کو نظر آنے لگے تو لوگ اپنے مُردے دفن کرنا چھوڑ دیں جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر یہ اندیشہ نہ ہو کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی قبر کے عذاب کی وہ آوازیں سناتا جو میں سنتا ہوں“

یہ حکمت چونکہ چوپاؤں کے حق میں مؤثر نہیں ہے اس لئے ان پر یہ سب کچھ مخفی نہیں ہے۔ وہ اسے سنتے اور سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا جانور جب ایک عذاب والی قبر کے پاس سے گذرنا تو دوڑ پڑا۔

موت کے فرشتوں کا آنا اور سلام کرنا:

آخرت سے متصل معاملات کی ابتداء یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس فرشتے آتے ہیں اس کے پاس بیٹھتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، ان کے ساتھ جنت یا جہنم کے کفن اور خوشبو یا بدبو ہوتی ہے، مرنے والے کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کی اچھی یا بری دعا پر آمین کہتے ہیں، بعض دفعہ وہ آ کر مرنے والے کو سلام کہتے ہیں، مرنے والا انہیں کبھی زبان سے جواب دیتا ہے، کبھی اشارہ سے اور کبھی دل سے، چنانچہ بعض مرنے والوں سے اہلاً و سہلاً مرحبا کے الفاظ سنے گئے ہیں۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ واقعہ:

میرے شیخ علامہ ابن تیمیہ (۳) نے ایک مرنے والے کے بارے میں مجھے بتایا کہ وہ کہہ رہا تھا ”تم پر سلام ہو یہاں بیٹھو، تم پر سلام ہو یہاں بیٹھو“ معلوم نہیں کہ شیخ نے یہ واقعہ خود دیکھا تھا یا کسی نے انہیں بتایا تھا۔

خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

خیر نساج رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ انہوں نے موت کے وقت کہا: اللہ تجھے عافیت دے، صبر کر، کیونکہ جس امر کا تجھے حکم ہے وہ فوت ہونے والا نہیں ہے اور جس کا مجھے حکم ہے وہ فوت ہونے والا ہے۔ پھر آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور نماز پڑھی، پھر فرمایا: تمہیں جس کام کا حکم ہے وہ کر لو، اور اسی پر ان انتقال ہو گیا۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

ابن ابی الدنیا نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (۴) نے اپنی وفات والے دن فرمایا مجھے بٹھاؤ، خادموں نے اٹھا کر بٹھایا تو فرمایا:

”میں وہ ہوں جسے آپ نے حکم فرمایا لیکن میں نے اس کی تعمیل میں تقصیر کی، آپ نے مجھے منع فرمایا مگر میں نے نافرمانی کی، تین بار یہ کلمات دہرائے پھر کہا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ۔“

پھر اوپر سر اٹھایا اور غور سے دیکھنے لگے، ساتھیوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ غور سے کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا:

”میں کچھ ایسے لوگوں کو آیا ہوا دیکھ رہا ہوں جو نہ انسان ہیں نہ جن۔“

پھر انتقال ہو گیا۔

مسلمہ بن عبدالملک کہتے ہیں جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب تھا تو ہم ان کے کمرہ میں ان کے ارد گرد بیٹھے تھے، انہوں نے اشارہ کیا کہ باہر چلے جاؤ، ہم باہر جا کر اس کمرہ کے ارد گرد بیٹھ گئے، ایک وصیف ان کے پاس رہ گیا۔ ہم نے سنا کہ آپ یہ آیت تلاوت کر رہے ہیں تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ

وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾ [سورة القصص: ۸۳] (یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد نہیں چاہتے اور انجام تقویٰ والوں کے لئے ہے) تم نہ انسان ہونہ جن، بس اس کے بعد وصیف باہر نکلا اور اشارہ کیا کہ اندر آ جاؤ، ہم اندر گئے تو آپ کا انتقال ہو چکا تھا۔

محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ:

فضالہ بن دینار کہتے ہیں محمد بن واسع (۵) کی موت کا وقت قریب تھا، ان کے اوپر کپڑا ڈالا گیا تھا، وہ کہنے لگے:

”میرے پروردگار کے فرشتوں کو خوش آمدید، کوئی بچاؤ اور کوئی قوت نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے“ مَرَّ حَبَابًا بِمَلَايِكَةِ رَبِّي وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ،

اس وقت میں نے ایسی خوش بو محسوس کی جس سے اچھی خوش بو میں نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔ اس کے بعد ان کی نظر ایک جگہ مرکوز ہو گئی اور فوت ہو گئے۔

فرشتوں کے آنے کے متعلق قرآن کریم کی تصریح:

اس بارے میں بے شمار واقعات و آثار موجود ہیں۔ لیکن اس میں سب سے زیادہ بلیغ و کافی بات اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿۸۴﴾ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ﴿۸۵﴾ وَمَنْحُنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿۸۶﴾ [سورة الواقعة: ۸۳-۸۵] (سو جس وقت روح حلق تک پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو) مطلب یہ ہے کہ ہم موت کے وقت اپنے بندے کے اس سے زیادہ قریب ہوتے ہیں جتنا قریب اس وقت ہمارے فرشتے ہوتے ہیں لیکن تم ان کو دیکھتے نہیں ہو۔ پس یہ فرشتوں کا آنا سب سے پہلا معاملہ ہے جو ہماری بصارت و مشاہدہ سے اوجھل ہے اور یہ اسی دار دنیا میں ہوتا ہے۔

روح کا قبض ہونا:

فرشتے جب مرنے والے کے پاس آتے ہیں تو اسے سلام کرتے ہیں جس کی تفصیل گذر چکی۔ اس کے بعد فرشتہ روح کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے، اسے قبض کرتا ہے اور اس سے

مخاطب ہوتا ہے۔ لیکن حاضرین مجلس نہ اسے دیکھ پاتے ہیں نہ اس کی آواز سنتے ہیں، پھر روح نکلتی ہے تو اس سے سورج کی کرن کی طرح کی نور کی ایک شعاع نکلتی ہے اور کستوری کی خوشبو سے اعلیٰ خوشبو مہکتی ہے لیکن حاضرین نہ اس نور کو دیکھتے ہیں، نہ خوش بو سونگھتے ہیں۔ پھر فرشتوں کی جماعتیں اوپر روانہ ہوتی ہیں تو بھی حاضرین انہیں نہیں دیکھتے۔

پھر میت کے غسل و تجہیز و تکفین کے وقت روح آکر اسے دیکھتی ہے اور کہتی ہے جلدی آگے پہنچاؤ، جلدی آگے پہنچاؤ یا کہتی ہے: مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟ لیکن لوگ یہ باتیں نہیں سنتے۔

مٹی، پتھر کوئی چیز قبر میں فرشتوں کے آنے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی:

جب میت قبر میں دفن کر دی جاتی ہے تو مٹی فرشتوں کے وہاں پہنچنے سے رکاوٹ نہیں بن سکتی بلکہ اگر میت کو چٹان کھود کر اس میں رکھا جائے اور چٹان کا منہ سیسے سے بند کیا جائے تب بھی فرشتے اس کے پاس پہنچتے ہیں۔ یہ مادی اجسام روح کے اپنے اندر داخل ہونے کو نہیں روک سکتے بلکہ جنوں کو بھی نہیں روک سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پتھروں اور مٹی کو فرشتوں کے لئے ایسے بنایا ہے جیسے پرندوں کے لئے ہوا ہے۔

قبر کی تنگی اور کشادگی:

قبر کا وسیع و کشادہ ہونا روح کے لئے بالذات ہوتا ہے اور بدن کے لئے بالتبع، بدن ایک گز سے تنگ جگہ میں ہوتا ہے لیکن بعض دفعہ روحانیت کے تابع، وہ جگہ اس کے لئے تاحد نظر وسیع ہوتی ہے۔

قبر کا میت کو ڈبو چنا کہ اس کی ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی ادھر آ جاتی ہیں یہ بھی نہ حس کے خلاف ہے نہ فطرت کے اور نہ عقل کے۔ اگر کسی کی قبر کھودی جائے اور اس کی پسلیاں ادھر ادھر نہ ہوں تو بھی حدیث پاکہ کی بات کو جھٹلانے کا جواز فراہم نہیں ہوتا، اس لئے کہ ہو سکتا ہے اس کی پسلیاں قبر کے دبانے کے بعد واپس اپنی حالت پر آگئی ہوں۔

ایک سچے گورکن کی خبر:

ایک سچے آدمی کی خبر ہے کہ اس نے تین آدمیوں کی قبریں کھودیں، جب فارغ ہوا تو آرام کے لئے لیٹ گیا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے اتر کر ایک قبر کے پاس جا کھڑے

ہوئے۔ ایک نے دوسرے سے کہا اسے فرسخ x فرسخ لکھ دو، (ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور تین میل کے پانچ کلومیٹر ہوتے ہیں) پھر دوسری قبر کے پاس گئے اور کہا اسے میل x میل لکھ دو، پھر تیسری قبر کے پاس گئے اور کہا اسے فتر x فتر لکھ لو۔ اس کے بعد وہ آدمی بیدار ہو گیا۔

جن میتوں کے لئے قبریں کھودی گئی تھی ان میں سے پہلے ایک اجنبی شخص لایا گیا جس کو کوئی حیثیت نہ دی جاتی تھی وہ پہلی قبر میں دفن کیا گیا۔ پھر ایک اور شخص لایا گیا جو دوسری میں اور پھر اس شہر کی ایک نامور گھرانے کی خاتون کی میت لائی گی جس کے ساتھ بہت سارے لوگ تھے، اسے اس تنگ قبر میں دفن کیا گیا جس کے بارے میں اس نے فرشتے کو یہ کہتے سنا تھا کہ فتر x فتر ہو۔ اور فتر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیانی فاصلہ کو کہا جاتا ہے۔

قبر کے معاملات دنیا پر قیاس نہیں ہو سکتے:

قبر میں جانے والے کو جس آگ یا شادابی و باغات سے واسطہ پڑتا ہے وہ دنیا کی آگ یا دنیا کے باغات و کھیت نہیں ہوتے۔ وہ آخرت کی چیزیں ہیں۔ وہاں کی آگ دنیا کی آگ سے کہیں زیادہ تیز و سخت ہے۔ دنیا میں رہنے والے اس کا احساس نہیں کر سکتے۔ وہاں کی آگ اللہ تعالیٰ نے مٹی اور پتھروں سے بھڑکائی ہے۔ اس کی تپش دنیا کے انگاروں سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر دنیا میں رہنے والا آدمی اس آگ کو چھوئے تو اسے اس کا احساس نہیں ہوگا، بلکہ اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ دو آدمی ساتھ ساتھ کی قبروں میں دفن ہوتے ہیں ان میں سے ایک جہنم کی آگ میں ہے اور دوسرا جنت کے باغ میں، لیکن اس آگ اور اس باغ و بہار کا اثر ایک دوسرے تک نہیں پہنچتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے کہیں زیادہ بڑی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں اُس عالم کی بہت بڑی بڑی نشانیاں دکھاتے ہیں مگر انسانی نفس جس چیز کا احاطہ نہیں کر سکتا اس کی نفی میں بڑی جلدی کرتا ہے مگر وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔

کافر کے لئے قبر میں آگ:

اگر میت کافر ہے تو اس کے لئے قبر میں آگ کی دو تختیاں بچھائی جاتی ہیں جن سے اس کی قبر اس کے لئے یوں بھڑک اٹھتی ہے جیسے تندور بھڑکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر یہ صورت حال ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو کر دیتے ہیں، باقیوں پر یہ سب کچھ غیب ہی رہتا ہے

محمد بن رزیز کا مشاہدہ:

ہمارے ایک ساتھی ابو عبد اللہ محمد بن رزیز حرانی نے مجھے بتایا کہ وہ آمد شہر میں موجود اپنے گھر سے عصر کے بعد باغ کی طرف نکلا۔ سورج غروب ہونے سے ذرا پہلے کا وقت ہوا تو میں قبرستان کے درمیان پہنچا۔ اچانک میں ایک قبر کے پاس جا پہنچا جو شیشے کے کوزے کی طرح کے انکارے پر مشتمل تھی اور میت اس کے درمیان میں پڑی تھی۔ میں اپنی آنکھیں مسل کر سوچنے لگا کہ معلوم نہیں میں سویا ہوا ہوں یا جاگ رہا ہوں؟ پھر میں نے شہر کی فصیل کی طرف دیکھا اور کہا اللہ کی قسم میں جاگ رہا ہوں! اس کے بعد میں گھر پہنچا تو مدہوش تھا، انہوں نے کھانا سامنے رکھا تو میں اسے کھانا نہ سکا۔ پھر میں شہر میں گیا اور اس قبر کے بارے میں پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ ٹیکس لینے والا تھا جو اسی دن فوت ہوا تھا۔

قبر کی اس آگ کا دیکھنا ایسے ہی ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اچانک کسی جن یا فرشتے کی صورت دکھلا دیں۔

ابو جہل کا عذاب:

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب القبور میں شعبی کے حوالہ سے ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں بدر سے گذرا تو میں نے ایک آدمی کو زمین سے نکلتے دیکھا اس کے پیچھے ایک اور آدمی ہے جو اسے لوہے کی سلاخ سے مار رہا ہے، پھر وہ زمین میں غائب ہو گیا، پھر باہر نکلا اور اسی طرح اسے مارا جا رہا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابو جہل بن ہشام ہے جسے قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔

نماز میں ٹال مٹول کرنے والی عورت کا واقعہ:

علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ ہی نے عمرو بن دینار کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مدینہ کا ایک آدمی تھا جس کی بہن مدینہ کے اطراف میں رہتی تھی۔ اس کی بہن بیمار ہو گئی تو وہ اس کی عیادت کے لئے جایا کرتا تھا۔ پھر اس کا انتقال ہوا تو بھائی نے ہی اسے قبر میں اتارا۔ تدفین سے واپسی پر اسے یاد آیا کہ وہ اس کی ایک چیز قبر میں رہ گئی تھی۔ اس نے اپنے آدمیوں میں سے

یک کو اپنا معاون بنایا اور مل کر قبر کھولی۔ وہ کہتا ہے مجھے اپنا سامان مل گیا۔ پھر اس نے دوسرے ساتھی سے کہا تم دور ہٹ جاؤ تا کہ میں لحد کھول کر اپنی بہن کی حالت دیکھوں! اس نے ایک طرف سے لحد کھولی تو قبر میں آگ بھڑک اٹھی۔ اس نے لحد بند کر کے قبر برابر کی اور سیدھا اپنی والدہ کے پاس گیا اور اس سے بہن کے بارے میں پوچھا۔ ماں نے کہا اب تو وہ مر گئی ہے اب کیوں پوچھتے ہو؟ اس نے کہا آپ کو بتانا پڑے گا۔ ماں نے بتایا کہ وہ نماز کو ٹالتی رہتی تھی، میرا خیال ہے کہ وہ بغیر طہارت کے بھی نماز پڑھتی تھی اور ہمسایوں کے دروازوں پر کان لگا کر ان کی باتیں سنتی اور لوگوں میں پھیلاتی تھی۔

ایک نوجوان کی آپ بیتی:

علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے حصین اسدی (۶) سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں میں نے مرشد بن حوشب سے سنا، انہوں نے کہا: میں یوسف بن عمر کے پاس بیٹھا تھا اور اس کے پہلو میں ایک ایسا آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کے چہرے کی ایک جانب ایسے گھی جیسے لوہے کی سیدھی سپاٹ سطح ہو۔ یوسف نے اس سے کہا تم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ مرشد کو بتاؤ!

اس نے کہا میں جوان تھا اور فحش کاموں میں مگن۔ جب طاعون کی وبا پھیلی تو میں نے کہا اس علاقے کی غاروں میں سے کسی غار میں چلا جاتا ہوں، پھر مجھے خیال آیا کہ مرنے والوں کے لئے قبریں کھودوں۔ ایک رات مغرب و عشاء کے درمیان میں نے ایک قبر کھودی اور دوسری قبر کے سہارے بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی کی میت لائی گئی اور اسے اس قبر میں دفن کر کے قبر برابر کر دی گئی۔ جب لوگ چلے گئے تو دو اونٹوں کی طرح کے دو سفید رنگ کے پرندے مغرب کی طرف سے آئے اور ایک اس قبر کے سرہانے اتر اور دوسرا پالنتی کی جانب، پھر انہوں نے اس قبر کی مٹی ہٹائی اور ایک اس کے اندر اتر گیا اور دوسرا کنارے پر بیٹھا رہا۔ میں بھی اٹھا اور قبر کے دوسرے کنارے پر جا بیٹھا۔ میں ایسا آدمی تھا جو کسی سے ڈرتا نہیں تھا۔ میں نے سنا کہ وہ پرندہ اس میت سے کہہ رہا تھا کیا تو وہی نہیں ہے جو دو متفاخرانہ کپڑے پہنتا اور انہیں گھیٹتے ہوئے متکبرانہ چال چل کر سسرال جایا کرتا تھا۔ میت نے کہا میں اس سے بہت کمزور ہوں! اس نے اسے ایک ایسا تھپڑ مارا کہ قبر سے باہر تک پانی اور تیل بہنے لگا۔ پھر دوسری بار اسی طرح ہوا حتیٰ کہ اس نے اسے تین تھپڑ مارے اور ہر بار کے بارے میں اس نے یہی بتایا کہ قبر سے باہر تک پانی

اور تیل بہنے لگا۔ پھر اس پرندے سے نے میری طرف دیکھا اور کہا اسے دیکھو یہ کہاں بیٹھا ہے، اللہ سے ہلاک کرے، پھر اس نے میری ایک جانب تھپڑ مارا تو میں پوری رات وہیں گرا پڑا رہا، جب صبح ہوئی تو میں نے اٹھ کر اس قبر کو دیکھا تو وہ صبح سالم تھی۔

اس دیکھنے والے کو جو یہ پانی اور تیل نظر آیا یہ اصل میں آگ تھی جو اس میت پر بھڑک اٹھتی تھی، جیسا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ دجال آئے گا تو اس کے ساتھ پانی اور آگ ہوگی، لیکن وہ آگ دراصل ٹھنڈا پانی ہوگا اور پانی بھڑکتی ہوئی آگ۔

قبر چوروں کے عبرتناک مشاہدات:

ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ ایک آدمی نے ابو اسحاق فزاری رحمۃ اللہ علیہ (۷) سے پوچھا کیا قبریں اکھیڑ کر چوری کرنے والے کی بھی توبہ قبول ہوگی؟ انہوں نے کہا؟ ہاں اگر اس کی نیت صحیح ہو اور اللہ تعالیٰ اسے سچا جانیں! تو اس نے بتایا کہ میں قبریں اکھیڑ کر چوریاں کیا کرتا تھا، کئی مردوں کو میں نے اس طرح پایا کہ ان کے چہرے قبلہ رخ سے پھرے ہوئے ہوتے تھے۔ فزاری کے پاس اس کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا تو اس نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ سارا واقعہ لکھ بھیجا۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ:

”اگر اس کی نیت صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ مخلص ہو تو اس کی توبہ قبول ہوگی، اس کا یہ کہنا کہ اس نے بہت سے لوگوں کے چہرے قبلہ سے پھرے ہوئے پائے، تو یہ وہ لوگ ہیں جو سنت کی خلاف ورزی کرتے تھے۔“

علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھ سے عبدالمومن بن عبد اللہ بن عیسیٰ القیسی نے بیان کیا کہ ایک قبر چور جو توبہ تائب ہو چکا تھا اس سے پوچھا گیا کہ کوئی انوکھی بات جو تم نے دیکھی ہو بتاؤ! اس نے کہا میں نے ایک آدمی کی قبر اکھیڑی تو اس کے پورے جسم میں میخیں گڑی ہوئی تھیں اور ایک بڑی ساری میخ اس کے سر میں گڑی ہوئی تھی اور ایک پاؤں میں۔

ایک قبر چور سے پوچھا گیا تم نے عجیب تر واقعہ کیا دیکھا؟ اس نے کہا ایک قبر میں نے دیکھا کہ میت کی کھوپڑی پر سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا ہے۔

ایک قبر چور سے پوچھا گیا تمہاری توبہ کا سبب کیا ہوا؟ اس نے کہا عام طور میں جس کی قبر کھودتا اس کا چہرہ قبلہ رخ سے پھرا ہوا پاتا۔

قبر کی میخیں:

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے ساتھی ابو عبد اللہ محمد بن مساب سلامی نے بتایا جو کہ اللہ تعالیٰ کے بہت نیک بندے تھے اور حق کے متلاشی رہتے تھے، کہ ایک آدمی بغداد میں لوہاروں کے بازار میں آیا اور ایک لوہار کو چھوٹی چھوٹی میخیں بیچ گیا۔

لوہار نے ان میخوں کو گرم کیا مگر وہ نرم نہ ہوئیں، وہ انہیں کوٹ کوٹ کر عاجز آ گیا تو بیچنے والے کو تلاش کیا اور اس سے پوچھا کہ یہ میخیں تم کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا بس مجھے کہیں سے مل گئی تھیں۔ لوہار نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ میں نے ایک قبر دیکھی جو کھلی ہوئی تھی اور اس میں ایک انسان کی ہڈیاں پڑی تھیں جو ان میخوں سے جڑی ہوئی تھیں۔ میں نے ان میخوں کو نکالنے کی بہت کوشش کی مگر کوئی نہ نکال سکا بالآخر میں نے ایک پتھر اٹھایا اور اس سے ان ہڈیوں کو توڑ کر یہ میخیں اکٹھی کر لیں۔

ابو عبد اللہ نے کہا میں نے وہ میخیں دیکھی تھیں۔ میں نے کہا بتاؤ وہ کس طرح کی تھیں؟ اس نے کہا چھوٹی چھوٹی دوسروں والی میخیں تھیں۔

نو جوان جو خود اپنے آپ کو کاٹ رہا تھا:

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں مجھ سے میرے والد نے، انہوں نے ابی حریش کے حوالہ سے، انہوں نے اپنی والدہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: جب ابو جعفر نے کوفہ کی خندق کھودی تو کئی لوگ اپنی قبروں سے دوسری جگہ منتقل کئے گئے۔ ان میں ہم نے ایک نو جوان کو دیکھا جس نے خود اپنے ہاتھ میں اپنے دانت گاڑے ہوئے تھے۔

قبر کے بارے میں مختلف بزرگوں کے تاثرات:

علامہ ابن ابی الدنیا ہی نے سماک بن حرب کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ (۸) قبرستان سے گزرے تو فرمایا:

”تمہارے ظاہری حالات میں کتنی خاموشی و سکون ہے مگر تمہارے اندر کتنی وحشتیں و مصیبتیں ہیں۔“

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں قبرستان میں چلا جا رہا تھا کہ میرے پیچھے سے آواز آئی
 ”اے ثابت تجھے قبرستان کی خاموشی دھوکہ میں نہ ڈالنے پائے، کتنے
 لوگ ہیں جو اس میں غموں کے مارے ہوئے ہیں۔“

میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قبرستان سے گذرے تو فرمایا:

”اے وہ گروہ کہ جس کی ظاہری خاموشی بڑی خوب ہے لیکن ان کے
 لوگوں کے غم و دکھ بھی حیران کن ہیں۔“

عمر بن عبدالعزیز کی عبرت پذیری:

غلامہ ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے مسلمہ بن عبدالملک (۹) سے
 پوچھا: اے مسلمہ تمہارے والد کو لحد میں کس نے اتارا تھا؟ اس نے کہا میرے فلاں غلام نے!
 انہوں نے پوچھا ولید کو کس نے دفن کیا تھا؟ اس نے کہا میرے فلاں غلام نے! عمر نے فرمایا: جس
 نے انہیں لحد میں رکھا تھا اس نے جو کچھ مجھے بتایا آج تجھے بتاؤں! اس نے کہا جب میں نے ان کے
 کفن کی گرہیں کھولنے کے لئے اندر جھانکا تو ان کے چہرے ان کی گڈی کی طرف کو پھرنے ہوئے
 تھے۔ پس اے مسلمہ جب میں مروں تو میرے چہرے کو دیکھنا کہ کیا میرے ساتھ وہی ہوا جو ان
 کے ساتھ ہوا یا مجھے معافی ملی ہے!

مسلمہ کہتے ہیں جب عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو میں نے انہیں قبر میں رکھا اور ان
 کے چہرے کو چھو کر دیکھا تو وہ سیدھے رخ پر ہی تھا۔

ابن ابی الدنیا نے ایک بزرگ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں میری بیٹی کا انتقال ہوا۔
 تو میں نے اس کی تدفین کی، لحد کی اینٹ درست کرنے لگا تو دیکھا کہ اس کا چہرہ قبلہ رخ سے پھرا
 ہوا ہے۔ اس وجہ سے میں بہت غمگین ہو گیا۔ پھر میں نے اپنی بیٹی کو خواب میں دیکھا تو اس نے
 مجھے کہا اے ابا جان آپ نے جو دیکھا اس کی وجہ سے غمگین ہیں؟ میرے ارد گرد کے کئے لوگوں
 کے چہرے قبلہ رخ سے پھرے ہوئے ہیں۔ وہ بزرگ کہتے ہیں شاید اس کی مراد وہ لوگ تھے جو
 کبیرہ گناہوں کے عادی تھے۔

عمر بن ميمون کہتے ہیں میں نے عمر بن عبدالعزیز کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ولید بن عبدالملک کو قبر میں اتارنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے گھٹنے اس کی گردن کے ارد گرد آگئے تھے۔ ولید کے بیٹے نے کہا: رب کعبہ کی قسم میرا باپ مرنے کے بعد زندہ ہو گیا تھا۔ میں نے کہا نہیں یہ بات نہیں بلکہ رب کعبہ کی قسم تیرے باپ کو فوری سزا ملنی شروع ہو گئی تھی، اسے دیکھ کر عمر نے اپنی باقی زندگی میں عبرت پکڑی ہے۔

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جب یزید مہلب کو عراق کا حاکم بنایا تو اسے کہا: اے یزید اللہ سے ڈرتے رہو! جب میں نے ولید کو لحد میں رکھا تو کفن میں ایڑیاں رگڑ رہا تھا۔

خیانت کرنے والے تاجر کی قبر:

یزید بن ہارون کہتے ہیں: ہشام بن حسان نے ابو عیینہ کے آزاد کردہ غلام واصل سے، اس نے عمر زہد سے، اس نے عبدالحمید بن محمود سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ کچھ لوگ آئے اور کہا: ہم حج کے لئے نکلے ہمارے ساتھ ہمارا ایک ساتھی تھا جو راستہ میں فوت ہو گیا۔ ہم نے اس کی تیاری کرائی پھر اس کی قبر کھود کر اس میں لحد بنائی۔ جب لحد بنا چکے تو اس میں ایک سیاہ سانپ نکل آیا جس نے پوری لحد بھر رکھی تھی۔ ہم نے دوسری جگہ قبر کھودی وہاں بھی اسی طرح ہوا، تیسری قبر کھودی اس میں بھی یہی ہوا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ اس خیانت کا نتیجہ ہے جو وہ کیا کرتا تھا۔ تم جاؤ اور انہیں قبروں میں سے کسی میں دفن کر دو! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اس کے لئے پوری زمین میں قبریں کھودو گے تو یہی کچھ ہوگا۔

وہ لوگ کہتے ہیں ہم گئے اور اسے ایک قبر میں دفن کر دیا۔ جب ہم واپس ہوئے تو اس کا سامان پہنچانے اس کے گھر گئے۔ اس کی بیوی سے ہم نے پوچھا کہ تمہارا خاوند کیا خیانت کرتا تھا؟ اس نے کہا وہ غلہ بیچ دیتا پھر اس میں سے اپنے گھر والوں کی روزانہ کی خوراک چرا لیتا تھا اور پھر اس کا بچا کھچا اس میں شامل کر دیتا۔

میت کے گلے میں سانپ:

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں مجھ سے محمد بن حسین نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھ سے ابو اسحاق نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: مجھے ایک میت کو غسل دینے کے لئے بلایا گیا۔ میں نے جا کر اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ ایک ایسا ایسا خطرناک سانپ اس کے گلے کو لپٹا ہوا ہے۔ میں اسے غسل دیئے بغیر وہاں سے نکل آیا۔ بعد میں مجھے لوگوں نے بتایا کہ یہ آدمی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو برا بھلا کہتا تھا۔

وصیت نہ کرنے والی عورت:

ابن ابی الدنیا سعید بن خالد بن یزید انصاری سے، وہ بصرہ کے ایک آدمی سے نقل کرتے ہیں جو قبریں کھودا کرتا تھا۔ اس نے بتایا کہ میں نے ایک دن قبر کھودی اور وہیں قبر کے قریب سر رکھ کر سو گیا۔ نیند میں میرے پاس دو عورتیں آئیں۔ ایک نے کہا: تجھے اللہ کی قسم کہ تو اس عورت کو اس قبر سے پھیر دے اور اسے ہمارا ہمسایہ نہ بنا! اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور ایک عورت کا جنازہ آیا ہوا تھا۔ میں نے ان سے کہا تمہاری قبر پیچھے ہے۔ اس طرح میں نے اس عورت کو اس قبر میں دفن نہیں ہونے دیا۔

جب رات ہوئی تو وہی دو عورتیں میرے خواب میں آئیں اور ایک نے کہا اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے تم نے ایک بہت بڑے شر کو ہم سے ہٹا دیا۔ میں نے اس خاتون سے کہا تم بات کرتی ہو تمہارے ساتھ والی کیوں بات نہیں کرتی؟ اس نے کہا یہ وصیت کے بغیر مری ہے اور جو وصیت کے بغیر مرے اس کے لئے یہی ہے کہ وہ قیامت تک کوئی بات نہ کرے۔

قبر کے معاملات کے مشاہدہ کے واقعات کی کثرت:

اس طرح کے واقعات جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قبر کا عذاب اور نعمتیں دکھلائی ہیں، اتنے زیادہ ہیں کہ اس کتاب میں نہیں سما سکتے۔

اور خواب کے واقعات تو اتنے ہیں کہ اگر ذکر کرنے لگیں تو کئی کتابیں بن جائیں، جسے پڑھنے ہوں وہ ابن ابی الدنیا کی کتاب المناجات اور قیروانی کی کتاب البستان وغیرہ کتابیں جو اس طرح کے خوابوں پر مشتمل ہیں، پڑھے۔ ملحد اور زندیق لوگوں کا تو کام یہی ہے کہ جس چیز کے علم کے احاطے کی ان میں اہلیت نہیں اسے جھٹلا دیتے ہیں۔

اہم نکتہ:

اس مسئلہ کا راز یہ ہے کہ قبر کی وسعت و تنگی اور روشنی و شادابی اور آگ اس دنیا کی اجناس نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اس دنیا کی چیزوں کے مشاہدہ کی توفیق دی ہے۔ جو چیزیں اور معاملات آخرت کی ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے پردہ ڈال دیا ہے تاکہ ان پر ایمان اور ان کا اقرار بنی آدم کی سعادت کا سبب بنے۔ اگر یہ چیزیں اسی دنیا ہی میں بنی آدم کے مشاہدہ میں ہوں، اس میں کوئی امتناع اور بُعد نہیں ہے کہ سب کے سامنے میت پڑی ہو اور فرشتے آئیں، سوال جواب کریں مگر کوئی انہیں دیکھ سکے نہ ان کی باتیں سن سکے اور یہ کہ فرشتے میت کو تکلیف دیں اور یہ معاملہ کسی کے مشاہدہ میں نہ آئے۔ دیکھئے ہمارے ساتھ کوئی سویا ہوتا ہے اور وہ خواب میں کسی تکلیف و مصیبت میں مبتلا ہو رہا ہوتا ہے مگر ہمیں اس کا کوئی احساس و علم نہیں ہوتا حالانکہ سونے والا پوری طرح اس تکلیف کو محسوس کر رہا ہوتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ قبر کا عذاب اور نعمتیں برزخ کے عذاب یا انعام کا نام ہے اور برزخ اس عرصہ کا نام ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَ مِّنْ وَرَائِهِم بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿۱۰۰﴾ [سورۃ المؤمنون: ۱۰۰] (اور ان کے آگے اٹھائے جانے کے تک برزخ ہے) اہل برزخ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں کے حالات سے واسطہ رکھتے ہیں۔ قبر کو جہنم کا گڑھا یا جنت کا باغ اکثریت کے اعتبار سے کہا گیا ہے کہ عام طور پر مرنے والوں کی قبر بنائی جاتی ہے، یہ مطلب نہیں ہے کہ جس کی قبر نہ بنی وہ موت کے بعد کے اچھے یا برے حالات سے بری ہے۔ اگر کسی آدمی کو سولی پر چڑھایا گیا اور وہ وہیں لٹکا رہا، یا کوئی جل کر رکھ ہو گیا، یا سمندر میں غرق ہو گیا، یا کسی کو درندوں نے کھا لیا تو اسے بھی موت کے بعد کے اچھے یا برے حالات کا سامنا ہوگا اور اس کے اعمال کی جزا سے پہنچ کر رہے گی، خواہ اس کی نوعیت جو بھی ہو۔

اگر کسی میت کے ذروں کو سخت تیز آندھی کے وقت درختوں کی چوٹیوں پر لٹکا دیا جائے تب بھی اس سے نجات نہیں۔ اگر کوئی نیک آدمی آگ کے بڑھے الاؤ کے درمیان دفن کر دیا جائے تو بھی اسے وہ نعمتیں اور راحتیں ملیں گی جو برزخ میں اس کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آگ کو اس کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیں گے۔ عالم کے عناصر اور جمیع مواد اپنے رب، خالق و مالک کے حکم کے تابع ہے، وہ جس طرح چاہتا ہے اس میں تصرف فرماتا ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا منکر ہے۔

دوموتیں اور دوزندگیاں:

موت پہلا معاد اور پہلا بعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے دو معاد اور دو بعث مقرر فرمائے ہیں جن میں بدکاروں کو اپنی بدی کی سزا ملتی ہے اور نیکو کاروں کو نیکی کا انعام ملتا ہے۔ پہلا معاد اور بعث بدن سے روح کی جدائی اور پہلے دارالجزاء کی طرف انتقال ہے اور دوسرا معاد و بعث وہ ہوگا جب اللہ تعالیٰ روحوں کو اپنے اپنے اجسام میں لوٹائیں گے اور انہیں قبروں سے اٹھا کر جنت یا جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ یہ حشر ثانی ہے۔ اسی لئے حدیث صحیح میں ہے: **وَتُؤْمِنُ بِالْبَعْثِ الْآخِرِ** ”اور تو ایمان لائے آخری بعث پر“ بعث اول کا انکار کسی نے نہیں کیا البتہ بعث اول میں سزا و جزاء کا انکار کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قیامتوں کا ذکر سورۃ الواقعة، سورۃ القیامۃ، سورۃ الفجر وغیرہ میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عدل کا تقاضا ہے کہ ان دونوں میں جزا سزا ہو۔ البتہ جزاء و سزا کی تکمیل دوسرے معاد کے دن آخرت میں ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** ط [سورۃ آل عمران: ۱۸۵] ”ہر نفس کو موت چکھنی ہے، اور سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہیں قیامت کے دن پورا اجر دیا جائے گا“ اللہ تعالیٰ کی حکمت و عدل، ان کے اسمائے حسنیٰ اور ان کے مقدس کمال کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے اولیاء کے ابدان و ارواح کو نعمتوں سے لطف اندوز فرمائیں اور اپنے دشمنوں کے ابدان و ارواح کو عذاب دیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ فرمانبردار بھی اپنے مقام کے مطابق جزاء و انعام پائیں اور نافرمان اپنی نافرمانی کے مطابق سزا پائیں۔ یہ دنیا دار الامتحان ہے اس لئے یہاں سزا و جزاء کا اظہار نہیں ہے۔ لیکن برزخ پہلا دارالجزاء ہے اس لئے اس میں اس کے مطابق جزاء سزا ہوتی ہے۔ اور مکمل جزاء سزا قیامت میں ہوگی۔ برزخ کی جزاء سزا قیامت کی جزاء سزا سے ماخوذ ہے۔ جیسا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ اس پر صراحت دلالت کرتی ہیں۔ نیک آدمی کے بارے میں موجود ہے کہ **فِيْفَتْحُ لَهُ بَابٌ إِلَى الْجَنَّةِ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَنَعِيمِهَا** اور بدکار کے بارے میں ہے کہ: **فِيْفَتْحُ لَهُ بَابٌ إِلَى النَّارِ فَيَأْتِيهِ مِنْ حَرِّهَا وَسَمُومِهَا** (۱۰) یعنی نیک آدمی جب قبر میں جاتا ہے تو اس کی طرف جنت کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے وہ جنت کی نعمتوں اور راحتیں حاصل کرتا ہے اور بدکار جب قبر میں جاتا ہے تو اس کی طرف جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس

سے اسے جہنم کی حرارت و تپش پہنچتی ہے۔ اور یہ بات بھی قطعی طور پر معلوم ہے کہ اس جزاء و سزا سے جس طرح روح متاثر ہوتی ہے اسی طرح بدن بھی ہوتا ہے۔ جب قیامت آئے گی تو وہ اسی دروازے سے اپنے ٹھکانے کو پہنچے گا۔ اس دنیا میں بھی انسان پر ان دو دروازوں کا مخفی اثر ہوتا ہے جو دنیا کے اعمال و اسباب، مادی رکاوٹوں اور عوارض کے پس پردہ ہوتا ہے۔ بہت سارے لوگ اس کا احساس کرتے ہیں اگرچہ وہ اس کے سبب کی تعیین اور اس کی تعبیر نہیں کر سکتے۔ کسی چیز کے احساس و تعبیر کے بغیر بھی اس کا وجود ہوا کرتا ہے۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اب ان دو دروازوں کے توسط سے اس پر جنت جہنم کا اثر دنیا کے مقابلہ میں اکمل ہو جاتا ہے اور جب آخری بعثت ہوگا یہ اثر مکمل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے تینوں جہانوں میں اسے بہت ہی خوب اور کامل طریقے سے منظم و مربوط کیا ہے۔

قرآن کریم میں قبر کے عذاب کا ذکر

بعض دفعہ کئی دوست کسی بھی دینی عنوان کے حوالہ سے اس بات سے متاثر لگتے ہیں کہ کسی نے ان سے کہہ دیا ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے، اگر یہ بات اور یہ نظریہ اسلام میں ہے تو پھر قرآن میں کہاں ہے؟ یہ سوال ذہن میں اسی وقت اٹھتا ہے جب ہماری نظر دینی احکام سے متعلق اصولی و دستوری چیزوں پر نہیں ہوتی۔ امت مسلمہ کے اہل علم کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ دینی احکام کے ماخذ چار ہیں قرآن، سنت، اجماع اور قیاس جو ان تین میں سے کسی سے مستنبط ہو۔ اگر کوئی چیز قرآن میں مذکور نہیں مگر صحیح احادیث سے ثابت ہے تو اب اس سوال کا کوئی معنی نہیں ہے کہ جی اے قرآن میں دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے **وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** [سورة النساء: ۱۱۳] (اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے) اور فرمایا: **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** [سورة الجمعة: ۲] (اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں) حکمت سے مراد سنت ہے۔ جس چیز کی خبر اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اس پر ایمان لانا ضروری ہے خواہ اس کا ذکر قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ یہ وہ اصل ہے جو اہل اسلام میں متفق علیہ ہے۔

جہاں تک قبر کی تکلیف و راحت کا مسئلہ ہے تو قرآن کریم میں کئی جگہ اس کا ذکر موجود ہے۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمْرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ ۖ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۗ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ
بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ
تَسْتَكْبِرُونَ ﴿۹۳﴾

[سورة الانعام: ۹۳]

”اور اگر تو اس منظر کو دیکھے جبکہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ نکالو اپنی جانیں آج تم کو

ذلت والے عذاب کی سزا دی جائے گی اس وجہ سے کہ تم اللہ کے ذمہ
 جھوٹی باتیں لگاتے تھے اور اس کی آیتوں کو ماننے سے تکبر کرتے تھے۔“
 اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ ظالموں کافروں کو موت کے وقت فرشتے کیا کہتے
 ہیں۔ وہ ان سے کہتے ہیں آج ذلت کے عذاب کی شکل میں تمہیں اپنے غلط عقائد و نظریات اور
 تکبر کی سزا ملے گی۔ اب یہ آج کی سزا قبر ہی کا عذاب ہے ورنہ آخرت کا عذاب تو آج نہیں ہے،
 وہ تو تب ہوگا جب یہ دنیا ختم ہو چکی ہوگی۔

۲۔ فَوَقَّهُ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَّا مَكْرُوهًا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ﴿٥٠﴾
 النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا، وَيَوْمَ تَقُومُ
 السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٥١﴾

”سوال اللہ نے اس شخص کو ان لوگوں کی تدبیروں کی مضرتوں سے بچا لیا
 اور آل فرعون پر برا عذاب نازل ہوا صبح شام یہ لوگ آگ کے سامنے
 لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا کہ آل فرعون کو
 سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔“
 [سورۃ الغافر: ۴۵، ۴۶]

ان آیات میں صراحتاً آل فرعون کے دو عذابوں کا تذکرہ ہے، ایک عالم برزخ کا اور
 دوسرا آخرت کا۔

۳۔ فَذَرَهُمْ حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٥٢﴾ يَوْمَ لَا
 يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٥٣﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ
 ظَلَمُوا عَذَابًا بَاطُونَ ذَلِكَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٤﴾

”سو آپ انہیں چھوڑیے یہاں تک کہ وہ اپنے اس دن سے ملاقات
 کریں جس میں وہ بے ہوش ہو جائیں گے، جس دن ان کی کوئی تدبیر
 ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور ان کی کچھ بھی مدد نہ کی جائیگی، اور
 بلاشبہ جن لوگوں نے ظلم کیا ان کے لیے عذاب ہے اس سے پہلے، لیکن
 بہت سے لوگ نہیں جانتے۔“
 [سورۃ الطور: ۴۵، ۴۶، ۴۷]

یہاں ظالموں کے لئے قیامت کے عذاب سے پہلے ایک عذاب کی خبر دی گئی ہے،
 ظاہر ہے کہ یہ قبر کا عذاب ہے۔ اس سے مراد دنیاوی سزا نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ظالموں کو دنیا میں

سزا کا ملنا کوئی لازمی چیز نہیں ہے، کتنے ظالم ہیں جو دنیا میں کوئی سزا نہیں پاتے، لیکن قبر کی سزا لازمی ہے۔ اس سے کوئی ظالم نہیں بچ سکتا۔

۴۔ وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۲۱﴾ [سورة السجدة، الآية: ۲۱]

”اور ضرور ضرور ہم انہیں بڑے عذاب سے پہلے قریب والا عذاب چکھا دیں گے تاکہ وہ باز آجائیں۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حق کے دشمنوں کے لئے دو عذاب ہیں، ایک بڑا عذاب جو آخرت میں ہوگا ایک چھوٹا جو برزخ میں ہوتا ہے اور بعض کو اس چھوٹے عذاب کا کچھ حصہ دنیا کی زندگی ہی میں مل جاتا ہے۔ جبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔

۵۔ فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلُقُومَ ﴿۸۳﴾ وَأَنْتُمْ حِينِيذٍ تَنْظُرُونَ ﴿۸۴﴾
وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَا إِنْ
كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُونَهَا إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۸۷﴾
فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ
نَعِيمٍ ﴿۸۹﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۹۰﴾ فَسَلْمٌ لَّكَ مِنْ
أَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿۹۱﴾ وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمَكْذِبِينَ الضَّالِّينَ ﴿۹۲﴾
فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ﴿۹۳﴾ وَتَصْلِيَةٌ جَحِيمٍ ﴿۹۴﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ
الْيَقِينِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۹۶﴾ [سورة واقعة: ۸۳-۹۶]

”سو جس وقت روح حلق تک پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکتے رہتے ہو اور ہم تم سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو سوا اگر تمہارا حساب و کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو کیوں نہیں لوٹا لیتے ہو، پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لیے راحت ہے اور غذائیں ہیں، اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے سلامتی ہے تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں گمراہوں میں سے ہوگا

سو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی ضیافت ہوگی اور وہ دوزخ میں داخل ہوگا، بے شک یہ تحقیقی یقینی بات ہے۔ سوائے عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔“

اس سورۃ کے شروع میں روحوں کے وہ حالات بیان کئے ہیں جو انہیں قیامت کے دن پیش آئیں گے۔ یہاں ان آیات میں موت کے وقت روحوں کی جو حالت ہوگی وہ بیان کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ موت کے وقت کے حالات کے لحاظ سے روحوں کی تین قسمیں ہیں۔ مقرب روحوں کو موت کے وقت ہی روح وریحان اور جنت کی نعمتیں ملتی ہیں، اصحاب الیمین کی روحوں کو بھی موت کے وقت ہی سلامتی کا پیام مل جاتا ہے۔ تیسری قسم کی روحوں کو جہنم کو جھٹلانے والی اور گمراہ ہیں انہیں موت کے وقت ہی جہنم کی چیزوں سے اس کی خاطر تواضع شروع ہو جاتی ہے۔

۶۔ یَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۖ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۗ

فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۖ وَادْخُلِي جَنَّاتِي ۙ

”اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو خوش ہو اور تجھ سے بھی اللہ تعالیٰ خوش ہے، سو تو میرے بندوں میں شامل ہو جا

اور میری جنت میں داخل ہو جا۔“ [سورۃ الفجر: ۲۷-۳۰]

ان آیات میں واضح ہے کہ موت کے وقت ہی نیک نفس جنت میں پہنچ جاتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) علامہ ابن قیم علوم اسلامیہ کے حوالہ سے معروف شخصیت ہیں۔ آپ کا پورا نام محمد بن ابی بکر، لقب شمس الدین اور نسبت دمشقی حنبلی ہے۔ ابن قیم الجوزیہ سے مشہور ہیں۔ صفر ۶۹۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور ۷۵۱ھ میں وفات ہوئی۔ آپ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد ہیں تقریباً چالیس سال کا عرصہ ان کے ساتھ رہے۔

آپ کی کتاب الروح اپنے موضوع کی بہت ہی محقق، مستند اور مفصل کتاب ہے۔ موت و قبر سے متعلقہ معاملات کے بارے میں اکیس سوالات قائم کر کے ہر ایک کے جواب کے طور پر اس مسئلہ کی پوری تحقیق پیش کی ہے۔ ان میں سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ کیا مردے قبر آنے والے اور اس کے سلام کو پہنچانتے ہیں یا نہیں؟ اور آخری مسئلہ یہ ہے کہ کیا انسانی بدن میں نفس ایک ہے یا تین ہیں؟ ہم نے آپ کی اس کتاب سے جو مواد لیا ہے وہ چھٹے اور ساتویں مسئلہ کے ذیل میں دی گئی تحقیقات و تفصیلات سے انتخاب ہے۔ ہمارے منتخب کردہ عنوانات پر اگر قرآن و سنت کے تفصیلی دلائل دیکھنے کی خواہش ہو اسے چاہئے کہ وہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی اصلی کتاب کی طرف رجوع کرے۔

(۲) اخرجه البخاری فی: ۹۷ کتاب التوحید: ۳۵ باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یریدوا کلام اللہ الحدیث: ۷۵۰۶ و ۷۵۰۸ و اخرجه ایضاً فی ۶۰ کتاب الانبیاء ۵۴ باب حدثنا ابو الیمان۔ و اخرجه مسلم فی ۹۴ کتاب التوبة: ۴ باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ و انها سبقت غضبه الحدیث: ۲۴، ۲۵۔ و اخرجه النسائی فی کتاب الجنائز: ۱۱۷، باب: ارواح المومنین و غیرهم الحدیث: ۲۰۸۷۔ و اخرجه ابن ماجة فی: ۳۷، کتاب الزهد: ۳۰ باب ذکر التوبة الحدیث: ۴۲۵۵۔

(۳) احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام الحمرانی دمشقی الحسنبلی، ابوالعباس، تقی الدین ابن تیمیہ، الامام، شیخ الاسلام۔ رحمہم اللہ تعالیٰ جمعین آپ رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ ربیع الاول ۶۶۱ھ کو قصبہ حران میں پیدا ہوئے۔ چھ سات برس کی عمر میں والد کے ساتھ دمشق منتقل ہو گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن ہی میں دمشق میں قائم بڑی بڑی علمی مجلسوں اور حلقہ ہائے درس میں شرکت کی۔ سترہ برس کی عمر میں فتویٰ دینے لگے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر اکیس برس کی تھی جب آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا۔ آپ کے والد کبار حنابلہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ ان کی جگہ درس دینے لگے۔ اکتیس برس کی عمر میں حج کیا، واپس آئے تو امام وقت کے طور پر معروف ہو چکے تھے۔

آپ حکمت و فلسفہ اسلام کے بڑے ماہر، بے مثال داعی اصلاح، تفسیر قرآن اور اصول میں مسلم امام تھے۔ فصیح اللسان و فصیح القلم تھے۔

آپ ان مخصوص بزرگوں میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے جہاد باللسان، جہاد بالقلم کے ساتھ جہاد بالسیف کے شرف سے بھی مشرف فرمایا۔ ۷۰۲ھ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تاتاریوں کے لشکر سے باقاعدہ لڑائی کی اور فتح پائی۔

آپ کو اپنے ایک فتویٰ کی وجہ سے مصر طلب کیا گیا۔ وہاں گئے تو ایک جماعت نے آپ کے خلاف حاکم کو بھڑکایا اور اس نے آپ کو قید میں ڈال دیا، ۷۱۲ھ میں رہا ہو کر دمشق واپس آئے۔ پھر ۷۲۰ھ میں قید کر لئے گئے۔ کچھ عرصہ بعد رہا ہوئے، پھر قید کئے گئے۔ الغرض قید ہی کی حالت میں فوت ہوئے۔ پورا دمشق آپ کے جنازہ میں آیا۔

علامہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے ابن تیمیہ جیسا کوئی اور نہیں دیکھا، کتاب و سنت کو ان سے زیادہ جاننے والا اور اس پر عمل کرنے والا کوئی اور نہیں دیکھا۔

(۴) عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن ابی العاص، اموی، امیر المؤمنین۔ ان کی والدہ محترمہ ام عاصم بنت عاصم بن عمر بن خطاب ہیں۔ آپ ولید کے زمانہ میں مدینہ کے امیر بنائے گئے۔ اس کے بعد سلیمان کے ساتھ وزیر کی حیثیت سے رہے۔ سلیمان کے بعد خلیفہ ہوئے اور خلفائے راشدین میں شمار کئے گئے۔ اڑھائی سال خلیفہ رہ کر جب ۱۰۱ھ میں چالیس برس کی عمر فوت ہوئے۔

(۵) محمد بن واسع بن جابر بن احنس، ازدی، ابوبکر یا ابو عبد اللہ، بصری، رحمۃ اللہ علیہ۔ ثقہ عابد ہیں۔ بڑے فضائل کے مالک ہیں۔ راویان حدیث کے پانچویں طبقہ سے ہیں۔ ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔

(۶) حصین بن منصور بن حیان، اسدی، کوفی، روایت میں مقبول ہے اور ساتویں طبقہ سے ہے۔

(۷) ابواحق فزاری: یہ ابراہیم بن محمد بن حارث، مخزومی، امام، ثقہ حافظ ہیں۔ ان کی کئی تصانیف بھی ہیں۔ ۱۸۵ھ میں فوت ہوئے۔ راویوں کے آٹھویں طبقہ سے ہیں۔

(۸) ابو درداء رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں۔ سب سے پہلے غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ بڑے عبادت گزار تھے۔ نام عویمرتھا مگر کنیت سے مشہور ہوئے۔ ایک قول کے مطابق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آخر میں انتقال ہوا۔

(۹) مسلمہ بن عبد الملک بن مروان بن حکم، اموی، امیر، راویوں کے چھٹے طبقہ سے ہے اور مقبول ہے۔ ۱۲۰ھ یا اس کے بعد انتقال ہوا۔

(۱۰) اخرجہ ابو داد فی ۳۵، کتاب السنۃ: ۲۴، باب: المسأله فی القبر و عذاب القبر الحدیث: ۴۷۵۳، و اخرجہ النسائی فی ۲۱، کتاب: الجنائز: ۱۱۴، باب: عذاب القبر الحدیث: ۲۰۵۸۔ و اخرجہ ابن ماجہ فی ۳۷، کتاب الزہد، ۳۲، باب: ذکر الموت و البلی الحدیث: ۴۲۶۹۔

روح، موت اور عالم برزخ کی حقیقت

(اسلامی حکمت و فلسفہ کی روشنی میں)

(۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس پوری کائنات کو ایک وحدت کا نکھار قرار دیتے ہیں۔ کائنات کی کثرتیت و رنگارنگی اس وحدت سے متضاد و متضادم نہیں بلکہ یہ سب کچھ اسی وحدت کی طرف سمٹتا ہے۔ اس لئے شاہ صاحب قرآنی و نبوی تصریحات کی روشنی میں یہ ثابت کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت، روح و مادہ، جمادات، نباتات و حیوانات سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ فکر و عمل، موت و حیات، جزاء و سزا سب چیزیں ایک حکمت کے تحت ہیں اور درست و معقول بھی۔ اس کائنات ہست و بود کی کوئی چیز نہیں جو شاہ صاحب کے فلسفہ وحدت کے تحت سرچشمہ توحید الہی سے پھوٹنے والے نظام سے مربوط ہوتی ہوئی نظر نہ آتی ہو۔

اگر شاہ صاحب کی اس اسلامی حکمت کو غور سے پڑھ لیا جائے تو اس کائنات کے وہ دائرے جنہیں ہم عقل کی رسائی میں نہ آنے والے، غیبی اور خالصہ اعتقادی خیال کرتے ہیں، ہمارا شعور ان کے ادراک کی لطف اندوزی سے بھی آشنا ہونے لگے۔ اس خطہ کے معروف عالم دین و محقق مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنی زندگی میں کسی انسان کی کتاب سے اتنا فائدہ نہیں پایا جتنا شاہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ سے ملا ہے، میں نے اسی کتاب سے اسلام کو ایک مکمل و مربوط نظام زندگی کے طور پر سمجھا، اس دین مقدس کے بہت سے امور، جنہیں میں پہلے تقلیدی طور پر مانتا تھا اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ان پر بصیرت و تحقیق کے ساتھ دوبارہ ایمان لایا۔“

ہم نے علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کی تقدیم میں شاہ صاحب کی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے روح، موت اور عالم برزخ سے متعلق ابواب کا اردو ترجمہ شامل کیا ہے۔ امید ہے ہمارے احباب اسے بصیرت افروز پائیں گے۔

علامہ ابن ابی الدنیا کی کتاب عالم برزخ سے متعلق واقعات پر مشتمل ہے۔ ہر واقعہ اپنا ایک الگ سیاق و سباق اور الگ نوعیت رکھتا ہے۔ اس لئے محض واقعات کا مطالعہ بہت سارے اشکالات، اعتراضات، ابہامات و مشکلات کا باعث ہوتا ہے۔ جب زیر مطالعہ موضوع کے فلسفہ اور پس منظر پر نظر ہو تو پھر اشکالات حل ہوتے ہیں، ابہام کی جگہ انشراح ہوتا ہے اور اختلاف میں تطبیق سمجھ آتی ہے۔ یہ معاملات جس طرح شاہ صاحب نے سمجھائے ہیں اور مفکرین و علمائے اسلام کے ہاں اس طرح کی جامعیت اور رسوخ نہیں ملتا۔

اسلامی عقائد، نظریات اور تعلیمات کا وہ حصہ جس کا تعلق مابعد الطبیعیات سے ہے اس میں کسی بالغ نظر اسلامی حکیم و دانشور کی تشریح و تفہیم سے استفادہ کی روش نہ اپنانے کی وجہ سے ہمارے ہاں کئی مسائل کے حوالہ سے گروہ بندی اور فتویٰ بازی کی ذہنیت پختہ ہوتی چلی گئی ہے جس کی وجہ سے ہم نے بہت سارا نقصان اٹھایا ہے۔ حالانکہ اگر معاملات کی صحیح طرح سے تحقیق کی جائے تو مختلف نکتے ہائے نظر اپنی اپنی جگہ درست ہو سکتے ہیں۔ متفرق تصورات میں تطبیق سمجھ آ سکتی ہے۔

اس خطہ میں ایک شاہ صاحب ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے دین کے سب شعبوں کے پس پردہ کار فرما حکمت ربّانی کو سمجھایا ہے۔ اگر ان کی کتاب ”حجۃ اللہ البالغہ“ کو بالترتیب سمجھ لیا جائے تو ہمارے ہاں کی گروہ بندی اور انتشار و تفریق کی جڑیں بھی کھوکھلی ہو جائیں اور ہماری فکری و علمی صلاحیت میں سطحیت کی جگہ گہرائی اور پختگی آجائے۔

زیر نظر کتاب میں ہم نے روح، موت اور برزخ کے بارے میں ولی اللہی حکمت سے اقتباسات اپنے علم دوست احباب کے لئے پیش کئے ہیں، امید ہے وہ انہیں بصیرت افروز پائیں گے۔

(۲)

یہ بات ضرور ذہن میں رہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ گفتگو جو آپ کے پیش نظر ہے حکمت و فلسفہ کے دائرہ کی گفتگو ہے۔ احکام و مسائل کی تبلیغ و تفصیل اور فتویٰ دینے کی نہیں ہے۔ شرعی مسائل کی تعلیم اور فتویٰ نویسی کے تقاضے فلسفہ و حکمت کے بیان سے مختلف ہوا کرتے ہیں۔ فلسفہ احکام نہیں بتاتا بلکہ احکام کے پس پردہ کار فرما اس امر جامع تک پہنچاتا ہے جس سے سب احکام جڑتے ہیں۔ فلسفہ آپ کو کسی نکتہ نظر کی گہرائی میں لے جاتا ہے۔ آپ کو سوچنے سمجھنے کی ایک راہ فراہم کرتا ہے۔ یہ جزئیات نہیں کلیات سے بحث کرتا ہے بلکہ کلیات سے ہوتا ہوا اصل کل کی طرف لے جاتا ہے۔

ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی حکیم و فلسفی کی گفتگو کی عبارت کے جملے اپنی انفرادی حیثیت میں آپ کے لئے کوئی جامع و کامل مفہوم فراہم نہ کر رہے ہوں مگر وہ اپنی مجموعی حیثیت میں ضرور آپ کو کوئی نقطہ نظر فراہم کر رہے ہوں گے جیسے کسی طرف جانے والی شاہراہ پر نصب سنگ میل مسلسل آپ کو منزل کے قریب کر رہے ہوتے ہیں اسی طرح یہ گفتگو بھی آپ کو کسی مرکزی خیال تک رسائی کے قریب کر رہی ہوتی ہے۔

بس مربوط توجہ کے ساتھ اپنے مطالعہ کو آگے بڑھاتے چلے جانے کی ضرورت ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مذکورہ بالا موضوعات پر گفتگو کا بہت سارا حصہ علم الحقائق سے تعلق رکھتا ہے اور علم الحقائق کے بارے میں آپ خود اپنی کتاب الطاف القدس میں لطائف کی حقیقت کے بیان سے پہلے لکھتے ہیں کہ:

”شارع علیہ صلوات اللہ وسلامہ نے اس علم کی کوئی رمز بیان نہیں فرمائی، آپ نے صرف علم سلوک اور تہذیب نفس کی تبلیغ فرمائی، اس علم سے صرف چند وہ چیزیں بیان فرمائیں جن سے عرب و عجم اجنبی نہیں تھے اور کوئی فرقہ ایسا نہیں تھا کہ یہ چیزیں جس کی زبان کا ورنہ ہوں، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی طور پر اس علم کی یاد دہانی کرائی اور اس کی تفصیل و تصویر میں کھود کرید سے سخت ممانعت فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ کے جمیع انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ ان علوم کا حل انسانی

طاقت سے باہر ہے، نہیں نہیں بلکہ ان علوم کا اظہار جمہورِ مخاطبین کی مصلحت کے موافق نہیں ہے۔ ہم لوگوں کے لئے بھی بہتر یہی ہے ان باتوں سے کنارہ کشی کریں اور دیکھے ہوئے کو نہ دیکھا ہوا ظاہر کریں لیکن اس مسئلہ میں صوفیاء کا اختلاف بہت زیادہ ہے اور یہ ان کی طبیعتوں میں داخل ہو گیا ہے اور علم لطائف کی بناء اسی پر ہے، اس لئے اس کی ضرورت پیش آئی ہے اور ضرورتاً ممنوع کو مباح کرتی ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ ان باتوں کا تعلق سوچنے سمجھنے سے زیادہ ہے اور بحث و تمحیص سے کم۔ اس مطالعہ کا مقصد شریعت کی بتائی ہوئی چیزوں میں شرح صدر کا متمنی ہونا، مختلف چیزوں میں تطبیق و جامعیت کی راہ پانا اور معنویات و روحانیات سے متعلقہ دینی چیزوں میں اپنے اعتقاد کو راسخ بنانا ہے۔ اگر کسی کی طبیعت ان کے مطالعہ سے بحث و تمحیص، الجھاؤ اور انتشار کی طرف جانے لگے تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے اس مطالعے کا رخ کسی اور مفید مواد کی طرف پھیر لے۔

(۳)

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اہل اسلام کی ایک ایسی ہستی ہیں جنہیں اللہ پاک نے ایک ایسے وقت میں تجدیدِ دین کے کام کی توفیق بخشی جب اسلام کے اصولِ اجتماعیت ایک نئی تشکیل کا تقاضا کر رہے تھے اور ادھر انسانیت مشین کے وجود میں آ جانے کے سبب ایک نئے سماجی، سیاسی اور معاشی جنم سے دوچار ہو رہی تھی۔

حضرت شاہ صاحب نے جہاں موجود نظام کو سنبھالا دینے کے لئے علمی و عملی کوششیں کیں وہاں ان کا بڑا اور مستقل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے آنے والے دور کے لئے قرآن و سنت کے اصولوں، خلفائے راشدین کے عمل اور پوری تاریخ کو سامنے رکھ کر نئی تشکیل کا فلسفہ اور نظام کا مرتب فرمایا دیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک راسخ حکیم و دانش ور کے طور پر کائنات کی حقیقت، عناصر کی ترکیب، مخلوقات کی حقیقتوں، انسان اور انسانی سماج کی نفسیات، دیہاتی، شہری، قومی اور بین الاقوامی زندگی کے تقاضوں کا شعور فراہم کرتے ہیں۔ پھر دین کے اصول سمجھاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام اور شریعتوں کے تسلسل کا تعارف کراتے ہیں۔ قرآن کریم کے مقاصد و اہداف کی نشان دہی کر کے ان سے سیرت نبوی و سیرت خلفائے راشدین کی تطبیق سمجھاتے ہیں۔

ہمارے تاریخ و سیاست کے شعبے کے اہل علم نے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تخت دہلی کو سنبھالا دینے والی کاوشوں پر تحقیقات کا بڑا کام کیا ہے اور اس پر ان کو خوب خراج تحسین پیش کیا ہے۔ مگر انہوں نے آنے والے سائنسی دور میں معاشروں کی تشکیل کا جو عدل، مساوات اور جمہوریت کے اسلامی اصولوں پر مبنی نظام مدون کیا ہے اس حوالے سے ہمارے ہاں کوئی خاطر خواہ کام نہیں ہوا۔

ہمارے دینی علماء کے اکثر طبقوں نے اپنی علمی سندوں میں شاہ صاحب کے حوالہ پر ضرور فخر کیا، ان کی حکمت و تشریحات کے گرانقدر نکات سے اپنی تقاریر کو مرصع و مزین کیا مگر ان کے تجدید دین کے کام سے ہمیشہ بے اعتنائی برتی۔ دین کی تفہیم کے ولی اللہی اصولوں سے روگردانی کے سبب آج ہماری حالت یہ ہے کہ آج کے معاشرے میں ہماری منطق زندگی کے جمیع شعبوں میں معکوس سمت میں ترقی کر رہی ہے۔ اپنی جس دانش کو ہم اپنے تئیں دین کی نمائندگی بتاتے ہیں وہ اجتماعیت، قومی مفاد۔ حتیٰ کہ مسلمہ انسانی رجحانات کی مخالف سمت کو جاتی ہوئی نظر آتی ہے۔ حالانکہ ہمارا دین قطعاً ایسی کوئی سوچ فراہم نہیں کرتا جو اجتماعیت و اجتماعی مفاد اور انسانی تقاضوں کے خلاف ہو۔ اصل بات یہی ہے کہ ہم نے دین اور اس پر تشکیل معاشرہ کی سائنس کو وقت کے مجدد کی راہنمائی کی مدد کے بغیر پڑھا اور اس کی تعلیمات کو ان کی حکمت سمجھے بغیر پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اس صورت حال کا انتہائی تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ آج مسلمانوں کے پاس قومی و بین الاقوامی سطح پر انسانی مسائل کے حل اور انسانی معاشروں کے صالح ارتقاء کا کوئی سوچا سمجھا ایسا پروگرام نہیں ہے جس کی صحت و سچائی پر خود انہیں شرح صدر ہو اور جس کی معقولیت کو انسانی برادری سے تسلیم کرانے کی ان میں اہلیت ہو۔ ہم دین کے مسائل جانتے ہیں، ہم فتوے دیتے ہیں مگر اس دور کے انسانی مسائل کے مد مقابل کسی صحیح جاندار موقف پر مقاومت کی صلاحیت سے عاری ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک طرف یہ نقصان ہوا ہے کہ ہمارے ہی ہم مذہب اپنی زندگی کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل میں ہمارے کسی کردار کے بروئے کار آنے سے مایوس ہیں۔ دوسری طرف اسلام مخالف طاقتیں ہماری ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر اسلام کا تعارف خراب کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔

ہمارے مدبرین شاہ صاحب کا نام لیتے ہیں۔ خطے کی تاریخ میں ان کے کارناموں کو سراہتے ہیں حتیٰ کہ پاکستان کے وجود کو شاہ صاحب کی جدوجہد کا نقطہ تکمیل بتاتے ہیں مگر شاہ صاحب کی فلاسفی اور اس کے شعور کی اشاعت پر کام کر کے کسی ٹھوس سماجی، سیاسی، معاشی اور اجتماعی نظریہ کی منزل پر پہنچ کر کسی صالح نظام کے قیام کا کسی کے پاس کسی منصوبہ کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔

یہ باتیں اس طالب علم کی کسی عقیدت و جذباتیت کا اظہار نہیں بلکہ ایک مسلسل مطالعہ کا حاصل ہے۔

روح کی حقیقت

روح کی حقیقت تک رسائی ممکن ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۗ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۸۵﴾ [سورة الاسراء: ۸۵] (اور لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ فرمادیجیے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بس تھوڑا سا علم دیا گیا ہے) اعمش نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے وَمَا أُوتُوا مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا پڑھا ہے۔^(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت کا خطاب یہودیوں کو ہے جنہوں نے روح کے بارے میں سوال کیا تھا۔ آیت اس بارے میں صریح نہیں ہے کہ امت محمدیہ میں سے کوئی روح کی حقیقت نہیں جانتا جیسا کہ گمان کیا جاتا ہے اور یہ بات بھی نہیں ہے کہ ہر وہ چیز جس کے بارے میں شریعت خاموش ہو اس کی معرفت یقینی طور پر ناممکن ہے۔ بلکہ زیادہ تر ایسا ہے کہ شریعت کسی چیز کے بارے میں اس لئے خاموش رہی کہ امت کی اکثریت اس کے حصول کی صلاحیت نہیں رکھتی اگرچہ کچھ افراد کے لئے اس کا حصول ممکن ہے۔

نسمہ: روح حقیقی اور بدن کے درمیان واسطہ:

روح کی حقیقت کے بارے میں سب سے پہلی بات جو حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ روح زندہ چیزوں میں زندگی کا مبداء ہے۔ روح پھونکنے سے ہی وہ زندہ ہیں اور اس کی جدائی سے ان کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد گہرے غور و فکر سے واضح ہوتا ہے کہ بدن میں ایک لطیف بخار ہے جو اخلاط کے جوہر سے دل میں پیدا ہوتا ہے، حساس ٹوٹی کا متحمل ہے، محرک ہے اور غذاء کی تدبیر کرتا ہے اور اس میں طب کا حکم جاری ہوتا ہے۔^(۲)

تجربہ واضح کرتا ہے کہ اس بخار کے رقیق یا گاڑھا ہونے اور اس کے صاف یا گدلا ہونے کا ثبوت اور ان سے پھوٹنے والے افعال پر خاص اثر پڑتا ہے۔ ہر عضو اور اس کے مناسب بخار کی پیدائش پر طاری ہونے والی آفت اس بخار کو فاسد اور اس کے افعال کو پراگندہ کرتی ہے۔ اس بخار کا اپنی فعال کیفیت میں ہونا حیات کا تقاضا کرتا ہے اور فعالیت سے معطلی، موت کا۔ (اسی بخار کو نسیم کہا جاتا ہے)

ظاہری نظر میں تو یہی بخار روح ہے۔ لیکن گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ روح کا نچلا درجہ ہے۔ اور بدن میں اس بخار کے سرایت کئے ہوئے ہونے کی مثال ایسے ہے جیسے گلاب کے پھول میں گلاب کا عرق اور انگارے میں آگ۔

جب مزید غور کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ نسیم حقیقی روح کی سواری ہے اور بدن سے روح حقیقی کے تعلق کا واسطہ ہے۔

اور اس کی وضاحت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ جوان اور بوڑھا ہوتا ہے، اس کے بدن کی اخلاط اور ان سے پیدا ہونے والی روح بھی ہزار سے زیادہ تبدیلیوں سے گذرتی ہے۔ یہ روح ہوائی (۳) کبھی بڑی ہوتی ہے، کبھی چھوٹی ہوتی ہے، کبھی سیاہ، کبھی سفید ہوتی ہے، کبھی جاہل ہوتی ہے، کبھی عالم، اور ان کے علاوہ دیگر کئی بدلنے والے اوصاف اختیار کرتی ہے جبکہ شخص ایک ہے۔

اگر اس پر کوئی اشکال ہو تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب تبدیلیاں ہوئیں مگر بچہ وہی ہے۔ یا ہم کہیں گے کہ بچہ کے باقی رہنے سے ان اوصاف کے اسی طرح رہنے کا ہمیں کوئی یقین نہیں ہے۔ بچہ رہے گا مگر اوصاف یہ نہیں ہوں گے۔

پس جو چیز ہر حال میں موجود ہے وہ نہ تو یہ روح ہوائی ہے اور نہ بدن، اور نہ ہی وہ ظاہری پہچان کی چیزیں ہیں اور بظاہر نظر آتی ہیں، بلکہ یہ روح حقیقی ہے جو درحقیقت ایک بسیط حقیقت اور نقطہ نورانیہ ہے جس کے انداز تبدیل ہونے والے اس نسیم کے اطوار سے مختلف ہے جس کے کچھ حصے جو ہر ہیں اور کچھ اعراض۔ روح حقیقی جیسے چھوٹے کے ساتھ ہے ویسے ہی بڑے کے ساتھ، جیسے سفید کے ساتھ ہے ویسے سیاہ کے ساتھ، اسی طرح باقی ساری مد مقابل کیفیتوں کا معاملہ ہے۔

روح حقیقی کا اولاً روح ہوائی کے ساتھ خاص تعلق ہے پھر بدن کے ساتھ تعلق ہے اس لحاظ سے کہ بدن روح ہوائی کی سواری ہے۔ روح حقیقی عالم قدس کی طرف سے ایک دریچہ ہے،

اسی سے نسّمہ پر وہ سب کچھ نازل ہوتا ہے جس کی اس میں استعداد ہوتی ہے۔ اوپر سے اترنے والے امور کا تغیر زمین کی استعداد کے فرق کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے سورج کی گرمی کپڑے کو سفید کرتی ہے مگر دھوبی کو سیاہ کرتی ہے۔

ہمارے ہاں یہ بات صحیح و جدان سے ثابت ہے کہ موت نسّمہ سے بدن کی جدائی کا نام ہے کیونکہ بدن اب اس کی تولید کے قابل نہیں رہا۔ موت نسّمہ سے روح الہی کی جدائی کا نام نہیں ہے۔ جب نسّمہ شدید بیماریوں میں مبتلا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت میں لازم ہوتا ہے کہ نسّمہ کی جتنی مقدار سے روح الہی کا ارتباط صحیح ہو سکتا ہے نسّمہ کی وہ مقدار باقی رہے۔ جیسے ہوا سے بھرے غبارے کو دبائیں تو ہوا ادھر ادھر اچھلتی ہے اور یہ عمل اس وقت تک ہوتا جب تک اس میں اتنی ہوا ہے جو اچھلنے کے قابل ہے۔ اور جب وہ اچھلنے کے قابل نہیں رہتی تو اسے دبایا بھی نہیں جاسکتا یا جب تک غبارہ پھٹ نہ جائے۔ اور یہ اس صلاحیت کی وجہ سے ہوتا ہے جو ہوا کی طبیعت سے پھوٹی ہے۔ اسی طرح نسّمہ کی بھی صلاحیت اور حد ہے، اس کا معاملہ اس صلاحیت اور اس حد سے آگے نہیں جاسکتا۔

موت نسّمہ کے لئے ایک نیا ارتقاء ہے:

جب انسان مرتا ہے تو نسّمہ کا ایک نیا ارتقاء ہوتا ہے، روح الہی کا فیض اس کی باقی ماندہ حس مشترک میں ایک قوت پیدا کرتا ہے جو عالم مثال کی مدد سے سماعت، بصارت اور گویائی کا کام دیتی ہے۔ یہ ایک ایسی قوت ہے جو مجرد محسوس کے درمیان ہے اور افلاک میں شئی واحد کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔

بعض دفعہ نسّمہ اس حالت میں عالم مثال کی مدد سے نورانی یا ظلمانی لباس کی استعداد پاتا ہے جس سے عالم برزخ کے عجائب پیدا ہوتے ہیں۔^(۴)

نفسِ صور کے وقت ایک نئے فیض کا اجراء ہوگا:

پھر جب صور میں پھونکا جائے گا، یعنی صور کو پیدا فرمانے والے کی طرف سے ایک عام فیض جاری ہوگا جیسے ابتداء تخلیق میں ہوا تھا۔ جس وقت جسموں میں روہیں پھونکی گئیں اور عالم موالید کی تاسیس ہوئی تھی۔ تب روح الہی کے فیض کے تقاضا سے یہ نسّمہ جسمانی لباس یا

عالم مثال اور عالم جسم کا درمیانی لباس پہنائے جائیں گے اور وہ سب کچھ واقع ہوگا جس کی خبر صادق و مصدوق علیہ افضل الصلوٰات وایمن التحیات نے دی ہے۔

مَلَکِیَّت اور بہیمیّت:

جب نسّمہ روح الہی اور زمینی بدن کے درمیان کی چیز ہے تو یہ لازم ہے کہ اس کا ایک پہلو ادھر ہو اور ایک ادھر، پس اس کا جو پہلو عالم قدس کی طرف مائل ہے وہ ملکیت (فرشتوں جیسا) ہے اور جو زمین کی طرف مائل ہے وہ بہیمیّت (حیوانوں جیسا) ہے۔

ہم روح کی حقیقت کے بارے میں انہیں مقدمات پر اکتفاء کرتے ہیں تاکہ اس علم سے اعلیٰ علم سے پردہ اٹھنے سے پہلے اس علم کی کچھ واقفیت حاصل کر کے اس پر جزئیات کو منطبق کیا جاسکے، واللہ اعلم۔

موت کی حقیقت

قرآن و سنت کی تصریحات کے مطابق عالم برزخ کے معاملات کے فہم کے لئے یہ ضروری ہے کہ موت کی حقیقت کا ادراک ہو اور موت کی حقیقت کا ادراک اس وقت ہو سکے گا جب باقی مخلوق کے مقابلہ میں انسان کی طبعی فضیلت پر نظر ہو اور روح و جسم کے تعلق کے بارے میں صحیح آگاہی حاصل ہو۔ اس لئے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عالم برزخ کی تفصیلات سے پہلے موت کی حقیقت سمجھائی ہے اور اس میں جمادات، نباتات، حیوانات اور انسان کی تخلیق و ترکیب کی نوعیتوں کا فرق سمجھایا ہے۔ (مترجم)

موالید میں سے ہر ایک نوع کی ایک الگ سواری ہے:

معدنیت، نباتیت، حیوانیت اور انسانیت میں سے ہر ایک کی ایک الگ سواری ہے جو دوسرے کی سواری سے مختلف ہے اور ہر ایک کا ایک الگ بنیادی وجوہی کمال ہے، اگرچہ بظاہر معاملہ ملتا جلتا نظر آتا ہے۔

عناصر اپنی چھوٹی سے چھوٹی جسامت کے ساتھ جب مختلف تعدادوں میں آپس میں ملتے ہیں تو ان سے دو اجزاء والے اجسام (Couplit) جیسے بخار، غبار، دھواں، کیچڑ، ہل چلائی ہوئی زمین، انگارہ اور شعلہ، تین اجزاء والے اجسام (Triplit) جیسے بدبودار مٹی، پانی کی سطح پر جمع ہونے والی کائی (Moss)، اور اسی طرح چار اجزاء والے اجسام (Quadruplit) وجود میں آتے ہیں۔

ان چیزوں کے خواص ہیں جو کہ ان کے اجزاء کے خواص سے مرکب ہیں، ان میں ان کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں ہوتی۔ انہیں فضائی کائنات (۵) کہا جاتا ہے۔

موالید میں سے ہر ایک کا ایک الگ مزاج ہے:

اب معدنی صورت آتی ہے اور اس مرکب کے کندھے پر بیٹھتی ہے، اسے اپنی سواری بناتی ہے اور ایک نوع کے خواص کی مالک ہو کر اس کے مزاج کی حفاظت کرتی ہے۔ اس کے بعد نباتیت آ کر اس محفوظ مزاج والے جسم کو اپنی سواری بناتی ہے اور ارکان کے اجزاء اور فضائی کائنات کو اپنے مزاج کی طرف بدلنے والی قوت بن جاتی ہے تاکہ یہ نباتیت بالفعل اپنے متوقع کمال کی طرف جائے۔ پھر حیوانیت آتی ہے اور غذاء و نمو کی صلاحیتوں کی حامل روح ہوائی (۵) کو اپنی سواری بناتی ہے۔ اور اس کے اطراف میں جس و ارادے کا تصرف نافذ کرتی ہے تاکہ یہ اپنے مرغوب کی طرف پیش قدمی کر سکے اور مضر سے بچ سکے۔ پھر انسانیت آتی ہے اور وہ بدن میں تصرف کرنے والے نسیم کو اپنی سواری بنا کر اخلاق کا قصد کرتی ہے جو سب پیش قدمیوں اور پس پائیوں کی اصل ہیں۔ پس وہ اپنے اخلاق کو مزین و منظم کر کے اسے عالم بالا سے حاصل ہونے والی ہدایات و تعلیمات کی جلوہ گاہ بناتا ہے۔

پس اجزاء و ارکان کا یہ معاملہ اگرچہ بظاہر مشتبہ ہے مگر گہری نظر ہر اثر کو اس کے منبع سے ملاتی ہے اور ہر صورت کو اپنی سواری کے ساتھ الگ کرتی ہے۔

ہر صورت کا ایک الگ مادہ ہے:

ہر صورت کے لئے مادہ کا ہونا ضروری ہے جس کے ذریعے وہ قائم ہو اور ہر صورت کا مادہ وہی ہوتا ہے جو اس کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو۔ صورت کی مثال ایسے ہے جیسے موم میں بنائی جانے والی انسانی شکل۔ اس شکل کے لئے موم کے بغیر قائم ہونا ممکن نہیں ہے۔

موت: نفس ناطقہ اور مادہ کی جدائی کا نام نہیں ہے:

جو کہتا ہے کہ موت کے وقت انسان کا نفس ناطقہ (۶) مادہ کو بالکل چھوڑ دیتا ہے وہ غلط کہتا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ ایک نفس ناطقہ کا مادہ بالذات ہے اور وہ نسیم ہے۔ اور ایک بالعرض ہے اور وہ جسم ارضی ہے۔ جب انسان مرتا ہے تو مادہ ارضیہ کا زوال اس کی ذات کو نقصان نہیں

پہنچاتا کیونکہ وہ مادہ نسمہ میں حلول کی صورت میں باقی ہے۔ جیسے ایک ماہر کاتب جس کے دل و دماغ میں کتابت کافن رچا بسا ہوا ہے اگر اس کے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں تب بھی اس میں اس کا فن اسی طرح موجود ہے۔ اسی طرح جو آدمی چلنے کا خواہش مند ہے اس کے دونوں پاؤں کاٹ دیئے جائیں تب بھی وہ باطنی صلاحیت اس میں موجود رہتی ہے۔ اور سننے دیکھنے والے آدمی کے کان اور آنکھیں ضائع کر دی جائیں تب بھی اس کی اصل صلاحیت بحالہ موجود رہتی ہے۔

بیدار مغز اور غافل لوگوں کا فرق:

اعمال و بیانات کی ایک قسم وہ ہے جسے انسان اپنے دل کے تقاضے سے اپناتا ہے۔ اگر اسے آزاد چھوڑ دیا جائے تو اس کا دل اسے انہیں کی طرف لے جائے گا اور اس کے خلاف کرنے سے بعض رکھے گا۔ بعض اعمال و بیانات وہ ہیں جنہیں انسان دوسروں کی موافقت میں یا کسی اور خارجی عارض بھوک پیاس وغیرہ کی وجہ سے اختیار کرتا ہے جب وہ عارض ختم ہو جاتا ہے تو داعیہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی آدمی لوگوں کی موافقت میں کوئی لباس پہنتا ہے لیکن اگر وہ اس موافقت کی قید سے آزاد ہو اور وہ لباس بدل ڈالے تو اس کے دل میں کوئی ملال نہیں آتا۔ کوئی انسان کسی لباس کو پسند کرتا ہے اگر اسے آزادی دی جائے تو وہ اسے اتارنا پسند نہ کرے۔

بعض انسان بیدار مغز و روشن طبع ہوتے ہیں وہ کثرتوں میں اس چیز کو پہچانتے ہیں جو سب کی جامع ہے اس لئے ان کا دل علت سے وابستہ ہوتا ہے معلولات کے ساتھ نہیں، وہ صلاحیت کو لیتے ہیں افاغیل کو نہیں۔ کوئی انسان غافل طبع ہوتا ہے جو وحدۃ کو چھوڑ کر کثرت میں لگن رہتا ہے، ملکات کو چھوڑ کر افاغیل میں اور روح کو چھوڑ کر شکلوں میں مست ہوتا ہے۔

موت کے بعد نفس کا نسمہ سے صحیح تعلق بنتا ہے:

جب انسان مرتا ہے تو اس کا جسدِ ارضی خراب ہو جاتا ہے اور اس کا نفس ناطقہ نسمہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور اب وہ اس کے ساتھ اس تعلق میں پوری طرح لگن ہوتا ہے کیونکہ اب وہ ساری چیزیں اس سے الگ ہو گئی ہیں جو قلبی داعیہ کے بغیر دنیاوی ضرورت کے لئے اس کے ساتھ وابستہ تھیں۔ اب اس میں وہ کچھ باقی رہ گیا ہے جو نفس اپنے جوہر کے اندر رکھتا تھا۔ اب ملکیت غالب آتی ہے اور بہیمیت کمزور ہوتی ہے۔ اس پر حظیرۃ القدس کے یقین اور وہاں کی باقی چیزوں کا نزول ہوتا ہے اور ملکیت کو تکلیف یا راحت پہنچتی ہے۔

مملکت و بہیمیت کے باہمی تعلق کا اصل نفع و نقصان:

ملکیت جب بہیمیت میں اترتی ہے اور اس سے ملتی ہے تو وہ ضرور اس کا اثر قبول کرتی ہے اور اس تعلق کا اصل و کامل نقصان یہ ہے کہ اس میں انجام کے لحاظ سے قابل نفرت صورتیں بیٹھ جائیں اور اصل و کامل فائدہ کی چیز یہ ہے کہ اس میں انجام کی صورت حال سے مناسبت رکھنے والی صورتیں جم جائیں۔ قابل نفرت صورتوں میں سے یہ ہے کہ مال اور عیال سے ایسا دلی تعلق ہو جائے کہ ان سے آگے کے مطلوب کا اسے کوئی یقین ہی نہ رہے اور اسی طرح کی گھٹیا باتیں اس کے دل میں جم جائیں جو اسے شرافت کا متضاد بنا دیں۔ اسی طرح وہ باطنی ناپاکیوں سے ملوث ہو کر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اپنی بڑائی جتلائے نہ اس کی معرفت پائے اور نہ ہی اس کے آگے جھکے۔ اس طرح دوسری تلویثات جو اس کی باطنی حالت کو احسان کا دم مقابل بنا دیں۔ اسی طرح حق کی نصرت و تعظیم کے لئے حظیرۃ القدس کی توجہ، انبیاء کی کوشش اور صالح نظام کے قیام کے مقابلے پر آکر ان کی دشمنی اور لعنت کا مستحق بنے۔

انجام کے حالات کے موافق صورتوں میں سے یہ ہے کہ ایسے اعمال کرے جو طہارت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خشوع خضوع کی علامت ہوں، فرشتوں کے حالات یاد دلانے والے ہوں اور ایسے عقائد اپنائے جو دنیا کی زندگی پر اطمینان پیدا نہ ہونے دیں، ایسا سماعت و نرمی والا بن جائے کہ ملا اعلیٰ کی دعائیں اور صالح نظام کے قیام کے لئے ان کی توجہات اس کی طرف مائل ہوں۔ واللہ اعلم

عالم برزخ میں لوگوں کے حالات کا مختلف ہونا

برزخ کے جہان میں لوگوں کے کئی طبقات ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا لیکن وہاں کے لحاظ سے لوگوں کی چار بڑی قسمیں ہیں۔

بیدار قلب والے لوگ:

(۱) ایک وہ گروہ ہے جو بیدار قلب ہے۔ یہ لوگ پیچھے بیان کی جانے والی عالم برزخ کی قابل نفرت و مرغوب صورتوں سے عذاب بھی پائیں گے اور انعام بھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی قسم کی طرف اشارہ ہوا ہے: **أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ لِّحَسْرَتِي عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ السَّخِرِينَ** ﴿۵۶﴾ [سورۃ الزمر: ۵۶] (کبھی کوئی جان یوں کہنے لگے کہ ہائے میری حسرت اس چیز پر جو میں نے اللہ کے بارے میں تقصیر کی، اور بے شک بات یہ ہے کہ میں مذاق بنانے والوں میں سے تھا)

میں نے اہل اللہ کی جماعت کو اس طرح پایا ہے کہ ان کے نفوس ساکن پانی سے بھرے ہوئے حوض کی طرح ہیں، جسے ہوائیں ادھر ادھر نہیں کر سکیں لیکن جب دوپہر کے وقت ان پر سورج کی کرن پڑی تو وہ نور کے ٹکڑے کی طرح ہو گئے، اور یہ نور یا تو پسندیدہ اعمال کا نور ہے یا دداشت (۷) کا نور ہے یا رحمت کا نور ہے۔

وہ لوگ جن کے قلب طبعی طور پر نیند میں ہیں:

(۲) ایک قسم وہ ہے جو اس صنف سے قریب کی صلاحیت رکھتی ہے۔ دل کے بیدار نہیں بلکہ طبعی طور پر ان پر ایک طرح کی نیند طاری ہے۔ انہیں وہاں روایا کا سامنا ہوتا ہے۔ وہاں کے روایا کا معنی ہے جس مشترک (۸) میں جمع شدہ علوم کا حضور جو بیداری کو قابو رکھنے والے ہوتے ہیں اور

استغراق اور خیالات کی طرح کے بھول جانے سے مانع بنتے ہیں۔ پس جب ایسا آدمی موت کی نیند سوتا ہے تو اسے اس بات کا یقین ہوتا کہ پیش آنے والا معاملہ نظر آنے والی صورتوں کا عین ہے۔ بعض دفعہ ایک صفراوی مزاج کا آدمی دیکھتا ہے کہ وہ خشک درختوں کے ایک جھنڈ میں ہے دن بہت گرم اور سخت لو والا ہے۔ اچانک اسے چاروں طرف سے آگ گھیر لیتی ہے اور وہ بھاگتا ہے مگر کوئی راستہ نہیں پاتا بالآخر آگ اسے جلاتی ہے اور وہ سخت تکلیف اٹھاتا ہے۔

بلغمی مزاج کا آدمی دیکھتا ہے کہ وہ شدید سردرات میں ٹھنڈے پانی والی نہر میں ہے برف جیسی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ اس کی کشتی کو موجیں گھیر لیتی ہیں اور وہ بھاگنے کی کوشش کرتا ہے مگر کوئی راستہ نہیں ملتا اور غرق ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال میں اسے سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے۔ اگر آپ لوگوں کے بارے میں تحقیق و تفتیش کریں تو ہر ایک آدمی ایسا ملے گا جسے راحت و تکلیف پہنچانے والی ایسی صورتوں کا تجربہ ہو چکا ہوگا جو حوادث اور دیکھنے والے نفس کے مناسب تھیں۔

عالم برزخ کے اس رویا میں مبتلا شخص قیامت کے دن تک اس سے باہر نہیں آئے گا۔ اور اسے یہ بھی علم نہیں کہ یہ معاملات خارج میں وجود نہیں رکھتے اور یہ رنج و راحت عالم خارجی میں نہیں ہے۔ اگر بیداری نہ ہو تو یہ راز کبھی نہ کھلے۔ لہذا عالم برزخ کا نام اگر عالم خارجی رکھا جائے تو یہ عالم رویا کہنے سے زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

بعض دفعہ ایک درندہ صفت آدمی دیکھتا ہے کہ درندہ اسے نوچ رہا ہے۔ بخیل آدمی دیکھتا ہے کہ سانپ پچھوا سے ڈس رہے ہیں۔

آسمانی دین کا نزول عالم برزخ میں دو فرشتوں کی شکل میں سامنے آتا ہے جو پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟، تیرا دین کیا ہے؟ اور جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

وہ لوگ جن کی ملکیت بہیمیت کے تابع نہ ہوئی:

(۳) ایک قسم وہ ہے جن کی بہیمیت اور ملکیت دونوں کمزور ہیں اور وہ جبلی اسباب کی وجہ سے نچلے درجے کے فرشتوں کے ساتھ جاملتے ہیں کہ ان کی ملکیت کا بہیمیت سے بہت کم تعلق ہے

کہ نہ تو وہ اس کے تابع ہے اور نہ متاثر۔ یا کسی اسباب کی وجہ سے ان کا تعلق نچلے درجہ کے فرشتوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ ان کے نفوس قلبی داعیہ کے تحت طہارات سے وابستہ رہے اور اپنے نفوس کو الہامات اور ملکی نور کے قابل بنایا۔

جیسے بعض دفعہ کوئی انسان مرد پیدا ہوتا ہے مگر اس کا مزاج مخنث والا ہوتا ہے اور اس کی طبیعت میں نسوانی ہیئت کی طرف میلان ہوتا ہے۔ لیکن بچپن میں اسے مردانہ وزنانہ خواہشات کی پہچان نہیں ہوتی۔ اس عمر میں اس کے لئے کھانا، پینا اور کھیل کود کی محبت اہم چیزیں ہوتی ہیں۔ اس وقت اسے مردوں کے حال میں رکھا جاتا ہے اور عورتوں کی خصلتوں سے روکا جاتا ہے تو وہ اسی طرح عمل کرتا ہے۔ لیکن جب وہ جوان ہو جاتا ہے اور اپنی مخنثانہ طبیعت کی طرف مائل ہوتا ہے تو وہ عورتوں کی وضع قطع اور ان کی عادتیں اختیار کرنے میں مستقل و پختہ ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس میں بے حیائی کے کام اور عورتوں والی حرکتیں اور باتیں غالب آ جاتی ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عورتوں والے نام سے منسوب کرتا ہے اور مردوں سے بالکل خارج ہو جاتا ہے۔

اسی طرح انسان کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی میں کھانے، پینے، شادی وغیرہ طبعی ورسمی تقاضوں میں مشغول ہوتا ہے لیکن اس کی صلاحیت دنیا کے قریب رہنے والے فرشتوں کی صلاحیت کے قریب ہوتی ہے اور ان کی طرف اس کا میلان بہت مضبوط ہوتا ہے۔ جب موت آتی ہے تو دنیا کی چیزوں سے اس کا تعلق ختم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے مزاج کی طرف لوٹ کر ملاء سافلہ سے جا ملتا ہے اور انہیں میں سے ایک ہو جاتا ہے۔ اسے انہیں کے الہام کی طرح الہام کیا جاتا ہے اور جو کام وہ کرتے ہیں یہ بھی کرتا ہے چنانچہ حدیث پاک میں ہے ”میں نے جعفر بن ابی طالب کو دیکھا کہ وہ فرشتہ بن کر اپنے دو پروں کے ساتھ جنت میں دوسرے فرشتوں کی معیت میں اڑ رہا ہے“ (۹)

کبھی اس صنف کے لوگ عالم برزخ میں اعلائے کلمۃ اللہ اور جماعت حقہ کی مدد میں مشغول ہوتے ہیں۔ کبھی ابن آدم کے ساتھ ان کا خیر کی طرف راہنمائی کا تعلق قائم ہوتا ہے۔ کبھی ان میں کسی کو اپنی اصل جبلت کے تحت جسمانی صورت میں آنے کا شوق ہوتا ہے اور ان کا یہ شوق عالم مثال کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور وہاں سے ایک قوت ان کے ہوائی نسیم کے ساتھ شامل ہو کر نورانی جسم کی شکل اختیار کرتی ہے۔ کبھی کسی کو کسی خاص کھانے وغیرہ کا شوق ہوتا ہے تو ان کی

خواہش کے پورے ہونے میں ان کی مدد کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اسی طرف اشارہ ہے: **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۹﴾** فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴿۱۷۰﴾ [سورة آل عمران: ۱۶۹، ۱۷۰] (اور ہرگز گمان نہ کرو ان لوگوں کے بارے میں جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پاتے ہیں وہ خوش ہیں اس سے جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمایا)

ایک گروہ اس قسم کے مد مقابل ہے جو جبلی طور پر شیاطین کے قریب صلاحیت رکھتا ہے کہ ان کا مزاج فاسد ہے جو حق کے خلاف رائے اختیار کرنے کا تقاضا کرتا ہے، رائے کلی سے متنفر ہے اور مکارم اخلاق سے بہت دور ہے۔ یا اپنے کسب و عمل کی وجہ سے شیاطین کے قریب ہے کہ ان کے نفسوں نے اپنے آپ کو گندی ہیئتوں میں ملوث رکھا، فاسد نظریے اپنائے، شیاطین کے وسوسوں کی تابعداری کی اور لعنت میں گھرے رہے۔ یہ جب مرے تو شیطانوں سے جا ملے، انہیں ظلمانی لباس پہنایا گیا اور انہیں کئی وہی صورتیں پیش آئیں جو انہوں نے دنیا میں اپنی گندی عادتیں پوری کرنے کے لئے اختیار کی تھیں۔

پہلی قسم جو ملائکہ کے قریب ہے اسے دلی فرحت سے لطف اندوز کیا جاتا ہے اور ان کے مد مقابل قسم کو تنگی و غم سے عذاب دیا جاتا ہے جیسے مخنث یہ جانتا ہے کہ مخنث ہونا انسان کی بہت بری حالت ہے مگر وہ اس سے جان نہیں چھڑا سکتا۔

وہ لوگ جن کی بہیمیت طاقتور رہی:

(۴) ایک قسم وہ لوگ ہیں جن کی ملکیت و بہیمیت آپس میں مصالحت (۱۰) کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان کی بہیمیت طاقتور ہے اور ملکیت کمزور ہے۔ لوگوں کی زیادہ تعداد اسی قسم میں سے ہے۔ ان کے اکثر معاملات صورتہ حیوانیہ کے تابع ہوتے ہیں جو کہ بدن میں تصرف کرتی ہے اور اسی میں غرق ہے۔ ان کی موت کلی طور پر بدن سے نفوس کی جدائی نہیں ہوتی بلکہ تدبیر کے لحاظ سے جدائی ہوتی ہے خیال کے لحاظ سے نہیں ہوتی۔ انہیں اس بات کا پختہ علم ہوتا ہے کہ برزخ کے معاملات ان کے جسد کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ اگر ان کے جسد کے ساتھ بدسلوکی کی جائے یا اسے کاٹا جائے تو انہیں یقین ہوتا ہے کہ یہ سب انہیں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اور ان کی علامت یہ ہے کہ

وہ اپنے دل کی گہرائی سے کہتے ہیں کہ ان کی رو میں ان کے جسموں کو عین ہیں یا عرض ہیں جو ان پر طاری ہیں اگرچہ ان کی زبانیں کسی کی تقلید میں یا رسمی طور پر اس کے خلاف کیوں نہ کہہ رہی ہوں۔ جب ان پر موت آتی ہے تو ان پر کمزور روشنی چمکتی ہے اور ہلکے پھلکے خیالات نظر آتے ہیں جیسے اس دنیا میں اہل ریاضت کو نظر آتے ہیں۔ اور معاملات کبھی خیالی صورتوں کی شکل میں آتے ہیں کبھی خارجی صورتوں کی شکل میں جیسا کہ اہل ریاضت کو پیش آتا ہے۔ اگر بندہ ملکی اعمال کرنے والا ہوتا ہے تو عالم برزخ کی مناسبت خوب صورت فرشتوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے، جن کے ہاتھوں میں ریشم ہوتا ہے، اور وہ نرمی و محبت سے پیش آتے ہیں، جنت کا دروازہ کھلتا ہے وہاں کی خوش بوئیں آتی ہیں۔ اور اگر بندہ ایسے اعمال والا ہوتا ہے جو ملکیت کے لئے قابل نفرت ہیں یا لعنت لانے والے ہیں تو یہ سیاہ و فرشتوں کی شکل میں سامنے آتے ہیں، جو سخت و تند لہجے سے بات کرتے ہیں، وحشتناک کیفیتوں سے پیش آتے ہیں جیسے غصہ و غضب درندے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور بز دلی لومڑی کی شکل میں۔

بتلاء شخص یہ سب کچھ واضح طور پر بھگت رہا ہوتا ہے اگرچہ دوسرے لوگ اسے

نہیں دیکھتے۔

حواشی و حوالہ جات

(۱) رواہ البخاری، کتاب العلم، حدیث: ۱۲۵۔

اعمش: یہ مشہور تابعی سلیمان بن مہران اسدی ہیں۔ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۲۸ھ میں وفات ہوئی۔ کوفہ میں پلے بڑھے اور وہیں وفات پائی۔ قرآن، حدیث اور فرائض کے بڑے عالم تھے۔ علامہ ذہبی کہتے اعمش علم نافع اور عمل صالح کے حوالہ سے سرخیل تھے۔

(۲) نسمہ: [۱] پاکیزہ روح جو عناصر کے لطیف بخار کے کئی ہضموں کے بعد پیدا ہوتی ہے اور غذاء لینے، نشوونما پانے اور ادراک کی صلاحیتوں کی حامل بنتی ہے۔ اسے ہم نسمہ، روح طبعی اور بدن ہوائی کہتے ہیں۔ اور یہ گوشت و ہڈی میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح انگارے میں آگ یا گلاب میں عرقِ گلاب سرایت کئے ہوئے ہے۔ بدن کے ساتھ روح کا تعلق اسی جزو کی وجہ سے واقع ہوا ہے۔۔۔۔۔ اس لطیف بخار کا اصلی مرکز دل و دماغ اور جگر ہے۔ اور یہ خون کے جوش سے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اس میں طب کی تدبیر جاری ہے۔۔۔۔۔ جب دل سے یہ تعلق منقطع ہو جاتا ہے تو اسے موت کہتے ہیں اور موت سے اس کا تعلق ایسے ہے جیسے ایک درخت کو جب جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں تو اس کا زمین سے غذا حاصل کرنے اور حاصل شدہ میں تبدیلی لانے کا نظام تباہ ہو جاتا ہے لیکن درخت کی لکڑی کے وجود کے خاتمہ کے لئے ایک مدت درکار ہوتی ہے۔ اس طرح سے انسان کی موت کے بعد نفس ناطقہ کا اس لطیف بخار کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے اور لطیف بخار مادی جسم کی صورت پر قائم رہتا ہے آہستہ آہستہ اس کے بعض اجزاء بکھرتے ہیں۔ (الطاف القدس از امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

[۲] بدن میں بدن ہی کی شکل پر سرایت رکھنے والا ایک بخاراتی جسم ہے جو غذاء کی صفاوت سے پیدا ہوتا ہے جیسے پانی برتن کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ جسم ان بخارات کی طرح کا نہیں ہے جو فضاء میں بکھرے ہوئے ہیں بلکہ اس کی ایک ٹھوس صورت ہے جس نے اس کے

انتشار اور افتراق کو اکٹھا کر کے قابو کیا ہوا ہے۔ اس صورت کا نام نفس ناطقہ ہے جس کا بنیادی اور ذاتی اعتماد اسی بخاراتی جسم پر ہے اور یہی نفس کے قوی کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مادی جسم سے نفس کے علیحدہ ہو جانے کے باوجود نفس کے قوی یعنی سننے، دیکھنے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے عبقات شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ الاشارة الاجمالية الى مراتب کمال النفس، عقبہ ۳)

(۳) روح ہوائی: روح ہوائی اور روح حیوانی نسوہ ہی کے مختلف نام ہیں۔ نسوہ کی وضاحت حاشیہ نمبر ۲ میں گذر چکی ہے۔ اس سے اوپر روح حقیقی ہے جسے روح ربانی، روح الہی، روح القدسی، روح الفوقانی، روح اعلیٰ، نفس ناطقہ اور نفس کہا جاتا ہے۔

(۴) جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ شہیدوں کی روہیں سبز پرندوں کی شکلوں میں ہوتی ہیں۔ مشکوٰۃ حدیث: ۳۸۰۴۔ یہ سبز پرندے نورانی لباس ہے۔ اسی طرح خبیث لوگوں کی روہیں عالم مثال کی مدد سے ظلمانی لباس پہنتی ہیں۔ عجائب پیدا ہوتے ہیں جیسے بعض ارواح لوگوں کے سامنے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں۔ (امام عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ)

(۵) یعنی عناصر سے پیدا ہونے والی ایسی چیزیں جن کا کوئی مزاج نہیں ہے۔

(۶) نفس ناطقہ: روح کا دوسرا جزو نفس ناطقہ ہے اسے بھی سمجھنا چاہئے۔ جب ہم گٹھلی کو زمین میں لگاتے ہیں اور پانی، مٹی اور ہوا کے لطیف اجزاء اسے گھیر لیتے ہیں تو وہ گٹھلی اس قوت کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ نے اس میں ودیعت رکھی ہے، لطیف اجزاء کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور انہیں دوسری صورت میں بدل کر اسے اپنے جسم کی افزائش کے لئے ایک خاص انداز و معین نظام کے ساتھ استعمال کرتی ہے تو اس کے پتی اور شاخ پیدا ہوتی ہیں اور آہستہ آہستہ پھول، پھل، پتے اور ٹہنیاں بنتی ہیں۔ آخر میں کمزور ہوتے ہوتے ختم ہو جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہر گٹھلی کا یہ عمل الگ نوع کا ہے اور ہر درخت کا نظام دوسرے سے مختلف ہے تو عقل اس نفس کی تلاش لے لئے مجبور ہوتی ہے جس میں یہ سب صلاحیتیں مضمحل ہیں۔ اسی طرح مرکبات ارضیہ جب اپنی حد کو پہنچتے ہیں کہ مادہ تولید اور خون جب رحم مادر میں جمع ہوتے ہیں اور والدہ کا نفس اس میں تدبیر کرتا ہے یا یہ کہ دل، دماغ اور جگر ظاہر ہوتے ہیں اور اس میں روح ہوائی پھونکی جاتی ہے تو دونوں صورتوں میں جب ظہور ہوتا ہے اور یہ اجزاء اور صورت اختیار کرتے ہیں تو پہلی تدبیر کے بعد ہر

دفعہ نئی صورت بنتی ہے اور اس کے احکام الگ ہوتے ہیں۔ جس نفس سے الگ الگ صورتیں پیدا ہوتی ہیں اسے نفس حیوانی کہتے ہیں۔ اسی طرح ایک نفس ہے جو انسانی نظام کا تقاضا کرتا ہے اور اس سے انسانی خواص رائے کلی اور لطائف خمسہ اپنی پوری تفصیل کے ساتھ پھوٹتے ہیں، اسے نفس ناطقہ کہتے ہیں۔ اور یہ نفس ناطقہ اور اس کے علاوہ جو بھی نفس ہے وہ نفس کلیہ کے دریا کا ایک بلبلہ اور اس کی موجوں سے ایک موج ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے الطاف القدس از امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

(۷) یادداشت سے مراد واجب الوجود کی حقیقت کی طرف کی جانے والی وہ توجہ ہے جو عبارت و تخیلات سے ماوراء ہوتی ہے۔ حق یہ ہے کہ یہ توجہ قائم نہیں ہوتی مگر فناء تام اور بقاء محیط کے بعد۔ (القول الجلیل از امام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ص: ۶۱)

(۸) حس مشترک وہ باطنی حاسہ ہے جو دماغ کے پہلے خانہ میں اس طرح جوڑا گیا ہوتا ہے کہ یہ حواس ظاہرہ میں منعکس ہونے والی صورتوں کو ضبط کرتا ہے۔ حواس خمسہ ظاہرہ اس کے لئے جاسوس کا کام کرتے ہیں۔ نفس اسی حاسہ سے صورتیں وصول کرتا ہے اور پھر ان کو پہچانتا ہے۔ اسے حس مشترک اس لئے کہتے ہیں کہ حواس خمسہ اس کی خدمت کرنے میں مشترک ہیں۔ (دستور العلماء: ۲: ۴۰)

(۹) مشکوٰۃ المصابیح: ۶۱۵۳، باب مناقب اہل البیت۔ ورواہ الترمذی۔

(۱۰) حجۃ اللہ البالغہ میں بحث اول کے نویں باب میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انسانوں کے اس جبلی اختلاف کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے جس کی وجہ سے ان کے اخلاق، اعمال اور کمال کے مراتب میں فرق ہوتا ہے۔ اسی باب میں ایک قسم ایسے لوگوں کی بھی بیان ہوئی ہے جنہیں اہل اصطلاح کہا گیا ہے۔ یہ وہی ہیں جن کی ملکیت و بہیمیت ملی جلی ہوتی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

کتاب کے متن کی سند

جس مخطوطہ سے یہ کتاب طبع کی گئی ہے اس کے شروع میں صاحب مخطوطہ نے اس کی سند بھی تحریر کی ہے۔ کہ میں نے یہ کتاب کس شیخ سے پڑھی اور ان سے اوپر کا سلسلہ کیا ہے۔

اس سند سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخطوطہ بغداد کے معروف محدث حسن بن عبد اللہ بن البنا کے شاگردوں کے شاگرد کا لکھا ہوا ہے۔ جن کی پیدائش ۳۹۶ھ میں ہوئی اور وفات ۴۷۱ھ میں۔ حسن بن عبد اللہ سے دو طبقہ اوپر تک سند موجود ہے۔ آخری شیخ ابو علی حسین بن صفوان برزعی ہیں جن کے حلقہ درس و تدریس میں یہ کتاب اس سند کے مطابق میونخ میں موجود مخطوط نسخہ کے مطابق ۳۲۹ھ میں پڑھی گئی اور حلب میں موجود نسخہ احمدیہ کے مطابق ۳۳۹ھ میں۔

حَدَّثَنَا الشَّيْخُ الْإِمَامُ الْأَمِينُ تَقِيُّ الدِّينِ أَحْمَدُ بْنُ حَمْرَةَ
بْنِ عَلِيٍّ بْنِ الْحَسَنِ السَّلْمِيِّ الدِّمَشْقِيِّ قِرَاءَةً عَلَيْهِ فِي جَامِعِ
دِمَشْقَ حَرَسَهَا اللَّهُ تَعَالَى بِتَارِيخٍ.....

قَالَ أَخْبَرَنَا الشَّيْخَانِ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ يَحْيَى وَأَبُو غَالِبٍ أَحْمَدُ

ابن ابی علی الحسن بن عبد اللہ بن البنا فی کتابیہما۔
 وَاخْبَرَنَا الشَّيْخُ الْإِمَامُ أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ
 عَبْدِ الْعَزِيزِ الْمَكِّيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَا: أَخْبَرَنَا وَالِدُنَا
 الشَّيْخُ الْإِمَامُ أَبُو عَلِيٍّ الْحَسَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 الْبَنَّا قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ
 بَشْرَانَ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ صَفْوَانَ الْبَرْذَعِيُّ
 قِرَاءَةً عَلَيْهِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ مِنْ سَنَةِ تِسْعٍ وَعِشْرِينَ وَثَلَاثِينَ
 قَالَ:

شیخ امام امین تقی الدین احمد بن حمزہ بن علی بن حسن سلمی دمشق نے بتاریخ
 جامع مسجد دمشق اللہ تعالیٰ اسے اپنی حفاظت میں رکھیں میں قراءۃ
 علیہ کے انداز میں ہمیں بیان کیا.....

انہوں نے فرمایا کہ: ابو علی حسن بن عبد اللہ بن البنا کے دو صاحبزادوں
 ابو عبد اللہ یحییٰ اور غالب احمد نے اپنی اپنی کتاب میں خبر دی۔ اور ہمیں شیخ
 امام ابو العباس احمد بن محمد بن عبد العزیز مکی رضی اللہ عنہ نے بھی خبر دی۔

یحییٰ اور احمد نے کہا: ہمیں اپنے والد، شیخ، امام ابو علی حسن بن احمد بن عبد
 اللہ بن البنا نے خبر دی۔ انہوں نے کہا: ہمیں ابو الحسین علی بن محمد بن عبد
 اللہ بن بشران نے خبر دی۔ اس نے کہا: ہمیں ابو علی حسین بن صفوان
 برزعی نے ذی قعدۃ ۳۲۹ھ میں قراءۃ علیہ کے انداز میں خبر دی

برزخی حالات پر مشتمل وہ واقعات جو قرآنی آیات
و تصریحات کی تفسیر و توضیح سے متعلق ہیں!

۱۔ آل فرعون کی روحمیں:

أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ [سورة المؤمن: ۴۶]
”آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔“

۲۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا مرکز زندہ ہونا:

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ۗ

[سورة الاعراف: ۵۶]

”اور موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وقت معین کے لیے چن لیے“

۳۔ مرکز زندہ ہونے والی ایک پوری قوم:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَّ
الْمُوتِ ﴿۲۴۳﴾ [البقرة: ۲۴۳]

”تو نے ایسے لوگوں کو دیکھا جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے
اور وہ تعداد میں ہزاروں تھے۔“

۴۔ سو سال کی موت کے بعد اپنے زندہ ہونے کا مشاہدہ:

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا، قَالَ أَتَى
يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا، فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ط

[سورة البقرة: ۲۵۹]

”یا اس شخص کی طرح سے جو گزرا ایک بستی پر اور وہ اس حال میں تھی کہ چھتوں پر اس کی دیواریں گری پڑی تھی، یہ شخص کہنے لگا کہ اللہ کیونکر زندہ فرمائے گا اس بستی کو اس کی موت کے بعد، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو سو سال تک مردہ رکھا پھر اسے اٹھا دیا۔“

۵۔ اولاد بوڑھی مگر باپ نوجوان:

وَلَنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ [سورة البقرة: ۲۵۹]

”اور تا کہ ہم تجھے نشانی بنادیں لوگوں کے لیے۔“

۶۔ بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا (گائے والا واقعہ)

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ط [سورة البقرة: ۶۷]

”بے شک اللہ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم ایک بیل ذبح کرو۔“

۷۔ چار پرندوں کا مرنے اور کٹنے کے بعد زندہ ہونا:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى ط [سورة البقرة: ۲۶۰]

”اور جب کہا ابراہیم نے کہ اے میرے رب آپ مجھے دکھا دیجیے کہ

مردوں کو کس طرح زندہ فرماتے ہیں۔“

۱۔ آل فرعون کی روحمیں:

اوزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عسقلان کے علاقہ میں سمندر کے کنارے ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے ابو عمرو! ہم دیکھتے ہیں کہ سیاہ رنگ کے پرندے سمندر سے نکلتے ہیں، جو شام کے وقت سفید ہو جاتے ہیں؟

تو اوزاعی نے کہا: تم نے ان میں غور کیا ہے یہ معاملہ ایسا ہی ہے؟ انہوں نے کہا

ہاں۔ فرمایا:

یہ وہ پرندے ہیں جن کے اندر آل فرعون کی روحمیں ہیں، انہیں آگ پر پیش کیا جاتا ہے جو انہیں جھلسا کر ان کے پر سیاہ کر دیتی ہے۔ پھر ان کے یہ پر گر جاتے ہیں اور یہ اپنے گھونسلوں کی طرف لوٹتے ہیں تو پھر جہنم کی آگ انہیں جھلسا کر سیاہ کر دیتی ہے۔ قیام قیامت تک ان کے ساتھ ایسا ہوتا رہے گا، جب قیامت قائم ہوگی تو ان سے کہا جائے گا **اَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ** ﴿سورۃ المؤمن: ۴۶﴾ ”اے فرعون والو سخت ترین عذاب میں داخل ہو جاؤ۔“

نوٹ: یہ واقعہ طبری نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے مگر اس کی سند میں ضعف ہے۔ یہاں علامہ ابن ابی الدنیا اور اوزاعی کے درمیان حماد کا واسطہ ہے اور حماد کو محدثین روایت کے لحاظ سے کمزور بتاتے ہیں۔ دیکھئے لسان المیزان ۲/۳۵۳۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کا مرکز زندہ ہونا:

عمر بن سلیم مدنی کہتے ہیں میں نے محمد بن کعب قرظی کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: **وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا** [سورۃ الاعراف: ۵۶] ”اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے ستر آدمی منتخب کئے“ کی تفسیر میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ستر نیک آدمی چنے اور انہیں لے کر روانہ وہ گئے۔ انہوں نے پوچھا آپ ہمیں کہاں لئے جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: میں تمہیں اپنے پروردگار کے پاس لئے جا رہا ہوں، اس نے مجھ پر تورات اتارنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان منتخب آدمیوں نے کہا ہم توراہ پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک رب کو دیکھ نہ لیں گے۔ تو ان کے دیکھتے دیکھتے انہیں ایک کڑک نے آگھیرا،

”نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کھڑے رہے باقی سب پر موت طاری ہوگئی، کوئی ایک بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زندہ نہ بچا۔“
موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلِ وَآيَاتِي أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ
السُّفَهَاءُ مِنَّا ”اے پروردگار اگر آپ چاہتے تو انہیں بھی اور مجھے بھی
پہلے ہی ہلاک کر دیتے، کیا آپ ہمارے کم عقلوں کے کرتوتوں کی وجہ
سے ہمیں ہلاک کریں گے“ میں جب ساتھ آنے والوں کے بغیر بنی
اسرائیل میں واپس جاؤں گا تو انہیں کیا بتاؤں گا؟

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی: ثُمَّ بَعَثْنَا كُم مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ ”پھر ہم نے
تمہیں تمہاری موت کے بعد زندہ کراٹھایا“

یعنی موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کے بعد ان مرے ہوؤں کو زندہ کیا گیا اور زندہ ہونے کے
بعد ان منتخب لوگوں نے کہا: هُدْنَا إِلَيْكَ ”ہم نے آپ کی طرف ہدایت پائی“ اور یہود اسی واقعہ
سے وابستہ ہو گئے اور اسی لفظ کی وجہ سے یہودی کہلائے۔

نوٹ: علم تفسیر کے امام سیدی کا قول بھی اسی طرح ہے اور محمد بن اسحاق کے ایک قول کے
مطابق بھی مذکورہ آیات کی تفسیر کی تفصیل یہی ہے۔

۳۔ مرکز زندہ ہونے والی ایک پوری قوم:

ہلال بن یساف رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ
دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ [البقرة: ۲۴۳] ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا
جو ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے اپنے گھروں سے نکل پڑے“ کی تفسیر کے بارے
میں فرمایا

”بنی اسرائیل میں کچھ لوگ تھے کہ جب ان میں ایک بیماری آئی تو ان
کے مالدار و ڈیرے وہاں سے کوچ کر گئے اور غریب و نچلے طبقوں کے
لوگ وہیں ٹھہرے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ ان ٹھہرنے والوں میں سے بہت
سے لوگ مر گئے اور جو نکل گئے تھے ان میں سے کوئی نہ مرا۔ پھر جب

ایک سال اس طرح کی وبا آئی تو یہاں کے لوگوں نے کہا اگر ہم بھی یہاں اسی طرح ٹھہرے رہے جس وہ پرانے لوگ ٹھہرے رہے تھے تو ہم بھی انہیں کی طرح ہلاک ہو جائیں گے اور اگر ہم نے اُن کو بچ کر جانے والوں کی طرح کوچ کیا تو ان کی طرح بچ جائیں گے، لہذا اس بار انہوں نے کوچ کر جانے پر اتفاق کیا اور روانہ ہو گئے، حتیٰ کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر موت بھیج دی، اور پڑے پڑے سفید چمکدار ہڈیوں میں بدل گئے۔ وہاں کے لوگوں نے ان سب ہڈیوں کو اکٹھا کر کے ایک جگہ ڈھیر کر دیا۔ اس قوم کے نبی وہاں سے گذرے۔

ہلال کے شاگرد حصین بن عبدالرحمن کہتے ہیں یہ نبی حضرت حزقیل علیہ السلام تھے۔

ان نبی ﷺ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار کاش آپ انہیں زندہ کرتے اور یہ آپ کی عبادت کرتے، آپ کے شہروں کو آباد کرتے اور آپ کے بندوں کو جنم دیتے! اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں انہیں زندہ کر دوں؟ عرض کیا: جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ یہ کلمات کہو! انہوں نے وہ کلمات کہے تو دیکھا کہ ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے چڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ پھر انہوں نے دوبارہ وہ کلمات کہے تو وہ انسانوں کی شکلیں اختیار کر کے اللہ اکبر، سُبْحَانَ اللَّهِ اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا ورد کرنے لگے اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا زندہ رہے۔“

نوٹ: اس کی سند عمدہ ہے۔ یہی تفصیل ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے بھی جید سندوں کے ساتھ نقل کی ہے۔ تفسیر درمنثور میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

۴۔ سو سال کی موت کی بعد اپنے زندہ ہونے کا مشاہدہ:

حزم بن ابی حزم کہتے ہیں میں نے آیت اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا، قَالَ أَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا، فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ [سورة البقرة: ۲۵۹] ”کیا اس کی طرح جو ایک آبادی پر گذرا جو اپنی چھتوں پر گری ہوئی تھی تو کہا اللہ تعالیٰ اس کی ویرانی کے بعد اسے کیسے زندہ کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے اسے سو سال موت دے دی“ کی تفسیر میں فرمایا:

”مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے چاشت کے وقت موت دی تھی اور زندہ اس وقت کیا تھا جب سورج ڈھل چکا تھا، غروب سے پہلے، اللہ تعالیٰ نے پوچھا کتنی دیر رہے ہو اس نے کہا ایک دن یا اس کا کچھ حصہ، فرمایا: بلکہ تم سو سال اس طرح رہے ہو، پس اپنے کھانے، پینے کو دیکھو کہ وہ خراب نہیں ہو اور اپنے گدھے کو دیکھو، اور تاکہ ہم تجھے لوگوں کے لئے نشانی بنا دیں۔ حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان کا گدھا زندہ تھا اور ان کے کھانے پینے سے پرندوں اور درندوں کو دور رکھا گیا تھا۔

وَإِنظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِرُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ط اور ہڈیوں کی طرف دیکھو کہ ہم انہیں کس طرح زندہ کرتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں فرمایا: ”مجھے بتایا گیا ہے کہ سب سے پہلے ان کی آنکھیں زندہ کی گئیں، جن سے وہ اپنی ہڈیوں کو اپنی اپنی جگہ لگتے ہوئے دیکھتے رہے۔ پس جب یہ مشاہدہ ہو گیا تو انہوں نے کہا: أَعْلَمُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۵﴾ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔“

نوٹ: یہ روایت سند کے لحاظ سے حسن ہے۔ اسے سعید بن منصور، عبد بن حمید اور امام بیہقی نے بھی کتاب البعث میں نقل کیا ہے۔ تفسیر درمنثور اور تفسیر طبری میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

۵۔ اولاد بوڑھی مگر باپ نوجوان:

وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِلنَّاسِ [سورة البقرة: ۲۵۹] ”اور تاکہ ہم آپ کو لوگوں کے لئے نشانی بنائیں“ کی تفسیر میں سفیان اعمش سے نقل کرتے ہیں کہ ”حضرت عذیر رضی اللہ عنہ سو سال کی موت کے بعد زندہ ہوئے تو نوجوان تھے جبکہ اس وقت ان کی اولاد بوڑھی ہو چکی تھی۔“

نوٹ: اس کی سند حسن ہے۔ اسے طبری نے بھی حسن سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ ابن عساکر نے کئی بزرگوں کے حوالے سے یہی بات نقل کی ہے۔ تفصیل البدایہ والنہایہ ۲/۴۴، ۴۵ اور درمنثور ۱/۳۳۲ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

۶۔ بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا (گائے والا واقعہ):

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بنی اسرائیل کے دو شہرتھے جن میں سے ایک قلعہ میں تھا جس کے دروازے تھے اور دوسرا ایران وغیر محفوظ۔ قلعہ بند شہر والے شام کے وقت قلعہ کے دروازے بند کر لیتے، جب صبح ہوتی تو شہر کی دیوار پر کھڑے ہو کر دیکھتے کہ اردگرد کوئی واقعہ تو رونما نہیں ہوا۔ ایک دن صبح کو اٹھے تو ایک بوڑھا شخص قتل کیا ہوا ان کی فصیل کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔ غیر محفوظ شہر والے آئے اور ان سے کہا تم نے ہمارا آدمی قتل کر دیا ہے۔ مقتول کا ایک نوجوان بھتیجا اس کے پاس بیٹھ کر روتا بھی جا رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ تم نے میرے چچا کو قتل کر دیا ہے۔ اس شہر والوں نے کہا: اللہ کی قسم رات کو جب سے ہم نے اپنے شہر کے دروازے بند کئے ہیں انہیں نہیں کھولا اور نہ ہی کسی طرح سے ہم نے تمہارے آدمی کا قتل کیا ہے۔ چنانچہ مقتول والے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی اتاری:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقْرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۗ قَالَ
أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿۱۷۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۖ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا فَارِضٌ وَلَا
بَكْرٌ ۖ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ﴿۱۷۹﴾ قَالُوا ادْعُ
لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْ نُهَا ۖ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقْرَةٌ
صَفْرَاءٌ ۖ فَاقْعُ لَوْ نُهَا تَسْرُ النَّظِيرِينَ ﴿۱۸۰﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ
يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۖ إِنَّ الْبَقْرَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا ۖ وَإِنَّا إِن شَاءَ اللَّهُ
لَمُهْتَدُونَ ﴿۱۸۱﴾ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقْرَةٌ لَا ذُلُولٌ تُثِيرُ
الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۖ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا ۖ قَالُوا
الَّذِينَ جِئْتُم بِالْحَقِّ ۖ فَذَبِّحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ﴿۱۸۲﴾

[سورة البقرة: ۱۷۸-۱۸۲]

”شک اللہ تم کو حکم فرماتا ہے کہ تم ایک بیل ذبح کرو، وہ کہنے لگے کیا تو ہمارا مذاق بناتا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ لیتا ہوں کہ جاہلوں میں سے ہو جاؤں وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعا کر ہمارے

لیے بیان کر دے کہ وہ بیل کیسا ہو، موسیٰ نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو بوڑھا نہ ہو اور بالکل جوان بھی نہ ہو ان دونوں کے درمیان ہو، سو تم اس پر عمل کر لو جس کا تم کو حکم دیا جا رہا ہے وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے دعاء کر ہمارے لیے بیان فرما دے کہ اس بیل کا رنگ کیسا ہو، موسیٰ نے کہا کہ بے شک وہ فرماتا ہے کہ وہ تیز رنگ کا پیلا بیل ہو جو دیکھنے والوں کو خوش کرتا ہو وہ کہنے لگے کہ تو اپنے رب سے ہمارے لیے دعاء کر کہ ہمارے لیے بیان فرما دے کہ اس بیل کی پوری کیا حقیقت ہے؟ بے شک بیلوں کے بارے میں ہم کو اشتباہ ہو رہا ہے اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور راہ پالیں گے موسیٰ نے کہا بے شک وہ فرماتا ہے کہ وہ ایسا بیل ہو جو صحیح سالم ہو نکمانہ ہو گیا ہو۔ وہ نہ زمین کو پھاڑتا ہو اور نہ کھیتی کو سیراب کرتا ہو اس میں ذرا کوئی دھبہ نہ ہو، وہ کہنے لگے کہ اب تم نے ٹھیک طرح بیان کیا ہے۔ لہذا انہوں نے وہ بیل ذبح کر دیا اور حال یہ ہے کہ وہ ایسا کر نیوالے نہ تھے۔“

بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا جو دکانداری کیا کرتا تھا۔ اس کا باپ بہت بوڑھا تھا۔ اس نوجوان کے پاس دوسرے شہر سے ایک آدمی کوئی سامان لینے آیا۔ اس نے نوجوان کو اس سامان کی قیمت پکڑائی اور وہ اسے ساتھ لے کر چل پڑا تا کہ دوکان کھول کر اسے سامان دے۔ دوکان کی چابی اس کے والد کے پاس تھی۔ وہاں پہنچے تو نوجوان کا والد دوکان کے باہر سائے میں سویا ہوا تھا۔ گا ہک نے کہا: اسے جگا دو! نوجوان نے کہا: اللہ کی قسم میرا باپ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو سویا ہوا ہے میں اسے جگا کر پریشان کرنے کو پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ دونوں واپس لوٹ آئے۔ اب گا ہک نے نوجوان کو دو گنی قیمت دی اور سامان کی خواہش کی تو وہ نوجوان اپنے والد کی طرف لوٹ پڑا۔ آکر دیکھا تو وہ بہت ہی گہری نیند میں ہے۔ گا ہک نے کہا: جگا دو! اس نے کہا: اللہ کی قسم میں اسے کبھی نہ جگاؤں گا اور نہ اس کی نیند خراب کروں گا۔ جب واپس لوٹ گئے اور گا ہک چلا گیا تب وہ بوڑھا جاگا تو بیٹے نے اسے بتایا کہ ابا جان یہاں ایک آدمی یہ یہ سامان لینے آیا تھا، آپ سوئے ہوئے تھے میں نے آپ کو نیند سے جگانا مناسب نہ سمجھا۔ بوڑھے نے بیٹے کو ملامت کی۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کے والد کے ساتھ حسن سلوک کا یہ انعام دیا کہ اس کی گائے نے وہ بچھڑی دی جسے بنی اسرائیل اپنے مقتول کے قاتل کی دریافت کے لئے ڈھونڈ رہے تھے۔ بنی اسرائیل والے اس کے پاس آئے اور کہا: یہ گائے ہمیں بیچ دے! اس نے کہا: یہ میں تمہیں نہیں بیچوں گا۔ انہوں نے کہا: نہیں بیچو گے تو ہم اسے زبردستی لے جائیں گے! اس نے کہا: اگر تم نے غصب کی تو تمہیں معلوم ہے کہ کیا ہوگا!

بنی اسرائیل والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا: اس نوجوان کو بدلے کے سامان سے راضی کر کے اس سے گائے لے آؤ! انہوں نے کہا: آپ کا کیا حکم ہے کہ کتنا سامان دیں؟ انہوں نے فرمایا: میرا فیصلہ یہ ہے کہ گائے کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھو اور دوسرے میں خالص سونے کو، جب سونے کا پلڑا جھکے گا تو وہ راضی ہو جائے گا۔

بنی اسرائیل نے ایسا ہی کیا اور گائے لے آئے۔ گائے کو مقتول بوڑھے کی قبر کے پاس لے گئے جو دونوں شہروں کے درمیان بنائی گئی تھی۔ دونوں شہروں کے لوگ وہاں جمع ہوئے۔ مقتول کا بھتیجا قبر کے پاس بیٹھ کر رو رہا تھا۔

”انہوں نے گائے ذبح کی اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا قبر کے ساتھ لگایا تو بوڑھا سر جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: مجھے میرے اسی بھتیجے نے قتل کیا ہے، میری زندگی اس کے لئے دراز ہو رہی تھی، یہ میرا مال لینا چاہتا تھا اس کے بعد بوڑھا مر گیا۔“

نوٹ: اس واقعہ کی سند جدید ہے اس کے راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تفسیر درمنثور میں علامہ ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے یہی تفصیل ذکر کی ہے۔

۷۔ چار پرندوں کا مرنے اور کٹنے کے بعد زندہ ہونا:

عمرو بن مالک بکری واذا قال ابرہم رب ارنی کیف تضحی الموتی ط قال اولم تؤمن ط قال بلی ولكن لیطمین قلبی ط [سورة البقرة: ۲۶۰] ”اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اے پروردگار مجھے دکھائیے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کریں گے، فرمایا: کیا تم ایمان نہیں لائے، عرض کیا کیوں نہیں لیکن اس لئے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے“ کی تفسیر میں ابوالجوزاء سے نقل کرتے ہیں کہ:

”حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ: چار پرندے لے کر انہیں اپنے آپ سے مانوس کیجئے، پھر انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر ان کے پر اکھیڑنے اور کاٹنے کا حکم کیا گیا۔ انہوں نے ان کے خون، بال اور گوشت سب آپس میں خلط ملط کر دیئے۔ پھر انہیں حکم ہوا کہ اب ان کے اجزاء چار مختلف پہاڑوں پر بکھیر دیں۔ پھر انہیں اپنی طرف بلائیے وہ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آئیں گے۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی طرح عمل کیا، پھر انہیں بلایا تو ہر ایک کے خون، بال اور گوشت کے حصے ایک دوسرے کے ساتھ ملنے لگے حتیٰ کہ سب مکمل ہو کر ان کی طرف آ گئے۔

تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہیں۔“

نوٹ: اس واقعہ کی سند میں مصنف رحمہ اللہ علیہ کے شیخ ابو حفص الصفار کا تعارف نہیں ملا باقی سند حسن ہے۔ تفسیر درمنثور میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہ نے یہی تفصیل کئی اور بزرگوں کے حوالہ سے بھی نقل کی ہے۔

آسناد

یہ وہ سندیں ہیں جن کے ذریعے علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایات نقل کی ہیں۔ چونکہ یہ ہر ایک قاری کی دلچسپی کی چیز نہیں ہے اس لئے ہم نے ان سندوں کو الگ ذکر کیا ہے تاکہ اہل علم ملاحظہ فرما سکیں۔

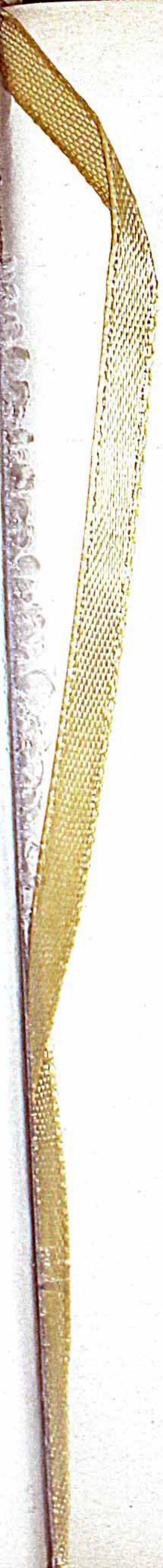
- ۱۔ حدثنا عبد الله نا حماد بن محمد الفزاري قال: بلغني عن الاوزاعي:
- ۲۔ حدثنا عبد الله ذكر محمد بن يونس القرشي نا ابو بكر الحنفي نا عمر بن سليم المدني قال:
- ۳۔ حدثنا عبد الله نا اسحاق بن اسماعيل نا جرير عن حصين بن عبد الرحمن عن هلاب بن يساف۔
- ۴۔ حدثنا عبد الله نا خلف بن هشام و غيره نا حزم بن ابى حزم قال: سمعت الحسن۔
- ۵۔ حدثنا عبد الله نا اسحاق بن اسماعيل نا قبيصة عن سفيان عن الاعمش۔
- ۶۔ حدثنا عبد الله نا ابو خيمة نا يحيى بن سعيد عن ابن كلثوم ذكر ابى عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال:
- ۷۔ حدثنا عبد الله نا ابو حفص الصفار نا جعفر بن سليمان عن عمرو بن مالك البكري عن ابى الجوزاء:

واقعہ کے اوّل راوی کا تفصیلی تعارف

- ۱- اوزاعی: یہ عبدالرحمن بن عمرو بن محمد، ابو عمرو ہیں۔ آپ اہل شام میں فقہ وزہد کے امام تھے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں لکھا ہے **ثِقَّةٌ جَلِيلٌ مِنَ السَّابِعَةِ** ”آپ روایت میں بہت بڑے رتبہ کے معتمد ہیں اور راویوں کے ساتویں طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں“ بعلبک میں ۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کو قضاء کا عہدہ پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اہل شام میں آپ کا رتبہ وہاں کے حاکم سے کہیں بڑھ کر تھا۔ ۱۵۷ھ میں بیروت میں انتقال ہوا۔
- ۲- محمد بن کعب قرظی: یہ مدنی ہیں۔ طویل عرصہ کوفہ میں رہے۔ ثقہ عالم ہیں۔ تیسرے طبقہ سے ہیں۔ ۴۰ھ میں پیدائش ہے اور ۱۲۰ھ میں وفات۔
ابو بکر حنفی: تقریب میں ابو بکر حنفی الاصغر کی تعیین عبدالکبیر بن عبدالمجید سے کئی گئی ہے جو بصری اور ثقہ ہیں، نویں طبقہ سے ہیں۔ ۲۰۴ھ میں فوت ہوئے۔
- ۳- ہلال بن یساف: یہ اشجعی ہیں، کوفی ہیں اور ثقہ ہیں۔ تیسرے طبقہ سے ہیں۔
- ۴- حسن بصری: آپ مشہور آئمہ دین اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ بہت بڑے متکلم، محدث، زاہد اور علم و عمل کے ستون تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں پیدا ہوئے ان کی والدہ محترمہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی باندی تھیں۔ جب کبھی والدہ محترمہ کام میں مصروف ہوتیں اور یہ روتے تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا انہیں اپنے سینے سے لگا لیتیں۔ علماء کا کہنا ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا علم و عمل اور تقویٰ اسی گود کی برکت ہے۔ پیدائش مدینہ منورہ کی ہے مگر بعد میں بصرہ میں رہائش پذیر ہوئے اس لئے بصری کہلائے۔ ۱۱۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔
- ۵- اعمش: یہ سلیمان بن مهران اسدی، کاہلی، ابو محمد، کوفی ہیں۔ ثقہ، حافظ، عارف بالقراءۃ، ورع ہیں مگر تدلیس (سند میں تغیر تبدیل) کرتے تھے۔ پانچویں طبقہ سے ہیں۔ ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۷ھ یا ۸۷ھ میں انتقال ہوا۔

۶۔ ابن عباس: یہ حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی۔ ہجرت سے تین سال پہلے ولادت ہوئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے فہم قرآن کی دعا فرمائی۔ انہیں اپنی وسعت علمی کی وجہ سے بحر یا خمر (سمندر، بڑی وسعت والا) کہا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ابن عباس ہمارے ہم عمر ہوتے تو ہم میں سے کوئی ان کا ہم پلہ نہ ہوتا۔ آپ حدیث کی روایت کے حوالہ سے مکثرین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور ان چار صحابہ میں سے ایک ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام عبداللہ ہے اور ہر ایک فقیہ ہے جنہیں عبادلہ اربعہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ ۶۸ھ میں طائف میں انتقال ہوا۔

۷۔ ابی الجوزاء: یہ اوس بن عبداللہ ربیع، بصری ہیں۔ ثقہ ہیں مگر ارسال (سند کے درمیان سے کسی کا نام چھوڑ دینا) بہت کرتے۔ تیسرے طبقہ سے ہیں۔ ۱۸۳ھ میں فوت ہوئے۔



برزخی حالات پر مشتمل وہ واقعات

جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور

اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں!

۱۔ اے عبد اللہ مجھے پانی پلاؤ!

سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بتایا کہ ایک بار میں اکیلا سفر پر نکلا۔ زمانہ جاہلیت کے ایک قبرستان کے پاس سے گذرا تو اچانک ایک آدمی قبر سے باہر نکل کر آگ دہکا رہا ہے۔ اس کی گردن میں آگ کی زنجیر ہے۔ میرے پاس پانی کا ایک لوٹا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: يَا عَبْدَ اللَّهِ اسْقِنِي "اے عبد اللہ مجھے پانی پلاؤ!" میں نے کہا یا تو یہ شخص مجھے جانتا ہے یا اس نے ویسے عرب کے محاورہ کے مطابق مجھے عبد اللہ کہا ہے۔ اتنے میں اس کے پیچھے ایک قبر سے ایک اور آدمی نکلا اور اس نے کہا: اے عبد اللہ اسے پانی نہ پلانا یہ کافر ہے۔ پھر اس بچھلے آدمی نے اس کی زنجیر کھینچ کر اسے قبر میں داخل کر لیا۔

بَوْلٌ وَمَا بَوْلٌ، شَنٌّْ وَمَا شَنٌّْ:

عبد اللہ کہتے ہیں پھر مجھے ایک رات ایک بڑھیا کے ہاں گذارنی پڑی جس کے گھر کے ایک کونے میں ایک قبر تھی۔

اس قبر سے میں نے یہ آواز سنی بَوْلٌ وَمَا بَوْلٌ، شَنٌّْ وَمَا شَنٌّْ؟

”پیشاب اور کیا ہے پیشاب، مشکیزہ اور کیا ہے مشکیزہ“ میں نے بڑھیا

سے کہا یہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ میرے خاوند کی قبر ہے۔ یہ جب

پیشاب کرتا تھا تو اس سے بچنے کی کوئی پرواہ نہ کرتا تھا۔ میں اسے کہتی تو ہلاک ہو جائے اونٹ بھی جب پیشاب کرتا ہے تو اپنی ٹانگیں اچھی طرح کھول لیتا ہے! لیکن وہ اس بات پر بھی کوئی دھیان نہ دیتا۔ پس جس دن سے یہ مرا ہے تب سے مسلسل اس کی قبر سے یہ آواز آتی ہے کہ **بَوْلٌ وَمَا بَوْلٌ** ”پیشاب اور کیا ہے پیشاب“

میں نے کہا تو یہ شے کیا ہے؟ بڑھیا نے بتایا کہ ایک دن ایک پیاسا آدمی آیا اور اس نے میرے خاوند سے کہا مجھے پانی پلا! اس نے کہا: **دُونَكَ الشَّنَّ فَإِذَا لَيْسَ فِيهِ شَيْءٌ** ”میرے مشکیزے سے دور رہنا اس میں کچھ نہیں ہے“ وہ آدمی پیاس کی وجہ سے گر کر مر گیا۔ اس لئے جس دن سے میرا خاوند مرا ہے اس کی قبر سے یہی آواز آتی ہے **شَنَّ وَمَا شَنَّ** ”مشکیزہ اور کیا ہے مشکیزہ“

سالم کہتے ہیں جب میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ سارا واقعہ خدمت میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا۔
نوٹ: اس روایت کی سند میں ضعف ہے۔ اس کا ایک راوی کلثوم بن جوشن قشیری ضعیف ہے۔ اس روایت کے آخر میں تنہا سفر کرنے کی جو ممانعت ہے یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک اور حدیث سے ثابت ہے جو صحیح بخاری کتاب الجہاد حدیث: ۲۹۹۸ میں موجود ہے۔

۲۔ موت کی حرارت:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَدَّثُوا عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فَإِنَّهُ كَانَتْ فِيهِمْ الْأَعَا جِيبٌ.
ثُمَّ أَنْشَأُ يُحَدِّثُ قَالَ:

خَرَجْتُ رُفْقَةً مَرَّةً يَسِيرُونَ فِي الْأَرْضِ، فَمَرُّوا بِمَقْبَرَةٍ، فَقَالَ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ: لَوْ صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعَوْنَا اللَّهَ لَعَلَّهُ
يُخْرِجُ لَنَا بَعْضَ أَهْلِ هَذِهِ الْمَقْبَرَةِ فَيُخْبِرُنَا عَنِ الْمَوْتِ!
قَالَ:

فَصَلُّوا رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَعُوا، فَإِذَا هُمْ بِرَجُلٍ خِلَاسِيٍّ قَدْ
خَرَجَ مِنْ قَبْرِ يَنْفُضُ رَأْسَهُ، بَيْنَ عَيْنَيْهِ أَثَرُ السُّجُودِ، فَقَالَ
يَا هَؤُلَاءِ! مَا أَرَدْتُمْ إِلَيَّ هَذَا لَقَدْ مِتُّ مِنْذُ مِائَةِ سَنَةٍ فَمَا
سَكَنْتُ عَنِّي حَرَارَةُ الْمَوْتِ إِلَى سَاعَتِي هَذِهِ فَادْعُوا اللَّهَ أَنْ
يُعِيدَنِي كَمَا كُنْتُ

”بنی اسرائیل کے بارے میں بیان کرو کیونکہ ان میں عجیب واقعات
ہوئے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمانے لگے۔

ارشاد فرمایا: ایک جماعت سفر پر نکلی تو ایک قبرستان کے پاس سے اس کا
گذر ہوا انہوں نے کہا اگر ہم دو رکعت پڑھ کر اس قبرستان والوں کے لیے
دعا کریں، شاید اللہ تعالیٰ اس قبرستان والوں میں سے کسی کو ہمارے لئے
زندہ کریں اور وہ موت کے بارے میں بتائے!

چنانچہ انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی اور دعا مانگی، تو ایک قبر سے اپنے سر کو
جھاڑتا ہوا ایک گندمی رنگ کا آدمی نمودار ہوا جس کی پیشانی پر سجدوں کے
نشانات تھے۔ اس نے کہا: اے لوگو! مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ میں سو سال
سے مرا ہوا ہوں مگر ابھی تک موت کی تپش ختم نہیں ہوئی، پس اللہ تعالیٰ
سے دعا مانگو کہ وہ مجھے اسی طرح کر دے جیسے میں پہلے تھا“

نوٹ: یہ روایت ابو یعلیٰ، بزار عبد بن حمید، ابن ابی شیبہ اور احمد بن منیع نے بھی نقل کی ہے۔
پیشگی اور بوسیری نے کہا ہے اس کے رجال ثقہ ہیں۔

۳۔ ماں کی دعا سے فوت شدہ بچے کا زندہ ہونا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

میں ایک انصاری نوجوان کی عیادت کے لئے گیا۔ اس کے پاس پہنچا تو اس نے آنا فانا جان دے دی۔ ہم نے اس کی آنکھیں بند کیں، اس کے اوپر کپڑا ڈالا، اتنے میں ہم میں سے کسی نے اس کی والدہ سے کہا: اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید پر صبر کر! اس کی والدہ نے کہا: کیا یہ مر چکا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، اس نے کہا تم سچ کہہ رہے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں۔
تو اس بوڑھی نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور کہا:

اللَّهُمَّ إِنِّي آمَنْتُ بِكَ، وَهَاجَرْتُ إِلَى رَسُولِكَ، فَإِذَا نَزَلَ بِحِي
شَدِيدَةً دَعَوْتُكَ فَفَرَجْتَهَا فَأَسْأَلُكَ اللَّهُمَّ لَا تَحْبِلْ عَلَيَّ
هَذِهِ الْمُصِيبَةَ الْيَوْمَ

”اے اللہ! میں آپ پر ایمان لائی، آپ کے رسول کی طرف ہجرت کی،
جب بھی مجھ پر کوئی مصیبت آئی میں نے آپ کو پکارا اور میری مصیبت
دور ہوگئی، پس آپ آج مجھے اس مصیبت سے دوچار ہونے سے بچا لیجئے،“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دعا کے بعد اس نوجوان نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور

اٹھ بیٹھا اور ہم وہیں موجود رہے حتیٰ کہ اس نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔

نوٹ: اس روایت کی سند حسن لغیرہ ہے۔ اسے علامہ ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب مجابی الدعوة میں، ابن عدی نے اور بیہقی و ابو نعیم نے اپنی اپنی دلائل النبوة میں نقل کیا ہے۔ بیہقی نے اسے ایک دوسرے طریق سے نقل کیا ہے جس میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوا۔

۴۔ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ کی وفات:

اسماعیل بن ابی خالد کہتے ہیں یزید بن نعمان بن بشیر ہمارے پاس قاسم بن عبدالرحمن کے حلقہ میں اپنے والد نعمان بن بشیر کا یہ خط لے کر آیا:

”نعمان بن بشیر کی جانب سے ام عبداللہ بنت ابی ہاشم کی طرف،

آپ پر سلام ہو، میں آپ کی طرف اللہ تعالیٰ کی حمد بھیجتا ہوں جن کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، آپ نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کو زید بن خارجہ کا حال لکھ بھیجوں۔ ان کا واقعہ یہ ہے کہ انہیں اچانک گلے کا درد شروع ہوا اور وہ ظہر اور عصر کی نماز کے درمیانی وقفہ میں فوت ہو گئے۔ حالانکہ وہ مدینہ کے صحت مند ترین آدمی تھے، ہم نے انہیں دو کپڑے اور ایک چادر اڑھادی۔ میں مغرب کے بعد تسبیح میں مشغول تھا کہ نیند کی کیفیت میں میرے پاس کوئی آیا اور اس نے کہا کہ زید نے فوت ہونے کے بعد کلام کیا ہے۔

میں فوراً زید کی طرف گیا دیکھا کہ انصار کے کئی سارے لوگ ان کے ارد گرد جمع ہیں اور زید کہہ رہے ہیں یا ان کی زبانی یہ کہلایا جا رہا ہے:

”درمیان میں وہ آدمی ہے جو قوم میں سب سے زیادہ مضبوط ہے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے معاملہ میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا، لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا تھا کہ طاقتور کمزور کو کھا جائے، اللہ کا بندہ ہے مومنین کا امیر ہے، سچا ہے، سچا ہے، پہلی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہوا تھا۔

آگے کہا: عثمان مومنین کے امیر ہیں لوگوں کی زیادہ تر کوتاہیاں معاف کرتے ہیں، دو راتیں گذر گئی ہیں چار باقی ہیں، پھر لوگوں میں اختلاف ہوگا، ایک دوسرے کو کھانے لگے گا، شیرازہ منتشر ہو جائے گا، ممنوعات مباح ہو جائیں گی، اہل ایمان بکھر جائیں گے، لوگ کہیں گے اللہ کی تقدیر اسی طرح ہے، اے لوگو! اپنے امیر کی طرف توجہ کرو، اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو، جو اعراض کرے گا اس کے خون کی ہرگز کوئی حفاظت نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے، اللہ اکبر یہ جنت ہے اور یہ دوزخ ہے، انبیاء اور صدیقین کہہ رہے ہیں اے عبداللہ بن رواحہ

اور سعد جو اُحد کے دن شہید ہوئے تم پر سلامتی ہو، كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظِي ۙ
 نَزَاعَةٌ لِّلشُّوٰى ۙ ۱۶ تَدْعُوْا مِّنْ اَدْبَرَ وَتَوَلَّيْ ۙ ۱۷ وَجَمَعَ فَاوْعٰى ۙ ۱۸
 [سورة العارج: ۱۵ تا ۱۸] ”یہ ہرگز نہیں ہوگا بیشک وہ آگ شعلے مارنے والی ہے
 سر کی کھال اتار دینے والی ہے وہ اس شخص کو بلاتی ہے جس نے پشت
 پھیری اور بے رخی اختیار کی اور مال جمع کیا پھر اس کو سنبھال کر رکھا۔“

اس کے بعد اس کی آواز پست ہوتی گئی۔ جو لوگ مجھ سے پہلے اس کا کلام سن رہے تھے
 میں نے ان سے تفصیل پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ ہم نے سنا کہ یہ کہہ رہے ہیں خاموش ہو جاؤ،
 خاموش ہو جاؤ، ہم ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، محسوس ہوا کہ آواز کپڑے کے نیچے سے
 آرہی ہے۔ ہم نے کپڑا ہٹایا تو اس نے کہا:

”یہ اللہ کے رسول حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، سلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ
 اللہ وبرکاتہ۔“

پھر کہا:

ابو بکر صدیق صاحب امانت، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ، جسامت
 کے لحاظ سے کمزور، مگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں طاقتور تھے سچے تھے،
 سچے تھے اور ان کے یہ اوصاف پہلی کتابوں میں موجود تھے۔“

نوٹ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔ یہ واقعہ کئی محدثین و تذکرہ نگاروں نے نقل کیا ہے اور اس
 کی توثیق کی ہے۔

حضرت زید بن خارجه رضی اللہ عنہ انصاری، خزرجی اور بدری صحابی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ
 اپنی تاریخ ۳۸۳ میں لکھتے ہیں کہ زید بن خارجه وہ ہیں جنہوں نے موت کے بعد کلام کیا تھا۔
 امام بیہقی دلائل النبوة ۶/۱۵۸ میں لکھتے ہیں ان کا موت کے بعد کلام کرنا ایک جماعت نے صحیح اسناد
 کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ابن عبدالبر الاستیعاب ۱/۱۶۱ میں لکھتے ہیں کہ زید بن خارجه وہ ہیں جنہوں
 نے موت کے بعد کلام کیا تھا اور اس میں تذکرہ نگاروں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ علامہ ابن کثیر
 البدایة ۶/۲۹۲ میں فرماتے ہیں زید بن خارجه کا موت کے بعد کلام کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت
 ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے لئے صدق کی شہادت دینا مشہور ہے
 اور بہت ساری صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں انتقال ہوا۔

۵۔ عبد الملک بن عمیر کہتے ہیں میں نے حبیب بن سالم کے پاس ایک تحریر پڑھی جو نعمان بن بشیر نے ام خالد کو لکھ بھیجی تھی۔ اس میں بھی زید بن خارجه والا وہی واقعہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

نوٹ: اس روایت کی سند لابس بہ ہے یعنی گزارے کے قابل ہے۔ اس کا ایک راوی عکرمہ بن ابراہیم کمزور ہے مگر اس واقعہ کا تابع موجود ہے۔ یہی واقعہ طبرانی نے معجم ۵/۵۱۴ میں ایسی سند سے ذکر کیا ہے جس کے راوی حافظ ابن حجر کے مطابق صحیح مسلم کے راوی ہیں۔

۶۔ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

انصار کا ایک آدمی بیمار ہوا اور فوت ہو گیا۔ جب انہوں نے اسے کفن پہنا دیا تب اس نے بات کی اور کہا:

”ابو بکر اللہ تعالیٰ کے امر میں طاقتور ہیں دیکھنے میں کمزور ہیں، عمر امین ہیں اور عثمان ان کے طریقے پر ہیں، اب عدل ختم ہو گیا ہے، طاقتور نے کمزور کو کھالیا ہے۔“

نوٹ: یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ اسے عمر بن شبہ نے تاریخ مدینہ میں، بیہقی نے دلائل میں اور ابن عبد البر نے استیعاب میں یحییٰ بن سعید عن سعید بن المسیب کے طریق سے روایت کیا ہے جس کے بارے میں حافظ بیہقی کہتے ہیں ”یہ سند صحیح ہے اور اس کے کئی شواہد موجود ہیں“۔ نیز ابن عساکر نے تاریخ دمشق ص: ۲۱۳، ۲۱۴ میں اس سند کے علاوہ دو اور سندوں سے بھی ذکر کیا ہے۔

۷۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت زید بن خارجه رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انصار میں ان کے غسل دینے کے بارے میں اتنی کشمکش ہوئی کہ بات لڑائی کے قریب چلی گئی۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ ان کے غسل کے پہلے دو دور تو غسل دینے والے پورے کر نیں تیسرے دور میں ہر کنبے کا سردار آئے اور ایک بار پانی ڈال لے۔ میں بھی اس ترتیب والوں کے ساتھ گیا۔ جب ہم پانی ڈالنے لگے تو زید بول پڑے اور کہا:

”دو سال گذر گئے اور چار باقی رہ گئے ہیں مالدار نے غریب کو کھالیا ہے، اس لئے منتشر ہو گئے ہیں کوئی نظام نہیں رہا، حضرت ابو بکر مومنین کے لئے نرم و مہربان تھے کافروں کے لئے سخت تھے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے

معاملہ میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے، حضرت (۔۔۔۔) نرم، مہربان مگر کافروں پر سخت تھے، اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ملامت گروں کی ملامت کا کوئی اندیشہ نہیں رکھتے تھے، حضرت عثمان مومنین کے لئے بہت نرم و مہربان تھے اور تم حضرت عثمان کے طریقے پر ہو پس ان کی بات سنو اور مانو۔“

اس کے بعد ان کی آواز پست ہوتی گئی۔ زبان بول رہی تھی جبکہ جسم بے جان تھا۔
نوٹ: اس کی سند ضعیف ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ روایت پچھلے واقعہ کے شاہد کے طور پر ذکر کی گئی ہے جو کہ صحیح اسناد سے ثابت ہے۔ یہ واقعہ اسی طریق سے ابن عساکر نے اور زبیر بن بکار نے دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔

۸۔ نعمان بن بشیر کہتے ہیں خارجہ بن زید انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ آپ کے والد خارجہ بن سعد تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما نے ہجرت کی تو انہیں کے گھر آ کر ٹھہرے تھے، خارجہ نے اپنی بیٹی بنت خارجہ حضرت ابو بکر سے بیاہ دی۔ اس کا سابقہ خاوند کا نام سعد تھا جس نے احد میں خارجہ اور اس کے بیٹے سعد بن خارجہ کو شہید کیا تھا۔

زید بن خارجہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں زندگی کا عرصہ گزارا، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا دورِ خلافت بھی دیکھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بھی چند ایک سال گزارے۔ ایک دن مدینہ کی ایک گلی میں جا رہے تھے کہ گر پڑے اور فوت ہو گئے۔ انصار کو علم ہوا تو وہ آئے اور انہیں اٹھا کر گھر لے گئے۔ انہیں ایک بڑی چادر اور دو چھوٹی چادروں میں ڈھانپا۔ گھر میں کئی عورتیں غم زدہ بیٹھی رو رہی تھیں اور کئی مرد بھی۔ اس طرح رہے حتیٰ کہ جب مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت تھا تو انہوں نے ایک آواز سنی، کوئی کہہ رہا ہے کہ ”خاموش ہو جاؤ“ انہوں نے غور کیا تو آواز کپڑے کے نیچے سے آرہی تھی۔ ان کے چہرے اور سینے سے کپڑا ہٹایا گیا تو کوئی ان کی زبان پر بول کہہ رہا ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اُمّی ہیں، تمام انبیاء علیہم السلام کے خاتم ہیں، ان کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا، یہ باتیں پہلی کتابوں میں بھی موجود تھیں۔

پھر کسی کہنے والے نے ان کی زبان پر کہا:

سچے ہیں، سچے ہیں، سچے ہیں

پھر کسی نے ان کی زبانی کہا:

ابو بکر صدیق اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، امانت دار ہیں، جو
جسامت میں کمزور مگر اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں مضبوط تھے، یہ نشانیاں پہلی
کتابوں میں بھی تھیں۔

پھر ان کی زبان پر کسی کہنے والے نے کہا:

سچ کہا، سچ کہا، سچ کہا۔

پھر کہا:

درمیان والا، قوم کا مضبوط ترین آدمی جو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں ملامت
کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تھا، جو لوگوں کو اس بات سے روکتا
تھا کہ طاقتور کمزور کو کھائے، اللہ کا بندہ اور مومنین کا امیر عمر رضی اللہ عنہ، یہ باتیں
پہلی کتابوں میں موجود تھیں۔

پھر کسی نے ان کی زبان پر کہا:

سچ کہا، سچ کہا، سچ کہا۔

پھر کہا:

عثمان مومنین کے امیر ہیں، ایمان والوں پر بہت ہی مہربان ہیں لوگوں کی
غلطیاں معاف کرنے والے ہیں، دو راتیں گذر چکی ہیں، دو سالوں کو دو
راتوں سے تعبیر کیا، چار سال باقی رہ گئے ہیں، شیرازہ منتشر ہے، ممنوعات
مباح سمجھ لی گئیں، قیامت قریب آگئی اور لوگ ایک دوسرے کو کھانے
لگے، پھر ایمان والے ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے، اور کہنے لگے کہ
لوگو یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور فیصلہ ہے، پس تم اپنے امیر کی طرف توجہ رکھو،
اس کی بات سنو اور مانو کیونکہ وہ تمہاری خیر خواہی کے راستہ پر ہیں، اس
کے باوجود جو اعراض کرے تو وہ اپنے خون کو محفوظ نہ سمجھے، اللہ تعالیٰ کا
فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے۔ دو مرتبہ یہی بات کہیں۔

پھر کہا:

یہ جہنم ہے اور یہ جنت ہے، یہ انبیاء ہیں اور یہ شہداء ہیں، السلام علیکم اے
عبداللہ بن رواحہ! میں اپنے والد خارجہ اور سعد کو محسوس کر رہا ہوں۔ جو
اُحد کے دن شہید کئے گئے تھے۔

پھر کہا:

كَلَّا إِنَّهَا لَأُظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةٌ لِّلشَّوٰى ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَن آدَبَر وَّ تَوَلَّى ﴿١٧﴾
وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ [سورة المعارج: ١٥ تا ١٨] ”یہ ہرگز نہیں ہوگا بیشک وہ
آگ شعلے مارنے والی ہے سر کی کھال اتار دینے والی ہے وہ اس شخص کو
بلا تاتی ہے جس نے پشت پھیری اور بے رخی اختیار کی اور مال جمع کیا پھر
اس کو سنبھال کر رکھا۔“

پھر کہا:

یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
نعمان بن بشیر کہتے ہیں: مجھے بتایا گیا کہ زید بن خارجہ موت کے بعد کلام کر رہے ہیں،
میں لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے ان کے پاس پہنچا اور سر ہانے بیٹھ گیا میں نے انہیں یہ کہتے
ہوئے پایا:

درمیان والا جو قوم میں سب سے زیادہ مضبوط ہے..... آخر تک۔
باقی بات میں نے وہاں پہلے سے موجود لوگوں سے پوچھی تو انہوں نے مجھے بتائی۔

۹۔ قبر میں بچہ کی پیدائش:

زید بن اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
لوگوں کے معائنہ و مشاہدہ میں مصروف تھے کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے سامنے سے گذرا جس
نے اپنا بیٹا کندھے پہ اٹھایا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے کوئے کی کوئے کے ساتھ ایسی
مشابہت نہیں دیکھی جیسی اس باپ بیٹے میں ہے۔

اس آدمی نے کہا: ہاں اے امیر المومنین! اللہ کی قسم اس بچے کو اس کی ماں نے انتقال
کر جانے کے بعد جنا ہے۔

فرمایا: تو ہلاک ہو جائے یہ کیسے ہوا؟ اس نے کہا:
 ”میں فلاں لشکر کے ساتھ گیا تو میری بیوی حاملہ تھی، میں نے جاتے
 ہوئے اسے کہا جو بچہ تیرے پیٹ میں ہے میں اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا
 ہوں! جب میں واپس لوٹا تو مجھے بتایا گیا کہ تمہاری بیوی فوت ہو گئی تھی۔
 ایک رات میں اپنے چچا زادوں کے ساتھ بقیع میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک
 قبروں کے درمیان چراغ کے جیسی ایک روشنی نظر آئی۔ میں نے چچا
 زادوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟

انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے ہاں البتہ یہ روشنی روزانہ رات کو فلانی
 عورت کی قبر کے پاس ہوتی ہے۔ میں نے کلہاڑا ساتھ لیا اور اس قبر کی
 طرف چل پڑا۔ وہاں گیا تو دیکھا کہ قبر کھلی ہوئی ہے اور یہ بچہ اپنی ماں کی
 گود میں ہے میں اس کے قریب ہوا تو ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا:
 اے اپنے رب کے پاس امانت رکھنے والے اپنی امانت وصول کر لے،
 اگر تو بچہ کی ماں کو بھی اللہ کے سپرد کر جاتا تو اسے بھی صحیح سالم پاتا! پس میں
 نے بچہ اٹھا لیا اور قبر بند ہو گئی۔“

ابو جعفر کہتے ہیں میں نے عثمان بن زُفر سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا تو کہاں
 تحقیق میں نے اسے عاصم سے سنا ہے۔

نوٹ: اس کی سند جید ہے۔ یہ مصنف کی کتاب مجابی الدعوة میں بھی مذکور ہے۔ اس کی سند کے
 ایک راوی عبید بن اسحاق پر کلام ہے مگر اس کا متابع موجود ہے۔

۱۰۔ اے عبد اللہ مجھ پر کچھ پانی ڈال دو!

سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں حج
 یا عمرہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب رویشہ پہنچا اور تھکاوٹ بھی ہو گئی تو پانی کے چشمے پر گیا، سواری کو پانی
 پلایا اور اپنا برتن بھی بھر لیا۔ وہاں کے لوگوں نے میری آمد سنی تو اکٹھے ہو گئے اور مجھ سے سوالات
 کرنے لگے۔ ایک آدمی نے کہا انہیں چھوڑ دو یہ تھکے ہوئے ہیں۔ تب انہوں نے مجھے چھوڑا۔

”آگے میں ایسی قبروں کے پاس سے گذرا جو قبلہ رخ پر بنائی گئی تھیں۔ اس قبرستان سے ایک آدمی نکل کر میری طرف آنے لگا جس کی گردن میں آگ سے دہکتی ہوئی زنجیر تھی جسے دوسرے آدمی نے پکڑ رکھا تھا۔ جب اسے میری سواری نے دیکھا تو وہ بھاگ پڑی۔ وہ آدمی پکار پکار کر کہنے لگا: اے عبداللہ مجھ پر کچھ پانی ڈال دو! دوسرا آدمی کہنے لگا: اے عبداللہ اس پر پانی نہ ڈالنا!“

میں نہیں جانتا کہ وہ مجھے جانتا تھا یا اس نے عرب کے محاورہ کے مطابق مجھے عبداللہ کہا۔ ”میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو اس نے سر جھکایا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اسے پیٹ رہا تھا“

نوٹ: یہ روایت اپنے شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔ اسے مصنف نے اپنی کتاب ”القبور“ میں بھی نقل کیا ہے۔

۱۱۔ مہمان کا حق نہ ماننے والے کی حالت:

حویرث بن رباع کہتے ہیں میں اُتاشہ میں تھا کہ ”وہاں ایک قبر سے ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوا جس نے لوہے کا لباس پہن رکھا تھا، اس کے چہرے اور سر سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ اس نے کہا: مجھے اس کوزہ سے پانی پلائیے، پانی پلائیے! اور اس کے پیچھے ایک اور آدمی نمودار ہوا، اس نے کہا: اس کافر کو نہ پلانا، نہ پلانا! اس نے زنجیر کے ایک کنارے سے پکڑ کر اسے کھینچا، نیچے گرایا اور گھسیٹ کر قبر میں لے گیا“

حویرث کہتے ہیں یہ دیکھ کر میری اونٹنی دوڑ پڑی اور میں اسے روک نہ سکا حتیٰ کہ عرق النطیہ میں آئی تو بیٹھی۔ میں نے اتر کر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر سوار ہوا تو وہ مدینہ آ کر رکی۔ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا: اے حویرث میں تم پر تہمت نہیں لگاتا، تم نے مجھے بہت سخت خبر سنائی ہے۔ پھر انہوں نے اس طرف کے بوڑھوں کو بلایا جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا، ان کے ساتھ حویرث کو بھی بلایا اور کہا: اس نے مجھے ایک

واقعہ سنایا ہے میں اسے متہم بھی نہیں سمجھتا۔ اے حویرث انہیں بھی وہ بات بتاؤ جو تم نے مجھے سنائی تھی۔ حویرث کہتے ہیں میں نے انہیں واقعہ سنایا تو انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین یہ بنی غفار کا آدمی ہے جو جاہلیت کے زمانہ میں مرا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر الحمد للہ کہا اور اس پر خوش ہوئے کہ یہ جاہلیت کے دور میں مرا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے اس آدمی کے کردار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ آدمی مہمان کا کوئی حق نہیں مانتا تھا۔

نوٹ: اس کی سند حسن ہے۔ یہ روایت حافظ ابن حجر نے الاصابہ ۱/ ۳۸۳ میں علامہ ابن ابی الدنیا کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

۱۲۔ یحییٰ علیہ السلام کے خون کا ایک قطرہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو اپنے بادہ حواریوں کے ساتھ لوگوں کی تعلیم کے لئے بھیجا۔ وہ جو کچھ لوگوں کو بتاتے تھے اس میں یہ بھی تھا کہ وہ انہیں بھانجی کے ساتھ نکاح کرنے سے منع کرتے تھے۔

اس قوم کے بادشاہ کی ایک بھانجی تھی جو اسے بہت پسند تھی اور وہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ اس کی وہ بھانجی روز اس کے پاس اپنی ایک حاجت لے کر آتی جسے وہ پورا کرتا۔

جب لڑکی کی ماں کو پتہ چلا کہ یحییٰ علیہ السلام بھانجی کے ساتھ نکاح سے روکتے ہیں تو اس نے اپنی لڑکی سے کہا جب تو بادشاہ کے پاس جائے اور وہ تجھ سے کوئی کام پوچھے تو تو اسے کہنا کہ میری حاجت یہ ہے کہ تم یحییٰ (علیہ السلام) کو ذبح کر دو۔

چنانچہ جب وہ لڑکی بادشاہ کے پاس گئی تو اس نے اس سے پوچھا تمہاری کیا حاجت ہے؟ اس نے کہا: میری حاجت یہ ہے کہ تم یحییٰ (علیہ السلام) کو ذبح کر دو! بادشاہ نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور سوال کرو! اس نے کہا: میرا اس کے علاوہ کوئی سوال نہیں ہے۔

”جب لڑکی نہ ٹلی تو بادشاہ نے ایک پرات منگوائی اور یحییٰ علیہ السلام کو بھی

بلوایا اور اسی پرات میں یحییٰ علیہ السلام کو ذبح کر ڈالا۔ مگر ان کے خون کا ایک

قطرہ اس سے نکل کر زمین پر جا پڑا۔ وہ قطرہ زمین پر پڑا ابلتا رہا حتیٰ کہ

اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر بخت نصر کو مسلط کیا! اس کے دل میں یہ بات

ڈالی کہ وہ اس قطرہ خون پر اس قوم کا خون بہائے۔ چنانچہ اس نے اسی جگہ اس قوم کے ستر ہزار آدمی قتل کئے۔“

نوٹ: اس کی سند حسن ہے البتہ اس میں اعمش یا اس سے نیچے کے کسی راوی کے تردد کا سقم موجود ہے۔

۱۳۔ شہر بن حوشب کہتے ہیں جب بادشاہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر چکا تو سونے کی پرات میں ان کا سر رکھ کر اس لڑکی کو پیش کیا۔ لڑکی نے وہ سر اپنی ماں کو پیش کیا تو اسی پرات میں وہ سر بولنے لگا لَا تَحِلُّ لَهُ وَلَا يَحِلُّ لَهَا ”نہ یہ لڑکی بادشاہ کے لئے حلال ہے نہ بادشاہ لڑکی کے لئے حلال ہے“ تین مرتبہ یہی آواز آئی۔ بہر حال جب اس عورت نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر دیکھا تو کہا: آج میری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں اور آج میں اپنے بادشاہ کو مان گئی ہوں! پھر اس نے ریشم کی قمیص اور ریشم کا اوڑھنی پہنی اور اپنے محل کے اوپر چڑھ گئی جہاں اس کے وہ کتے تھے جن سے وہ لوگوں کو مرواتی تھی۔ وہ محل کے اوپر ٹہلنے لگی اللہ تعالیٰ نے تیز آندھی بھیجی جو اس کے کپڑوں سے چمٹی اور اسے کتوں کے درمیان میں جا ڈالا، کتے اسے نوچنے لگ گئے اور وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ کتوں نے سب سے آخر میں اس کی آنکھیں کھائیں۔

نوٹ: اس روایت کی سند میں کئی طرح کے سقم ہیں۔

۱۴۔ ایک مرجانے والے کی کہانی:

ابو مسعود جریری کہتے ہیں مسجد اشیاخ میں ایک شیخ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ ہم ایک مریض کے پاس تھے کہ وہ تھر تھرایا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ حتیٰ کہ اس کی کسی رگ میں کوئی جان نہ رہی تو ہم نے اس پر کپڑا ڈالا، اس کی آنکھیں بند کیں، اس کے کفن، بیری کے پتوں اور تختہ کے لئے آدمی روانہ کئے۔ جب ہم اسے غسل کے لئے اٹھانے گئے تو اس نے حرکت کی۔ ہم نے کہا: سبحان اللہ! سبحان اللہ! ہم نے تو یہی سمجھا کہ تم مر چکے ہو!

اس نے کہا: میں گویا مر ہی چکا تھا۔ مجھے میری قبر میں لے جایا گیا۔ وہاں ایک خوب رو اور خوش بو انسان نے مجھے لہد میں رکھا۔ پھر اس نے مجھے کاغذوں میں لپیٹا۔ اتنے میں ایک سیاہ رنگ کا، بدبودار مؤنث انسان آیا۔ اس نے کہا: اس کا یہ کام ہے، اس کا یہ کام ہے، اللہ کی قسم مجھے اس

سے حیا آ رہی ہے گویا وہ سب چیزیں اس سے ابھی جدا ہوئی ہیں۔ میں نے کہا: میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو! اس نے کہا: ہم تم سے لڑیں گے۔ پھر میں ایک وسیع و عریض احاطہ کی طرف گیا وہاں ایک حجرہ تھا جو چاندی کا لگ رہا تھا۔ اس کی ایک جانب میں مسجد تھی جس میں ایک آدمی کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے سورۃ النحل پڑھی اور اس کا ایک ہی مقام بار بار دہرا رہا تھا۔ پھر اس پر وہ مقام کھل گیا۔ اس نے نماز ختم کی اور مجھ سے کہا: کیا تجھے یہ سورۃ آتی ہے؟ میں نے کہا: ہاں یہ تو سورۃ النعم ہے۔ اس نے اپنے قریب رکھا ہوا ایک تکیہ اوپر اٹھایا اور ایک صحیفہ نکالا اور اس میں دیکھنے لگا، اتنے میں وہ سیاہ انسان آیا اور اس سے کہا: اس نے ایسا کیا ہے، ایسا کیا ہے۔ اور خوب رو آدمی کہنے لگا اس نے ایسا کیا ہے، ایسا کیا ہے! یہ میری اچھائیاں شمار کرنے لگا۔

پھر اس آدمی نے کہا: یہ ایسا بندہ ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ اس کی موت کا وقت ابھی نہیں آیا۔ اس کی موت پیر کے دن ہے۔

پھر اس آدمی نے لوگوں سے کہا: تم دھیان رکھنا اگر پیر کے دن میری موت آگئی تو مجھے اسی معاملہ کی امید ہے جو میں نے دیکھا ہے اور اگر میری موت پیر کے دن نہ آئی تو جو میں نے دیکھا ہے یہ بیماری کا ہڈیاں ہے۔ جب پیر کا دن آیا تو وہ عصر کے بعد تک تو بالکل صحیح تھا، پھر اس کا وقت آیا اور وہ مر گیا۔

ایک روایت میں اس طرح کی بات بھی ہے کہ اس آدمی نے کہا: میں نے خوب رُوسے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں تیرا نیک عمل ہوں! میں نے کہا: یہ سیاہ رنگ اور بدبو والا انسان کون تھا؟ اس نے کہا: یہ تیرا برابر عمل تھا۔

نوٹ: اس کی سند میں یہ واضح سقم ہے کہ روایت کرنے والا شیخ مجہول ہے اس کا تعارف نہیں بتایا گیا۔

آسناد

یہ وہ سندیں ہیں جن کے ذریعے علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایات نقل کی ہیں۔ چونکہ یہ ہر ایک قاری کی دلچسپی کی چیز نہیں ہے اس لئے ہم نے ان سندوں کو بالترتیب الگ ذکر کیا ہے تاکہ اہل علم ملاحظہ فرما سکیں۔

۱۔ حدثنا عبد الله نا عبد الرحمن بن صالح العتكي نا خالد بن حيان ابو يزيد الرقي عن كلثوم بن جوشن القشيري عن يحيى المدني عن سالم بن عبد الله عن ابيه قال:

۲۔ حدثنا عبد الله نا اسحاق بن اسماعيل نا وكيع و عبد الله بن نمير عن الربيع بن سعد الجعفي عن عبد الرحمن بن سابط عن جابر بن عبد الله قال قال النبي صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم:

۳۔ حدثنا ابو بكر عبد الله بن محمد بن عبيد الله بن ابي الدنيا قال: حدثنا خالد بن خدش بن عجلان المهلبی و اسماعيل بن ابراهيم بن بسام قالوا: نا صالح المري عن ثابت البناني عن انس بن مالك قال:

۴۔ حدثنا عبد الله نا ابو مسلم عبد الرحمن بن يونس نا عبد الله بن ادريس عن اسماعيل بن ابي خالد قال: جاءنا يزيد بن النعمان بن بشير الى حلقة القاسم بن عبد الرحمن بكتاب ابيه النعمان بن بشير:

۵۔ حدثنا عبد الله نا علي بن الجعد ذكر عكرمة بن ابراهيم عن عبد الملك ابن عمير قال: قرأت كتابا كان عند حبيب بن سالم كتبه النعمان بن بشير الى ام خالد:

- ٦- حدثنا عبد الله نازياد بن ايوب ناشباة نا ابو بكر بن عياش عن ميبش ولى آل سعد بن العاص عن الزهرى عن سعيد بن المسيب قال:
- ٧- حدثنا عبد الله نا محمد بن حماد الرازى قال: سمعت هشام بن عبيد الله عن رواح بن عطاء الانصارى ذكر ابى عن انس بن مالك قال:
- ٨- حدثنا عبد الله نا احمد بن محمد بن ابى بكر نا ابو همام محمد بن الصلت نا مسلمة بن علقمة عن داود بن ابى هند عن يزيد بن نافع عن حبيب بن سالم عن النعمان بن بشير قال:
- ٩- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن الحسين ذكر عبيد بن اسحاق نا عاصم ابن محمد العمرى عن زيد بن اسلم عن ابيه قال:
- ١٠- حدثنا عبد الله ذكر الحسن بن عبد العزيز الجروى عن ضمرة عن ابن عباس شوذب عن ابى يحيى عمرو بن دينار - مولى لآل الزبير - عن سالم بن عبد الله بن عمر عن ابيه قال:
- ١١- حدثنا عبد الله نا ابو بكر المدينى نا ابن عفير ذكر يحيى بن ايوب عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهيم عن الحويرث بن الرئاب قال:
- ١٢- حدثنا عبد الله نا اسحاق بن اسماعيل نا ابو معاوية عن الاعمش اظنه عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال:
- ١٣- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن نصر بن الوليد عن ابى سعيد الشقرى عن ابى بكر الهذلى عن شهر بن حوشب قال:
- ١٤- حدثنا عبد الله ذكر زكريا بن يحيى نا كثير بن يحيى البصرى ذكر ابى نا ابو مسعود الجريرى ذكر شيخ فى مسجد الاشياخ كان يحدثنا عن ابى هريرة قال:

واقعہ کے اوّل راوی یا واقعہ کے شاہد کا تفصیلی تعارف

یہ تعارف پچھلی روایات کی ترتیب کے مطابق ہے۔ البتہ ان میں ۵، ۷، ۸ اور ۱۰ نمبر کے واقعات میں صاحب تعارف مکرر ہے اس لئے یہ اعداد نہیں دیئے گئے اور گیارہویں روایت میں مذکور واقعہ کے صاحب واقعہ کا تعارف ہمیں کسی تذکرہ نگار کے ہاں دستیاب نہیں ہوا۔

۱۔ سالم بن عبد اللہ: یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں۔ مدنی ہیں۔ تابعین کے دور میں مدینہ کے سات معروف فقہاء میں سے ایک ہیں۔ تقویٰ و پرہیزگاری میں اپنے والد کے مشابہ تھے۔ راویوں طبقہ ثالثہ کے اکابرین میں سے ہیں۔ ۱۰۶ھ کے آخر میں انتقال ہوا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: یہ معروف صحابی ہیں۔ بعثت کے بعد پیدا ہوئے۔ غزوہ احد میں کمر عمری کی وجہ سے قبول نہ کئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر چودہ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے ہیں جو کثیر احادیث روایت کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ سنت کی پیروی میں بہت سخت اہتمام رکھتے تھے۔ ۷۳ھ میں انتقال ہوا۔

۲۔ جابر بن عبد اللہ: یہ صحابی ابن صحابی ہیں۔ انصاری ہیں۔ انیس غزوات میں شریک ہوئے۔ چورانوے برس کی عمر میں ۷۰ھ کے بعد مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۳۔ انس بن مالک بن نصر انصاری، نجاری، خزرجی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم، مشہور صحابی۔ ہجرت کے پہلے ہی سال ان کی والدہ ام سلیم ان کو ساتھ لے کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یہ بچہ آپ کی خدمت کرے گا۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ یا نو یا دس سال کی تھی۔ چنانچہ انہوں نے دس برس تک آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔

ایک بار ان کی والدہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اپنے چھوٹے خادم انس کے لئے دعا فرمائیے! آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ كَثِّرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ "اے اللہ اس کے مال اور اس کی اولاد میں برکت عطا فرمائیے اور اسے جنت میں داخل فرمائیے" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دعا کا یہ اثر ظاہر ہوا ہے کہ میری اولاد کی تعداد سو سے زیادہ ہو گئی ہے اور میرا باغ سال میں دو دفعہ پھل دیتا ہے اور تیسری بات کی مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے۔

ایک بار آپ رضی اللہ عنہ کوئی گھاس یا ساگ سر پر اٹھا کر لارہے تھے جسے عربی حمزہ کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو انہیں اباحمزة کے لقب سے پکارا۔

ان کے گیسو دراز تھے۔ انہوں نے کٹوانے کا ارادہ کیا تو ان کی والدہ نے منع فرمایا کہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تھا اس لئے نہ کٹواؤ۔

حضرت انس تمام غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا، انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد اسے میرے منہ میں رکھ دینا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ بصرہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ ۹۰ یا ۹۱ھ میں بصرہ ہی میں وفات پائی اور بصرہ کے باہر دفن ہوئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دو ہزار دو سو چھپاسی احادیث مروی ہیں۔

۴۔ نعمان بن بشیر انصاری، خزر رجمی۔ یہ صحابی ہیں ان کے والد بشیر بھی صحابی ہیں۔ بعد کے زمانہ میں یہ شام میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ کوفہ کے امیر بھی رہے۔ چونسٹھ برس کی عمر تھی جب ۶۵ھ میں انہیں حمص میں قتل کر دیا گیا۔

۶۔ سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ قریشی مخزومی ہیں۔ سید التابعین ہیں۔ امت مسلمہ کے اکابر ائمہ

دین میں سے ایک ہیں۔ تابعین کے دور کے فقہائے سبعہ میں سے سرفہرست نام آپ کا ہے۔ امام زین العابدین اور مکحول شامی کا قول ہے کہ تابعین میں سعید بن مسیب سے بڑا عالم کوئی نہیں۔

یہ خزائن الحدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد اور داماد تھے۔ پینتالیس حج کئے۔ کبھی تکبیر تحریمہ اور صف اول ترک نہ ہوتی تھی۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے ان سے استفادہ کرتے تھے۔

اہل علم سعید بن مسیب کی مرسل احادیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ تمام کتب صحاح میں ان کی روایتیں موجود ہیں۔ ۹۰ھ میں وفات ہوئی۔

۹۔ اسلم: یہ اسلم عدوی ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ ثقہ مخضرم ہیں۔ سن اسی ہجری میں ایک سو چودہ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۱۲۔ عبداللہ بن عباس: یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن فہمی کی دعا فرمائی تھی۔ انہیں ان کی وسعت علمی کی وجہ سے البحر اور البحر کہا جاتا ہے۔ یہ ان چار صحابہ میں سے ایک ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام عبداللہ ہے اور چاروں فقہاء صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اور انہیں عبادلہ اربعہ کہا جاتا ہے۔ روایت حدیث میں بھی ان کا شمار مکثر بن صحابہ میں ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر ابن عباس ہمارے ہم سن ہوتے تو ہم میں سے کوئی ان کے علم کے دسویں حصہ کو نہ پہنچ پاتا۔ ۶۸ھ میں طائف میں انتقال ہوا۔

۱۳۔ شہر بن حوشب: یہ اشعری شامی ہیں۔ اسماء بنت یزید بن سکن کے آزاد کردہ ہیں۔ صدوق ہیں مگر ان کے ارسال اور اوہام کثیر ہیں۔ تیسرے طبقہ سے ہیں۔ ۱۱۲ھ میں فوت ہوئے۔

۱۴۔ ابو مسعود بجزیری: یہ سعید بن ایاس بصری ہیں۔ ثقہ ہیں۔ چوتھے طبقہ سے ہیں۔ وفات سے تین سال قبل کچھ اختلاط ہونے لگا تھا۔ ۱۲۴ھ میں فوت ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: یہ مشہور صحابی ہیں۔ امہ ابن حجر رضی اللہ عنہ نے انہیں ”حافظ الصحابہ“ لکھا ہے کہ انہیں سب سے زیادہ احادیث یاد تھیں۔ ان کے نام اور والد کے نام میں اختلاف ہے عبدالرحمن بن صخر، عبدالرحمن بن غنم، عبداللہ بن عائد، عبداللہ بن عامر، وغیرہ کئی سارے اقوال ہیں۔ اکثر حضرات کے نزدیک پہلا نام راجح ہے۔ ۷۸ برس کی عمر میں ۵۹ھ میں انتقال ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

۱۔ اللہ پر بھروسہ کرنے والی ماں:

صالح مری کہتے ہیں یہی واقعہ (جو باب ۲ میں نمبر ۳ کے تحت مذکور ہے) میں نے حفص بن نصر سلمی سے بیان کیا تو انہیں تعجب ہوا۔ پھر اگلے جمعہ کو ملے تو کہا میں آپ والا واقعہ سن کر حیران ہوا تھا مگر ربیعہ بن کلثوم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی اسی طرح کا ایک واقعہ بیان کیا کہ ایک آدمی نے مجھے سنایا کہ:

”ایک خاتون اس کی ہمسائیگی میں رہتی تھی، بہت ہی بوڑھی، کانوں سے بہری، آنکھوں سے اندھی اور چلنے پھرنے سے معذور صاحبہ فراش! اس کا کوئی نہیں تھا سوائے ایک بیٹے کے، وہی اس کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دن پتہ چلا کہ اس کا وہ بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ ہم گئے پکار کر اس خاتون سے کہا:

اِحْتَسِبِيْ مُصِیْبَتِكَ عَلٰی اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی
”اللہ تعالیٰ سے اپنی مصیبت کے اجر کی امید رکھ۔“

اس خاتون نے کہا: کیا ہوا، میرا بیٹا مر گیا ہے؟ میرا مولا بہت ہی مہربان ہے میرے بہرا، گونگا، معذور اور بے سہارا ہوتے ہوئے میرا مولا میرا بیٹا نہیں لے سکتا! میرے مولا کا رحم یہ گوارا نہیں کر سکتا!

راوی کہتے ہیں میں نے اس کی یہ باتیں سن کر کہا اس کی عقل کام چھوڑ گئی ہے۔ بہر حال میں بازار گیا اس کے بیٹے کے لئے کفن خرید کرواپس آیا تو اس کا بیٹا زندہ سلامت بیٹھا ہوا تھا۔

۲۔ شہیدِ ختمِ نبوت:

عبداللہ بن عبید اللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب کے ہاتھوں شہید ہونے والوں میں سے ایک نے موت کے بعد کلام کیا اور کہا:

”محمد صلی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، ابو بکر صدیق اور عثمان رضی اللہ عنہما بہت ہی نرم و مہربان ہیں۔“

نوٹ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں البتہ عبداللہ بن عبید اللہ کے حالات کا علم نہیں ہے۔ خطیب بغدادی کہتے ہیں یہ عبداللہ بن عبید ہے جو صحیح مسلم کا راوی ہے اور ثقہ ہے۔

۳۔ حراش کے بیٹے:

ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم تین بھائی تھے۔ ہم میں سب سے زیادہ عبادت گزار، روزے رکھنے والا اور فضیلت رکھنے والا درمیان والا بھائی تھا۔ میں کچھ عرصہ دیہات کے سفر پر رہا، واپس گھر آیا تو انہوں نے بتایا کہ اپنے بھائی کی خبر لو وہ موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں۔

میں تیزی سے ان کی طرف گیا، وہاں پہنچا تو ان کی وفات ہو چکی تھی اور انہیں کپڑے میں ڈھانپ دیا گیا تھا۔ میں اس کے سر کے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔

”اچانک اس نے ہاتھ اٹھایا اور اپنے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور کہا: السلام علیکم“ میں نے کہا: اے بھائی! کیا موت کے بعد زندگی؟ کہا:

”ہاں! میں بڑی راحت و اکرام کے ساتھ اپنے پروردگار سے ملا ہوں

اس حال میں کہ پروردگار خوش تھے، انہوں نے مجھے سندس واستبرق کا

سبز جوڑا پہنایا ہے، میں نے اس معاملہ کو تمہارے گمان سے آسان پایا۔

تین بار یہی کہا۔ پس تم عمل کرو اور دھوکے میں نہ پڑو۔ تین بار۔ میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا ہوں، میں قسم کہتا ہوں کہ اب میں ان کی

خدمت میں پہنچ کر رہوں گا، پس جلدی جلدی میری تیاری کراؤ۔“

پھر وہ ایک دم خاموش ہو گئے، اس کنکری سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ جو پانی میں

ڈالی جائے تو تیزی سے نیچے جاتی ہے۔ اس کے بعد میں نے ساتھیوں سے کہا جلدی سے میرے

بھائی کی تجہیز و تکفین کرو۔

نوٹ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔ اسے ہشام بن عمار نے کتاب البعث میں، ابن عبدالبر

نے استیعاب میں، بیہقی نے دلائل میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔

۴۔ ربیع بن حراش رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میرے بھائی کا انتقال ہوا جو سخت گرم دن میں ہم سے زیادہ روزے رکھنے والا اور سخت ٹھنڈی راتوں میں ہم سے بڑھ کر قیام کرنے والا تھا..... آگے وہی قصہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ البتہ اس میں یہ زائد ہے کہ یہ واقعہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی اور فرمایا:

”ہم سنا کرتے تھے کہ اس امت کا کوئی آدمی موت کے بعد کلام کرے گا“

نوٹ: اس روایت کی سند حسن ہے۔ اسے ابو نعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے دلائل میں مسعودی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

۵۔ علی بن عبید اللہ غطفانی اور حفص بن یزید کہتے ہیں ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حراش کے بیٹے نے قسم کھائی تھی کہ وہ کبھی نہیں ہنسیں گے حتیٰ کہ انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جنت میں ہیں یا جہنم میں۔ چنانچہ انہوں نے اس طرح زندگی گذاری کہ کسی نے انہیں ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو تب ہنسے۔ آگے وہی مذکورہ بالا تفصیل ہے۔ اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچا تو فرمایا

”بنی عبس کے بھائی نے سچ کہا، اللہ اس پر رحم کرے، میں نے جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: میری امت کا ایک آدمی موت

کے بعد کلام کرے گا، جو تابعین میں سے صاحب فضیلت ہوگا۔“

نوٹ: یہ روایت اپنی سند کے مختلف طرق اور شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔ اسے بیہقی نے دلائل میں مصنف کے طریق سے اور اس کے علاوہ دوسرے طریق سے بھی نقل کیا ہے۔ ابو نعیم نے اسے دلائل اور حلیہ دونوں میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ واقعہ مشہور ہے۔ مسعودی نے بھی اسے الرفع میں نقل کیا ہے۔

۶۔ حارث غنوی کہتے ہیں کہ ربیع بن حراش نے قسم کھائی کہ کبھی اس کے دانت ہنسنے کے

لئے نہیں کھلیں گے حتیٰ کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ پس وہ زندگی بھر نہ ہنسے

یہاں تک کہ موت کے بعد ہنسے۔ ان کے بعد ان کے بھائی ربیع نے قسم کھائی کہ وہ کبھی نہیں ہنسے گا

حتیٰ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ جنت میں ہے یا جہنم میں۔

حارث غنوی کہتے ہیں مجھے اس آدمی نے بتایا جس نے ربیع کو غسل دیا تھا کہ
”جب تک ہم ربیع بن حراش کو غسل دیتے رہے وہ تختہ غسل پر ہوتے
ہوئے مسلسل مسکراتے ہی رہے۔“

نوٹ: یہ روایت اسی طریق سے خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ۸/۳۳۳ میں نقل کی ہے۔
اور علامہ ذہبی نے النبلاء میں برجلانی سے معلقاً نقل کی ہے جو یہاں کی سند میں علامہ ابن ابی الدنیا
کے شیخ ہیں۔

۷۔ شہادت کی دعا:

ابوعاصم کہتے ہیں میرے والد نے ذکر کیا کہ میرے ماموں پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ
ہم نے انہیں فوت شدہ سمجھ کر ان پر کپڑا ڈال دیا۔ جب ہم انہیں غسل دینے کے لئے اٹھے تو انہوں
نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور کہا:

”اللَّهُمَّ لَا تُمِئِنِي حَتَّى تَرُزُقَنِي غَزْوًا فِي سَبِيلِكَ“

”اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک اپنی راہ میں جہاد
کرنے کی توفیق عطا نہ کر دے۔“

اس کے بعد زندہ رہے حتیٰ کہ بطلال کے ساتھ مل کر جہاد کیا اور اسی میں شہید ہوئے۔

نوٹ: اس کی سند میں ابوعاصم کے والد مقبول ہیں باقی راوی حسن ہیں۔

۸۔ رُوْبَه بنتِ بَیجَا:

مغیرہ بن حذف کہتے ہیں کہ رُوْبَه بنتِ بَیجَا سخت بیمار ہوئیں حتیٰ کہ اس کے گھر والوں
نے سمجھا کہ انتقال ہو چکا ہے۔ انہوں نے غسل دے کر کفن بھی پہنا دیا۔ اس کے بعد اس نے
حرکت کی، ان کی طرف دیکھا اور کہا:

”تمہیں بشارت ہو! تم جتنا ڈراتے تھے میں نے معاملہ اس سے کہیں

آسان پایا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ قطع رحمی کرنے والا، شراب کا عادی
اور شرک کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔“

نوٹ: اس کی سند مقارب ہے۔ البتہ رُوْبَه کا تعارف نہیں مل سکا۔

۹۔ نامہ اعمال کا مشاہدہ:

صالح بن جی کہتے ہیں مجھے میرے ایک ہمسایہ نے بتایا کہ ایک آدمی کی روح اوپر لے جانی گئی تو اس پر اس کے اعمال پیش کئے گئے۔ وہ بتاتا ہے کہ:

”میں نے دیکھا کہ جس گناہ سے میں نے استغفار کیا تھا وہ معاف ہو گیا تھا اور جس گناہ سے میں نے استغفار نہیں کیا تھا وہ اس میں اسی طرح موجود تھا، حتیٰ کہ ایک دن میں انار کا ایک دانہ راستہ سے اٹھا کر ایک طرف کیا تھا تو اس کے عوض بھی نیکی لکھی گئی تھی اور ایک دفعہ میں نے رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور اونچی آواز سے قراءت کی جسے سن کر ہمسایہ اٹھا اور اس نے بھی نماز پڑھی تو اس کی وجہ سے بھی میرے نامہ اعمال میں نیکی لکھی گئی تھی، ایک دن میں کچھ لوگوں کے پاس ہوتے ہوئے ان کی وجہ سے ایک مسکین کو ایک درہم دیا تو اس کے عوض نہ کوئی نیکی لکھی تھی نہ کوئی گناہ۔“

نوٹ: اس کی سند ضعیف ہے اس کی راوی ابراہیم بن اشعث ضعیف ہے۔

۱۰۔ شیخین رضی اللہ عنہما سے بغض رکھنے والے کا انجام:

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کوفہ میں ایک آدمی تھا جو ضرورت مند مردوں کے لئے کفن دیا کرتا تھا۔ ایک آدمی فوت ہوا تو کسی نے اس سے کفن کے لئے کہا۔ اس نے کفن لیا اور اس کی طرف گیا۔ جب وہاں پہنچا تو مردے پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔ اچانک مردے نے ایک آہ بھری، کپڑا منہ سے ہٹایا اور کہا:

”انہوں نے مجھے دھوکہ دیا،! مجھے ہلاک کیا، آگ ہے! انہوں نے مجھے ہلاک کیا، ہائے آگ!“

ہم نے اسے کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو! اس نے کہا میں یہ نہیں کہہ سکتا! کسی نے کہا کیوں؟ کہا:

”(حضرت) ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو برا بھلا کہنے کی وجہ سے۔“

نوٹ: اس کی سند جید ہے سوائے شعیب بن صفوان کے کہ اس میں اختلاف ہے حافظ ابن حجر نے ساری تفصیل کے بعد یہ طے کیا ہے کہ یہ مقبول ہے۔

۱۱۔ خلف بن حوشب کہتے ہیں مدائن میں ایک آدمی کا انتقال ہوا۔ جب اس کا منہ کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا اور کچھ لوگ اٹھ کھڑے تھے اور کچھ بیٹھے تھے تو کپڑا ہلا۔ کپڑا ہٹایا گیا تو مُردے نے کہا:

”کچھ لوگ ہیں جنہوں نے مدائن کی اس مسجد میں اپنی ڈاڑھیاں کالی کیں یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر لعنت کرتے تھے اور ان سے براءت کا اعلان کرتے تھے، جو فرشتے میری روح قبض کرنے آئے ہیں وہ ان لوگوں پر لعنت کر رہے ہیں اور ان سے براءت کا اظہار کر رہے ہیں۔“

ہم نے کہا: اے فلاں شاید تم بھی اسی وجہ سے کسی مصیبت میں ہو؟ کہا: استغفر اللہ، استغفر اللہ..... پھر وہ ایسے خاموش ہو گیا جیسے کنکریاں پھینک دی گئی ہوں۔
نوٹ: اس کی سند حسن ہے۔

۱۲۔ ابوالخصیب کہتے ہیں: میں خازر میں تھا اور جہاں کسی کی موت فوت کی خبر سنتا اسے کفن دیتا۔ ایک آدمی آیا اور کہا یہاں ایک میت ہے اور اس کے لئے کفن نہیں ہے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا میرے ساتھ چلو! ہم اس کے پاس پہنچے تو لوگ بیٹھے تھے اور درمیان میں میت رکھی تھی، میت کے پیٹ پر ایک اینٹ یا مٹی کا ڈھیلا رکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا غسل شروع نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا اس کا کفن نہیں ہے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا چلو۔ ہم گئے اور اس کے لئے کفن لے آئے۔ میرا ساتھی چلا گیا مگر میں وہیں بیٹھ گیا۔ اچانک مُردہ اچھلا اور اینٹ اس کے پیٹ سے نیچے گر پڑی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا:

النَّار! النَّار! آگ! آگ!

میں نے کہا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہو! اس نے کہا:

”اب مجھے اس کے پڑھنے کا کوئی فائدہ نہیں، اللہ تعالیٰ کوفہ کے مسخ شدہ

لوگوں پر لعنت کرے انہوں نے مجھے ورغلا یا حتی کہ میں نے

(حضرت) ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کو برا کہا۔“

پھر وہ گر کر مر گیا۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اسے کفن نہیں دیتا۔ میں اٹھا اور کفن ساتھ

لے آیا۔ پھر ابن ہبیرۃ الاکبر نے پیغام بھیجا کہ یہ واقعہ مجھے بتاؤ! تو میں نے ان سے بیان کیا۔

نوٹ: اس کی سند میں ایک راوی وضاح بن حسان انباری کمزور ہے لیکن اگر اس روایت کو اگلی روایت کے شاہد کے طور پر لیا جائے تو اس حیثیت میں مقبول ہے۔

۱۳۔ بشیر ابو الخصب کہتے ہیں میں ایک خوش حال تاجر تھا اور مدائن کسری میں رہتا تھا۔ یہ طاعون ابن ہبیرہ کے زمانہ کی بات ہے کہ میرے پاس اشرف نامی ایک مزدور آیا اور کہا: مدائن کے ایک محلہ میں ایک آدمی فوت ہو گیا ہے جس کے لئے کفن میسر نہیں ہے۔ میں اپنے چوپائے پر سوار ہوا اور اس محلے میں پہنچا تو مجھے ایک ایسے فوت شدہ آدمی کے پاس لے جایا گیا جس کے پیٹ پر ایک اینٹ رکھی تھی اور اس کے ارد گرد اس کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ آدمی اتنا عبادت گزار تھا، اس کی یہ یہ فضیلت تھی۔ میں نے ایک آدمی کو اس کے کفن کے لئے بھیجا، ایک قبر کھودنے والے کی طرف بھیجا کہ وہ قبر کھودے۔ پھر ہم نے اینٹیں جوڑیں اور اس کے غسل کے لئے پانی گرم کرنے لگے۔ ہم اسی کام میں مشغول تھے کہ وہ مردہ کو دکراٹھا اینٹ اس کے پیٹ سے نیچے گر پڑی اور وہ ہائے ہلاکت، ہائے تباہی پکارنے لگا۔

اس کا یہ حال دیکھ کر اس کے کچھ ساتھی تو دور ہٹ گئے مگر میں اس کے قریب گیا اور اس کے بازو سے پکڑ کر اسے جھنجوڑا اور پوچھا تم نے کیا دیکھا ہے؟ کیا ماجرا ہے؟ تو اس نے کہا:

”میں کوفہ کے کچھ مسخ شدہ عقیدے والے لوگوں کی صحبت میں رہا، انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کو برا کہنے اور ان سے برائت کے اظہار کے سلسلہ میں مجھے اپنا ہم نوا بنا لیا۔“

میں نے کہا تو تم اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور اس عقیدے کو چھوڑ دو! اس نے کہا:

”اب معافی مانگنا میرے لئے مفید نہیں ہے، مجھے میرے جہنم کے ٹھکانے کی طرف لے جا کر وہ مجھے دکھایا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر نہیں وہ کچھ بتاؤ جو دیکھا ہے پھر اپنے اس ٹھکانے کی طرف لوٹ آنا۔“

مجھے معلوم نہیں کہ جب دوبارہ مرا تو اپنی بیان کے مطابق پہلی حالت پہ لوٹا یا نہیں۔ بہر حال میں نے کفن کا انتظار کیا، جب کفن آ گیا تو میں نے کفن لے کر کہا نہ تو میں اسے کفن دوں گا، نہ غسل دوں گا اور نہ ہی اس کا جنازہ پڑھوں گا۔ اس کے بعد میں لوٹ آیا۔

بعد میں مجھے بتایا گیا کہ جو لوگ اس کے ساتھ بیٹھے تھے انہوں نے اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے کام نمٹائے۔ اور جن لوگوں نے اس کی باتیں سنی تھیں ان سے کہا یہ شیطان کا حملہ تھا جو اس کی زبان پر بول رہا تھا۔

اس واقعہ کے ایک راوی خلف کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو خصیف! یہ واقعہ جو آپ نے ہم سے بیان کیا ہے کیا یہ آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا ہے۔ خلف کہتے ہیں میں نے اہل علم سے خلف کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس کی تعریف کی۔

نوٹ: اس کی سند حسن ہے اور پچھلی روایت اس کی شاہد ہے۔

۱۴۔ یہی واقعہ خلف نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بھی بیان کیا ہے۔

نوٹ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔

۱۵۔ عمیر بن جندب:

عامر کہتے ہیں میں قبیلہ جہینہ کی آبادی میں گیا۔ ایک احاطہ میں ایک بزرگ بیٹھے تھے میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں ہمارا ایک آدمی بیمار ہوا، اس پر بے ہوشی طاری ہوئی تو ہم نے اسے مردہ سمجھ کر اس پر کپڑا ڈال دیا اور اس کی قبر کھودنے کے انتظامات شروع کر دیئے۔ ہم اس کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہا: جب تم نے مجھے بے ہوش سمجھا اس وقت میرے پاس آنے والے آئے اور انہوں نے کہا:

فَقِيلَ لِي أُمَّكَ هَبْلٌ أَلَا تَرَى إِلَى حُفْرَتِكَ تُنْتَلِ

وَ قَدْ كَادَتْ أُمَّكَ تَشْكَلُ أَرَأَيْتَ إِنْ حَوَّلْنَاهَا عَنْكَ بِمُحَوَّلٍ

ثُمَّ قَدَفْنَا فِيهَا الْقُصْلَ الَّذِي مَشَى وَ أَجْزَلُ

أَتَشْكُرُ لِرَبِّكَ، وَ تُصَلِّ وَ تَدْعُ سَبِيلَ مَنْ أَشْرَكَ وَ أَضَلَّ

”پس مجھ سے کہا گیا کہ تیری ماں ہبل ہے، دیکھتے نہیں ہو کہ تمہاری قبر

کھودی جا رہی ہے۔ قریب ہے کہ تیری ماں تجھے روئے، تیرا کیا خیال

ہے اگر ہم موت کو تجھ سے پھیر دیں اور اس قبر میں اس قُصْل کو ڈال دیں،

جو ابھی ابھی یہاں سے گذرا ہے تو تو اپنے پروردگار کا شکر ادا کرے گا اور
شرک و گمراہی کا راستہ چھوڑے گا۔“

میں نے کہا: ہاں! تو مجھے چھوڑ دیا گیا۔ پس تم دیکھو کہ قُصَل کہاں ہے؟
ساتھیوں نے بتایا کہ اس ابھی ابھی یہاں سے گذرا ہے۔ اسے دیکھنے کے لئے گئے تو وہ
مرچکا تھا۔ چنانچہ اس آدمی کی قبر میں قُصَل ہی دفن کیا گیا اور یہ آدمی زندہ رہا حتیٰ کہ اسلام کا زمانہ پایا۔
نوٹ: اس کی سند حسن ہے۔ یہ قصہ ابن الاثیر نے النہایۃ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اگر اس کی سند
میں مجالد نہ ہوتے تو یہ جید تھی۔

۱۶۔ ایک دوسری سند کے ساتھ بھی یہی اوپر والا واقعہ مروی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ شعبی
کہتے ہیں میں نے خود جہینہ کے اس آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے اور بتوں کو برکتے ہوئے سنا دیکھا۔
۱۷۔ ایک اور سند سے شعبی ہی کی زبانی یہ قصہ منقول ہے مگر اس میں اشعار ذرا مختلف
ہیں۔ ایک شعر اس طرح ہے:

ثُمَّ قَدَفْنَا فِيهَا الْقُصْلَ ثُمَّ مَلَأْنَا هَا عَلَيْهِ بِالْجُنْدِ
إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَفْعَلَ

”پھر ہم نے اس قبر میں قُصَل کو ڈال دیا ہے، پھر اس پر پتھر ڈال کر اسے

بھر دیا ہے۔ بے شک اس کا گمان یہ تھا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔“

راوی کہتے ہیں حسن بن عبدالعزیز نے اس شعر میں ایک مصرعہ یہ بھی بتایا کہ:

أَتُوْنِي بِالنَّبِيِّ الْمُرْسَلِ

”کیا تو نبی مُرْسَل پر ایمان لائے گا“

فائدہ: علامہ فیروز آبادی نے المحیط میں یہی واقعہ ذکر کیا ہے اس میں قبیلہ جہینہ کے جس آدمی کا
یہ واقعہ ہے اس کا نام عمیر بن جندب بتایا گیا ہے۔ یہ بھی ہے کہ قُصَل جہینہ والوں کے چچا زادوں
میں سے تھا۔ اس کا انتقال اس واقعہ کے تین دن بعد ہوا۔ اور عمیر اس کے بعد طویل مدت زندہ
رہا، کئی شادیاں کیں اور اولاد بھی ہوئی۔

۱۸۔ ماں کے گستاخ کا انجام:

داود بن شایبہ اور ایک آدمی سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک پانی کے پاس سے گزرے جو بصرہ اور ہمارے درمیان تھا۔ وہاں ہم نے گدھے کی آواز سنی۔ وہاں کے لوگوں سے پوچھا یہ آواز کیسی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ

”یہاں ایک آدمی تھا، جب اس کی ماں اس سے کوئی بات کہتی تو وہ اسے کہتا: گدھے کی طرح آواز نکال، تو وہ آدمی جب سے مرا ہے روزانہ اس کی قبر سے گدھے کی آواز آتی ہے۔“

نوٹ: یہ سند اپنے شواہد کی وجہ سے حسن ہے۔ یہی روایت مصنف نے اپنی کتاب مجابی الدعویٰ میں اور ابن جوزی نے اپنی کتاب البر والصلۃ میں بھی ذکر کی ہے۔ اگر اس کی سند میں ایک راوی کا تردد نہ ہوتا تو اس کی سند جید تھی۔ اگلی روایت کی سند کمزور ہے مگر وہ اس کی شاہد کے طور پر مفید ہے۔

۱۹۔ مجاہد کہتے ہیں مجھے ایک قبیلہ کے ہاں کوئی کام تھا۔ اس کی طرف جا رہا تھا کہ راستہ میں اچانک ایک گدھے نے زمین سے باہر سر نکالا، میرے سامنے اس نے تین دفعہ اپنی آوازیں نکالیں اور پھر سر زمین میں چھپا لیا۔

جب میں ان لوگوں کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا کیا وجہ ہے کہ تمہارا چہرہ بدلا ہوا لگتا ہے؟ میں نے انہیں واقعہ بتایا تو انہوں نے کہا آپ کو معلوم ہے یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! انہوں نے بتایا کہ

”یہ ہمارے قبیلہ کا ایک لڑکا تھا، یہ فلاں خیمہ میں اس کی ماں رہتی ہے۔ جب ماں اسے کوئی کام کہتی تو یہ اسے کوستا اور برا بھلا کہتا تھا اور ماں اسے کہتی تو تو گدھا ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ اپنی ماں کے سامنے گدھے کی طرح چنگھاڑا بھی۔ جس دن وہ لڑکا فوت ہوا اور ہم نے اسے دفن کیا ہے اسی دن سے وہ روزانہ اپنے دفن ہونے کے وقت اس قبر سے منہ نکال کر ماں کے خیمے کی طرف منہ کر کے تین آوازیں نکالتا ہے اور منہ اندر کر لیتا ہے۔“

۲۰۔ عبد اللہ بن ابی ہذیل کہتے ہیں کہ
 ”ایک آدمی ایسا تھا کہ جب اس کی ماں اسے کوئی کام کہتی تو وہ اس کے
 سامنے تین دفعہ گدھے کی طرح چنگھاڑ دیتا اور اس کی ماں اسے کہتی تو تو
 گدھا ہے۔ جب وہ آدمی مر گیا تو روزانہ عصر کے بعد وہ اپنی قبر سے اپنا
 گدھے جیسا سر سینے تک باہر نکالتا تین دفعہ گدھے کی طرح چنگھاڑتا اور
 پھر قبر میں چلا جاتا۔“

نوٹ: اس کی سند میں ایک راوی محمد بن مغیرۃ انتہائی ضعیف ہے۔

۲۱۔ مرے ہوئے گدھے کا زندہ ہونا:

شعبی کہتے ہیں یمن سے کچھ لوگ فی سبیل اللہ سفر کر کے آئے۔ راستہ میں ان میں سے
 ایک کا گدھا مر گیا۔ دوسروں نے کہا تم ہمارے ساتھ آ جاؤ! اس نے اس سے انکار کر دیا۔ وضو کیا،
 نماز پڑھی اور یوں دعا مانگی:

”اللَّهُمَّ إِنِّي جِئْتُ مِنَ الدَّيْنِيَّةِ مُجَاهِدًا فِي سَبِيلِكَ وَ
 ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَإِنِّي أَشْهَدُ أَنَّكَ تُحْيِي الْمَوْتَى وَتُبْعِثُ مَنْ
 فِي الْقُبُورِ لَا تَجْعَلْ لِأَحَدٍ عَلَيَّ مِنْتَةً وَإِنِّي أَطْلُبُ إِلَيْكَ أَنْ
 تَبْعَثَ لِي حِمَارِي“

”اے اللہ! میں آپ کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے اور آپ کی رضا
 مندی کی طلب میں دینینہ سے آیا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
 مردوں کو زندہ کریں گے اور قبروں والے سبھی مردوں کو زندہ کر کے
 اٹھائیں گے، آپ مجھے کسی کے زیرِ احسان نہ کریں، میں آپ سے
 درخواست کرتا ہوں کہ میرے گدھے کو زندہ کر دیں۔“

پھر وہ گدھے کی طرف گیا اسے لاشی سے ہلکا راتو وہ کان جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑا
 ہوا۔ اس نے اس پر زین رکھی، لگام لگائی اور سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔ انہوں نے پوچھا
 کیا ہوا؟ تو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا گدھا زندہ کر دیا۔

شعبی کہتے ہیں میں نے اس گدھے کو کناسہ میں فروخت ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔

نوٹ: اس کی سند صحیح ہے۔ یہ روایت مصنف کی کتاب مجابی الدعوة میں بھی موجود ہے۔
امام بیہقی نے اپنی دلائل میں بھی ذکر کی ہے اور ابن کثیر نے البدایہ ۶/۱۷۶ میں بھی۔
۲۲۔ ابوسبرہ نخعی سے بھی اسی طرح کا واقعہ منقول ہے۔

نوٹ: اس کی سند صحیح ہے۔ اسے بیہقی نے دلائل ۶/۳۸ میں اور ابن اثیر نے البدایہ
۶/۱۷۵ میں روایت کیا ہے۔ محکم البلدان میں بھی یہ واقعہ بغیر سند کے معلقاً مذکور ہے۔

۲۳۔ مسلم بن عبد اللہ بن شریک نخعی کہتے ہیں اوپر جس آدمی کے گدھے کے زندہ ہونے کا
واقعہ مذکور ہے وہ آدمی نخع سے تھا اور اس کا نام نباتہ بن یزید تھا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جہاد
کے لئے نکلا تھا۔ جب شن عمیرہ پر پہنچا تو اس کا گدھا مر گیا۔ آگے اوپر والی تفصیل ہے۔ البتہ اتنی
بات زیادہ ہے کہ اس آدمی نے وہ گدھا کناسہ میں بیچا۔ کسی نے اس سے کہا اللہ تعالیٰ نے تمہارا جو
گدھا زندہ کیا ہے اسے بیچتے ہو؟ اس نے کہا: کیسے بیچوں۔ اور تین اشعار بھی کہے جس میں سے
ایک مجھے یاد ہے۔

وَمِنَ الَّذِي أَحْيَا إِلَهُ حِمَارَهُ
وَقَدْ مَاتَ مِنْهُ كُلُّ عَضْوٍ وَ مَفْصَلٍ

”اور ہم ہی میں وہ آدمی ہے جس کے گدھے کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا

حالانکہ اس کا ہر عضو اور ہر جوڑ مر چکا تھا۔“

نوٹ: اس روایت کو امام بیہقی نے مصنف کے طریق سے اور ابو بکر بن درید نے الاخبار المشورة
میں ابن الکلبی کے طریق سے ذکر کیا ہے۔ اس کی سند کاراوی ہشام بن محمد بن سائب متروک ہے
اور اس کا والد متہم ہے مگر یہاں یہ روایت سابقہ روایت کے شاہد کے طور پر قابل قبول ہے۔

۲۴۔ شہادت کے بعد جنگ میں شریک ہونا:

ابو عبد اللہ شامی کہتے ہیں جب ہم روم پر چڑھائی کر رہے تھے تو ہم میں سے کچھ لوگ
دشمن کا پیچھا کرتے ہوئے نکلے۔ ان میں سے دو آدمی الگ ہو گئے۔ وہ دو بیان کرتے ہیں کہ ہمیں
ایک رومی بوڑھا ملا جو ایک گدھے کو ہانکے چلا آ رہا تھا۔ گدھے پر اس کی زین بھی تھی کجاوہ بھی اور
سامان بھی۔ جب اس نے ہمیں دیکھا تو اپنی تلوار سنبھالی اور گدھے پر وار کیا۔ اس کی تلوار زین،
کجاوے، سامان اور گدھے کو کاٹی ہوئی زمین تک جا پہنچی۔ پھر اس نے ہماری طرف دیکھ کر کہا:
میرا کارنامہ دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں! اس نے کہا تو پھر سامنے آؤ! ہم نے اس پر حملہ کیا۔ تھوڑی

دیر ہماری اس سے لڑائی ہوئی اور اس نے ہم میں سے ایک کو قتل کر دیا۔ تو دوسرے سے اس نے کہا اپنے ساتھی کا انجام دیکھا ہے؟ اس نے کہا ہاں! یہ سن کر وہ دوسرا اپنے ساتھیوں سے جا ملنے کے لئے واپس لوٹ پڑا۔

وہ کہتا ہے میں جب واپس لوٹ رہا تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا: مجھے میری ماں روئے میرا ساتھی تو جنت میں پہنچ چکا ہے اور میں ساتھیوں کی طرف بھاگ رہا ہوں۔ بس پھر میں اس بوڑھے کی طرف واپس ہوا، گھوڑے سے اترا، ڈھال اور تلوار سنبھالی اور اس کی طرف چل پڑا۔ اس نے مجھ پر وار کیا جو خطا ہوا۔ پھر میں نے اس پر وار کیا، وہ بھی خطا ہوا۔ میں اپنے ہتھیار پھینک کر اس سے لپٹ گیا۔ اس نے زور لگایا اور مجھے زمین پر گرا کر میرے سینے کے اوپر چڑھ بیٹھا۔ ہ مجھے قتل کرنے کے لئے کوئی ہتھیار پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرا وہ ساتھی جو قتل ہو چکا تھا آیا اور اس کی گدی کے بالوں سے پکڑ کر اسے مجھ سے ہٹایا اور اسے قتل کرنے میں میری مدد کی چنانچہ ہم دونوں نے مل کر اسے قتل کر دیا۔

پھر ہم نے اس کا سامان اٹھایا اور چل پڑے۔ میرا وہ مقتول ساتھی میرے ساتھ باتیں کرتا ہوا ساتھ ساتھ چلتا رہا حتیٰ کہ ایک درخت کے پاس پہنچا تو وہ اسی طرح مقتول لیٹ گیا جس طرح پہلے تھا۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا، ان سے واقعہ بیان کیا تو ان سب نے آ کر اسے وہاں دیکھا۔

نوٹ: اس روایت کا ایک راوی داود بن سلیمان انتہائی کمزور ہے۔

۲۵۔ قاضی کا کان:

عطاء خراسانی کہتے ہیں بنی اسرائیل کا ایک آدمی چالیس سال تک تاضی رہا۔ جب اس کی موت قریب آئی اور وہ بیمار ہوا تو اس نے اپنے اقرباء سے کہا مجھے لگتا ہے کہ میں اس بیماری میں مر جاؤں گا۔ اگر میں مر جاؤں تو مجھے چار یا پانچ دن اپنے پاس رکھنا۔ اگر اس دوران میرے حوالہ سے تمہیں کوئی چیز پریشان کرے تو تم میں سے ایک آدمی مجھے پکار کر اس کے بارے میں پوچھے۔

جب وہ مر گیا تو انہوں نے اسے تابوت میں بند کر کے رکھ دیا۔ تیسرے دن اس کی بدبو نے انہیں بہت پریشان کیا۔ ان کے ایک آدمی نے اسے پکار کر پوچھا: یہ بدبو کیسی ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بولنے کی اجازت ملی اور اس نے بتایا کہ:

”میں چالیس سال تمہارا قاضی رہا ہوں مجھے اس سارے عرصے کی کارروائی کے بارے میں کوئی اندیشہ نہیں تھا مگر ان دو آدمیوں کے معاملہ میں جو میرے پاس آئے اور ان میں سے ایک میں مجھے دلچسپی تھی۔ اس لئے میں اس کا بیان سننے کے لئے اس کی طرف والے اپنے کان کو اس کی طرف دوسرے کے مقابلے میں زیادہ متوجہ کرتا تھا، یہ بدبو اسی کان کی ہے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا وہ کان بند کر دیا اور وہ مر گیا۔

نوٹ: اس روایت کی سند حسن ہے۔

۲۶۔ فرشتوں کی گفتگو:

معمر العجمی کہتے ہیں یہ کوئی سن چھیا لیس ہجری کی بات ہے کہ ہم اپنے ایک مریض کے پاس بیٹھے تھے جسے عباد کہا جاتا تھا۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ یہ مر چکا ہے۔ بعض کہہ رہے تھے مر گیا ہے۔ بعض کا خیال تھا کہ اس کی روح لے جانی جا چکی ہے کہ اچانک اس نے اپنا ہاتھ اپنے سامنے کو پھیلا یا اور کہا کہ میرا باپ کہاں ہے ابھی تو تم ایک ساتھ تھے؟ پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ ہم نے کہا تم تو مر چکے تھے؟ اس نے کہا:

”میں نے بیت اللہ کے پاس فرشتوں کو لوگوں کے سروں کے اوپر گھومتے

دیکھا، ان میں سے ایک نے کہا: اپنے ان پر اگندہ حال وغبار آلود بندوں

کی بخشش فرمائیے جو دور سے آئے ہیں! ایک اور فرشتے نے اسے جواب

دیا کہ ان کی بخشش کر دی گئی ہے۔ پھر ایک فرشتے نے کہا اے مکہ والو اگر

باہر سے لوگ نہ آتے تو مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان آگ بھڑکتی۔“

پھر اس مریض نے کہا: مجھے بٹھاؤ! ساتھیوں نے اسے اٹھا کر بٹھایا تو اس نے کہا: او

لڑکے جاؤ اور ان کے لئے پھل لے کر آؤ! میں نے کہا ہمیں پھلوں کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

ہم میں سے ایک دوسرے کو کہنے لگا جیسا یہ کہہ رہا ہے اگر اس نے فرشتوں کو دیکھا ہوتا تو یہ زندہ نہ ہوتا۔ بس اسی وقت اس کے ناخن سبز ہو گئے اور ہم نے اسے لٹایا تو وہ مر چکا تھا۔
نوٹ: اس روایت کی سند میں معمر عقی کے حالات نہیں مل سکے، باقی سند جدید ہے۔

۲۷۔ موت کے فرشتے:

داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں میں ایسا بیمار ہوا کہ میں سمجھا بس موت آگئی ہے۔ میرے کمرے کا دروازہ میرے حجرے کے دروازے کے سامنے تھا اور میرے حجرے کا دروازہ میرے گھر کے دروازہ کے بالمقابل تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی میری طرف آرہا ہے۔ موٹی کھوپڑی والا، مضبوط کندھوں والا، گویا کہ ان لوگوں میں سے کوئی ہے جنہیں زط (جبشی) کہا جاتا ہے۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں نے اسے ان لوگوں جیسا سمجھا جو گارے مٹی کا کام کرتے ہیں۔ میں نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھی اور کہا: میری روح کافروں والا فرشتہ قبض کرے گا؟ میں نے سن رکھا تھا کہ کافروں کی روح کالے رنگ کا فرشتہ نکالتا ہے۔

”اسی دوران میں نے کمرے کی چھت کے کھلنے کی آواز سنی۔ پھر چھت اتنی کھلی کہ مجھے آسمان نظر آنے لگا۔ پھر ایک آدمی تراجم کا لباس سفید تھا، پھر اس کے پیچھے دوسرا آیا۔ ان دونوں نے اس کالے فرشتے کو ڈاٹا تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور دور سے مجھے گھورنے لگا۔ جبکہ یہ دوا سے ڈانٹتے رہے۔“
داؤد کہتے ہیں میرا دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو رہا تھا۔

”ان میں سے ایک میرے سر کی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی جانب۔ سروالے نے پاؤں کی جانب والے سے کہا: چھوؤو! تو اس نے میری انگلیوں کے درمیان چھوا اور کہا اس آدمی نے ان انگلیوں کے ذریعے بہت طواف کئے ہیں۔ پھر پاؤں والے نے سروالے سے کہا: چھوؤو! اس نے میرے جبروں کو چھوا اور کہا: یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنے والے ہیں۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا: اس کا ابھی وقت نہیں آیا، بعد میں! پھر چھت کھلی اور وہ چلے گئے اور چھت ویسی ہو گئی جیسے تھی۔“

نوٹ: اس روایت کی سند کے ایک راوی عمرو بن خالد منکر الحدیث ہے۔

۲۸۔ سقلیہ کے محاصرہ کے دوران کے ایک زخمی کا واقعہ:

ابو ادریس مدینی کہتے ہیں ہمارے پاس مدینہ کا ایک آدمی آیا اور ہم نے سرزمینِ روم میں سقلیہ کے مقام پر جہاد کیا۔ ہم نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو ہم تین آدمی ایک ساتھ تھے۔ میں، زیاد اور وہ مدینہ والا آدمی۔ اس محاصرہ کے دوران ایک دن ہم نے اپنے ایک آدمی کو کھانے کے لئے بھیجا تنے میں منجیق کا ایک گولہ آکر زیاد کے قریب گرا۔ اس سے ایک ٹکڑا الگ ہو کر زیاد کے گھٹنے پا آگیا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ میں نے اسے اپنی طرف کھینچا اور میرا ساتھی بھی آگیا ہم مل کر اسے ایسی جگہ لے گئے جہاں نہ تیرا سکتا تھا نہ منجیق۔ دن کا پہلا حصہ ہم نے وہیں گزارا۔ پھر وہ اچانک ہنسنے لگا حتیٰ کہ اس کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ پھر وہ خاموش ہو گیا، پھر رونے لگا حتیٰ کہ آنسو بہنے لگے۔ پھر خاموش ہو گیا، پھر دوسری بار ہنسا، پھر دوسری بار رویا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد باحوش وحواس اٹھ کر بیٹھ گیا اور کہا میں یہاں کیوں ہوں؟ ہم نے کہا کیا آپ کو اپنے معاملے کا علم نہیں ہے؟ کہا نہیں۔ ہم نے کہا کیا آپ کو منجیق کا وہ گولہ یاد نہیں جو تمہارے پاس گرا تھا؟ اس نے کہا: کیوں نہیں؟ یاد ہے! ہم نے کہا: اس کا کوئی حصہ تمہیں لگا اور تم بے ہوش ہو گئے تھے اور ہم نے آپ کا یہ معاملہ بھی دیکھا ہے۔ اس نے کہا ہاں میں تمہیں بتاتا ہوں۔

”مجھے زبرد یا قوت کے محل کی طرف لے جایا گیا، پھر مختلف سمت میں بچھی ہوئی قالینوں کی طرف لے جایا گیا جن کے کناروں پر تکیے لگے ہوئے تھے۔ جب میں ایک غالیچے پر بیٹھ چکا تو میں نے اپنی بائیں طرف سے زیوروں کی جھنکار سنی، اتنے میں ایک عورت برآمد ہوئی میں نہیں جانتا کہ وہ عورت زیادہ خوب صورت تھی یا اس کا لباس یا زیور۔ وہ آسمان کی سمت دیکھنے لگی، جب میرے سامنے آئی تو یوں خوش آمدید کہا: اس بے وفا کو خوش آمدید جو اللہ تعالیٰ سے ہمیں نہیں مانگتا تھا حالانکہ ہم فلائی کی طرح نہیں ہیں۔ یعنی دنیاوی بیوی کی طرح۔ جب اس نے دنیا والی بیوی کے اوصاف ذکر کئے تو مسکرائی اور آکر میرے دائیں طرف بیٹھ گئی۔ میں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا: میں تمہاری بیوی کی سوکن ہوں۔ جب میں نے اپنا ہاتھ کھینچا تو اس نے کہا: اسے یہیں رہنے دو تم ظہر کے

وقت ہمارے پاس آنے والے ہو۔ جب وہ اپنی بات سے فارغ ہوئی تو میں رو پڑا۔ پھر میں نے اپنی بائیں طرف ایک آواز سنی، دیکھا تو اس جیسی ایک اور عورت ہے۔ اس نے بھی اسی طرح کیا جس طرح پہلی نے کیا تھا۔ اس نے بھی جب دنیا والی عورت کا ذکر کیا تو مسکرائی اور میرے بائیں جانب بیٹھ گئی۔ میں نے اپنا ہاتھ کھینچا تو کہا: اسے یہیں رہنے دو تم ظہر کے وقت ہمارے پاس آنے والے ہو۔ میں رو پڑا۔“

ابو ادریس کہتے ہیں ہمارا یہ ساتھی ہمارے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہا حتیٰ کہ جب مؤذن نے اذان دی تو انتقال کر گیا۔

عبدالکریم کہتے ہیں یہ واقعہ ایک آدمی ہمیں ابو ادریس مدینی کے حوالہ سے سنایا کرتا تھا۔ پھر جب ابو ادریس آئے تو اس نے مجھ سے کہا اگر ابو ادریس سے سننا چاہتے ہو تو سن لو۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور خود ان کی زبانی سنا۔

نوٹ: اس روایت کی سند میں ابو ادریس کے حالات نہیں مل سکے باقی سند حسن ہے۔ یہ روایت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد، رقم: ۱۴۵ میں بھی نقل کی ہے۔

۲۹۔ مقتول کے سر کا خطاب:

عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں پچھلی اقوام میں سے چند نوجوان سلطنت روم میں جاتے اور وہاں سے کچھ کما کر لے آتے۔ وہیں قید ہو گئے۔ سب کو ایک ساتھ بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ بادشاہ نے انہیں اپنا دین قبول کرنے کو کہا۔ انہوں نے کہا: نہیں، ہم یہ نہیں کر سکتے، ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے۔ بادشاہ نے اپنے کارندوں سے کہا انہیں قابو رکھو۔ پھر وہ نہر کے کنارے ایک ٹیلے پر جا بیٹھا اور انہیں بلایا۔ ان میں سے ایک کی گردن اڑائی تو وہ نہر میں جا گرا لیکن اس کے سر نے اس کے سامنے کھڑے ہو کر اس کے سامنے یہ کہا: يَا كَيْتَهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۱۶﴾ اَرْجِعِيْ اِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۱۷﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ ﴿۱۸﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۱۹﴾ ”اے مطمئن نفس اپنے پروردگار کی طرف لوٹ آ، اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پس تو میرے بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا“ یہ ماجرا دیکھ کر بادشاہ اور اس کے کارندے ڈر کر بھاگ گئے۔

نوٹ: اس روایت کی سند میں ابو یعقوب حسینی اور عبدالرحمن بن زید دوراوی کمزور ہیں۔

۳۰۔ مشقوں کے سرہانے دف بجانے والیاں:

عبدالواحد بن زید کہتے ہیں ایک جنگ میں جب ہم دشمن کے ساتھ لڑائی سے فارغ ہوئے تو ہمارا ایک ساتھی گم تھا۔

”ہم نے اسے تلاش کیا تو وہ ہمیں درختوں کے ایک جھنڈ میں قتل کیا ہوا ملا۔ اس کے ارد گرد نو جوان لڑکیاں تھیں جو اس کے سرہانے دف بجا رہی تھیں جب انہوں نے ہمیں دیکھا تو وہ درختوں کے جنگل میں غائب ہو گئیں، پھر ہم نے انہیں کہیں نہ دیکھا۔“

نوٹ: اس روایت کی سند میں عبدالواحد بن زید بہت بڑے عبادت گزار و پرہیزگار بلکہ عبادت گزاروں کے پیشوا ہیں مگر حدیث میں کمزور ہیں۔

۳۱۔ قبر میں سے سلام کا جواب:

عطاف بن خالد کہتے ہیں میری خالہ نے بتایا کہ میں ایک دن شہداء کی قبرستان میں گئی۔ اور وہ باقاعدہ جایا کرتی تھیں۔ وہاں جا کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہری اور جتنی اللہ تعالیٰ نے چاہا میں نے نماز پڑھی۔ اس وقت اس وادی میں نہ کوئی بات کہنے والا کوئی موجود تھا نہ سننے والا، سوائے اس ایک لڑکے کے جو میری سواری کی لگام پکڑے کھڑا تھا۔ جب

”میں نے نماز سے فارغ ہوتے ہوئے السلام علیکم کہا تو میں نے اس کا جواب زمین کے نیچے سے ایسی آواز میں سنا جسے میں اس طرح جانتی تھی جس طرح میں یہ جانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا ہے اور جیسے میں رات اور دن کو پہنچانتی ہوں۔“

اس سے میرے جسم کا ایک ایک بال کھڑا ہو گیا۔

نوٹ: اس روایت کی سند حسن ہے۔ یہ واقعہ امام بیہقی نے دلائل النبوة ۳/۸۰۳ میں مصنف کے طریق سے ذکر کیا ہے۔ اس میں خالد کی خالہ کے حالات معلوم نہیں۔

۳۲۔ منکر نکیر کے سوالوں کے جوابات کا سنائی دینا:

یزید بن طریف کہتے ہیں میرا بھائی فوت ہو گیا۔ جب اسے دفن کیا گیا اور لوگ اسے دفن کر کے لوٹ گئے تو میں نے اپنا سرا اس کی قبر پر رکھ دیا۔

”اس دوران میں نے ایک کمزور آواز سنی جسے میں پہچانتا تھا کہ یہ میرے بھائی کی آواز ہے۔ وہ کہہ رہا تھا: اللہ! پھر اسے کسی نے کہا: تیرا دین کیا

ہے؟ اس نے کہا: اسلام“

نوٹ: اس روایت کی سند حسن ہے۔

۳۳۔ علاء بن عبدالکریم کہتے ہیں ایک آدمی فوت ہوا۔ اس کا ایک بھائی تھا جس کی نگاہ کمزور تھی۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ہم نے بھائی کو دفن کیا۔ جب لوگ چلے گئے تو میں نے اپنا سرا اس کی قبر پر رکھ دیا۔

”مجھے قبر کے اندر سے آواز آنے لگی کوئی پوچھ رہا تھا: تیرا رب کون ہے؟

تیرا نبی کون ہے؟ پھر میں نے اپنے بھائی کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا: اللہ!

پھر کسی اور نے اس سے پوچھا: تیرا دین کیا ہے؟ اس نے کہا: اسلام“

نوٹ: اس روایت کی سند بھی حسن ہے۔

۳۴۔ سورۃ السجدہ اور سورۃ الملک:

حسن بن دینار کہتے ہیں ثابت بنانی اور ایک دوسرا آدمی مطرف بن عبداللہ بن شخیر کی عیادت کے لئے گئے تو اسے غشی میں پایا۔ اسی دوران اس سے تین نور چمکے ایک اس کے سر سے ایک اسکے سینے سے اور ایک پاؤں سے۔ اس صورت حال نے ہمیں حیران کر دیا۔

جب اسے افاقہ ہوا تو ہم نے کہا: اے عبداللہ تمہارا کیا حال ہے؟ ہم نے تو آپ سے

ایسی چیز دیکھی ہے جس نے ہمیں حیران کر دیا ہے۔ اس نے کہا کیا ہوا؟ ہم نے اسے صورت حال

بتائی۔ اس نے کہا واقعی تم نے یہ دیکھا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں!

اس نے کہا:

”یہ سورۃ الم تنزیل السجدۃ تھی جو کہ اُن تیس آیات پر مشتمل ہے۔ اسی کا اول

حصہ میرے سر پر چمکا، درمیان حصہ میرے سینہ پر اور آخری حصہ پاؤں پر! اور یہ سورۃ اوپر گئی ہے میری سفارش کرنے کے لئے اوپر گئی ہے۔ اور یہ سورۃ تبارک الذی ہے جو میری پہرہ داری کر رہی ہے۔“

اس کے بعد اس کی روح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نوٹ: اس روایت کی سند میں حسن بن دینار ضعیف ہے مگر ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ۲/۲۰۶ میں یہ واقعہ ایک دوسرے طریق سے نقل کیا ہے جس میں کوئی ضعیف نہیں ہے۔

۳۵۔ مورق عجلی فرماتے ہیں ہم ایک آدمی کی عیادت کے لئے گئے تو اس پر بے ہوشی طاری تھی۔ اس کے سر سے ایک نور نکلا جو چھت کی طرف گیا اور اسے پار کر گیا۔ پھر اس کی ناف سے ایک نور نکل کر اسی طرح اوپر چلا گیا، پھر اس کے پاؤں سے ایک نور نکلا اور چھت کے پار چلا گیا۔ پھر اسے افاقہ ہوا تو ہم نے پوچھا کیا تمہیں اپنے معاملے کا علم ہے؟ اس نے کہا:

”ہاں جو نور میرے سر سے نکلا وہ سورۃ السجدہ کی پہلی چودہ آیات تھیں، جو

میرے وسط سے نکلا وہ آیت سجدہ تھی اور جو نور میرے پاؤں کی جانب سے نکلا وہ اس سورۃ کا آخر تھا۔ یہ سب آیات میری شفاعت کرنے گئی ہیں اور سورۃ تبارک الذی میرے پاس میری حفاظت کر رہی ہے۔ میں ہر رات یہ دو سورتیں پڑھا کرتا تھا۔“

نوٹ: اس کی سند میں عصام بن طلحہ نامی راوی کمزور ہے۔

۳۶۔ روحوں کا شہر:

ابو ایوب الیمانی اپنے قبیلے کے ایک عبد اللہ نامی آدمی سے نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ میں اور قوم کے کچھ اور آدمیوں نے سمندر کا سفر کیا۔ سفر کے دوران کئی دن سمندر میں ہم پر اندھیرا چھایا رہا۔ جب ہم سے یہ اندھیرا ہٹا تو ہم ایک آبادی کے قریب تھے۔ میں پانی کی تلاش میں کشتی سے باہر نکل کر آبادی کی طرف گیا تو دیکھا کہ وہاں گھروں کے دروازے بند ہیں اور ان کے اندر ادھر سے ادھر ہوا اُڑ رہی ہے۔ میں نے ان گھروں میں آوازیں لگائیں مگر کسی نے جواب نہ دیا۔

اتنے میں دو سوار آتے دکھائی دیئے جن کے نیچے سفید سواریاں تھیں۔ انہوں نے مجھ سے معاملہ پوچھا تو میں نے انہیں سمندر میں پیش آنے والی صورتِ حال بتائی اور یہ بھی کہ اب میں پانی کی تلاش میں نکلا ہوں۔ انہوں نے کہا اے عبداللہ! اس گلی میں چلتے جاؤ، اس کے آخر میں ایک کنواں آئے گا اس میں پانی ہوگا، وہاں سے پانی نکال لینا! اور اس کنویں میں جو کچھ نظر آئے اس کی وجہ سے گھبرانا نہیں ہے۔ پھر میں نے ان سے ان گھروں کے بارے میں پوچھا جن کے دروازے بند تھے اور اندر ہوا اڑ رہی تھی؟ انہوں نے بتایا کہ یہ مرجانے والوں کی روحوں کے گھر ہیں۔

پھر میں اس گلی کے آخر میں گیا تو وہاں ایک کنواں تھا جس میں ایک آدمی لٹکا ہوا تھا جو اپنا سراٹھا کر اپنے ہاتھ سے پانی لینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پانی اس کے ہاتھ میں نہیں آ رہا تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پکار کر کہا اے عبداللہ مجھے پانی پلا دو! میں نے اپنا پیالہ پانی میں ڈالا تا کہ اسے پانی پلاؤں لیکن میرے دونوں ہاتھ جکڑ دیئے گئے۔ اس نے مجھے کہا: تم اپنی پگڑی بھگو کر میری طرف ڈال دو! میں نے اپنی پگڑی بھگوئی تاکہ اس کی طرف پھینکوں مگر اب بھی میرے ہاتھ جکڑ دیئے گئے۔

میں نے کہا اے اللہ کے بندے! جو میں نے کیا وہ تو نے دیکھ لیا۔ میں نے تجھے پانی پلانے کے لئے پیالہ پانی میں ڈالا تو میرے ہاتھ جکڑے گئے، پھر اپنی پگڑی بھگوئی تاکہ تیری طرف پھینکوں تو بھی میرے ہاتھ جکڑ دیئے گئے، اب تم ہی بتاؤ کہ تمہارا معاملہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں آدم علیہ السلام کا وہ بیٹا ہوں جس نے سب سے پہلے زمین میں خون بہایا تھا۔

نوٹ: اس روایت کی سند کا ایک راوی عبدالملک بن قدامہ ضعیف ہے۔

۷۳۔ ایک مقروض شخص کی روح سے ملاقات:

شیمان بن حسن کہتے ہیں میرے والد اور عبدالواحد بن زید جہاد کے ارادہ سے نکلے۔ دوران سفر وہ ایک کھلے اور گہرے کنویں پر پہنچے۔ انہوں نے اپنی رسیاں جوڑ کر ڈول کنویں میں ڈالا لیکن وہ کنویں میں گر گیا۔ پھر انہوں نے سب ساتھیوں کی رسیاں جوڑیں اور ایک آدمی کنویں میں اترے۔ جب وہ کنویں میں کچھ نیچے گیا تو اس نے کوئی مبہم سی آوازیں سنیں۔ وہ واپس آ گیا اور ساتھیوں سے کہا جو میں سنتا ہوں تمہیں بھی سنائی دے رہا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا مجھے کوئی لاٹھی پکڑاؤ! اس نے لاٹھی پکڑی اور کنویں میں اتر گیا۔ نیچے گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی تختیوں کے اوپر بیٹھا ہے اور نیچے پانی ہے۔ اس نے کہا: تم کوئی انسان ہو یا جن؟ اس نے کہا: انسان ہوں! اس نے کہا: تمہارا معاملہ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں انطاکیہ والوں میں سے ہوں، مجھے پچھلوں نے بھلا دیا ہے اور میرے پروردگار نے اس قرضہ کی وجہ سے جو میرے ذمہ تھا مجھے یہاں قید کر رکھا ہے۔ میری اولاد انطاکیہ میں ہے نہ وہ مجھے یاد کرتے ہیں نہ میرا قرض ادا کرتے ہیں۔

وہ آدمی کنویں سے باہر آیا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ جہاد کے بعد ایک اور جہاد ہے۔ ساتھیوں کو جانے دو! پھر وہ دونوں انطاکیہ گئے اور وہاں اس آدمی اور اس کی اولاد کے بارے میں پوچھا تو وہ مل گئے انہوں نے کہا واقعی وہ آدمی ہمارا والد ہے، ہم اپنی سب زمین بیچ چکے ہیں۔ انہوں نے کہا چلو ہم مل کر اس کا قرض ادا کرتے ہیں۔ وہ ان کے ساتھ ہوئے اور اس آدمی کا قرض ادا کیا۔

وہ کہتے ہیں پھر ہم واپس اس کنویں کی جگہ پہنچے تو وہاں نہ کنواں تھا نہ اس کا کوئی نشان۔ البتہ وہ آدمی ان کے خواب میں آیا اور اس نے کہا:

جَزَا كَمَا اللَّهُ خَيْرًا، فَإِنَّ رَبِّيَ حَوْلَ نَبِيِّ رَأَى مَوْضِعَ كَذَا وَ كَذَا مِنْ
الْجَنَّةِ حَيْثُ قُضِيَ دِينِي

”اللہ تعالیٰ تمہیں بہترین جزا عطا فرمائیں، جو نبی میرا قرض ادا کیا گیا

میرے پروردگار نے مجھے جنت کے ایسے ایسے مقام میں منتقل فرما دیا۔“

نوٹ: اس روایت کی سند کے راوی شعیب بن محرز اور شیمان بن حسن کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۳۸۔ سام بن نوح:

حضرت معاویہ بن قرۃ کہتے ہیں بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام سے کہا: اے روح اللہ و کلمتہ! بے شک سام بن نوح یہیں قریب ہی دفن ہے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ انہیں زندہ کریں۔ اللہ کے نبی نے اسے آواز دی، مگر کوئی جواب نہ آیا، پھر پکارا، کوئی شی نظر نہ آئی۔ لوگوں نے کہا دفن تو یہیں قریب ہی ہیں؟ اللہ کے نبی نے پھر آواز دی تو وہ کمزوری و بوڑھاپے کی شکل میں نمودار ہوا۔

لوگوں نے کہا: اے اللہ کے نبی ہمیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ جوانی کی عمر میں فوت ہوا تھا۔ یہ اس کی سفیدی کیوں ہے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا یہ سفیدی کیا ہے؟ میرا خیال ہے یہ چیخ کی وجہ سے ہے! پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔
نوٹ: اس روایت کی سند جید ہے۔

۳۹۔ کوفہ کی ایک خاتون:

احمد بن عدی طائی کہتے ہیں میں نے کوفہ کے ایک بزرگ سے سنا وہ کہتے تھے
”میں ایک خاتون کے جنازہ میں شریک ہوا۔ جب اسے قبر کے پاس لے گئے تو اس نے حرکت کی، لوگ اسے واپس لے آئے اور پھر ایک عرصہ تک زندہ رہی اور بچہ بھی جنا۔“

نوٹ: احمد بن عدی طائی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۴۰۔ فوت شدہ بچوں کا زندہ ہونا:

ثابت بنانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بنی اسرائیل کی ایک عورت تھی جو اپنے خاوند کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتی تھی۔ اس کے دو بیٹے کنویں میں گر کر مر گئے۔ اس خاتون نے انہیں کنویں سے نکلوایا، پاک صاف کروایا اور بستر پر لٹا کر ان پر کپڑا ڈلوادیا۔

پھر اس نے اپنے خادموں اور گھر کے لوگوں سے کہا کہ جب ان بچوں کے والد آجائیں تو تم ان کو اس بارے میں کچھ نہ بتانا، میں ہی ان سے بات چیت کروں گی۔

”جب بچوں کا باپ آیا تو اس کے سامنے کھانا رکھا۔ اس نے پوچھا بچے کہاں ہیں؟ اس نے کہا: آرام کر رہے ہیں۔ باپ نے کہا: نہیں اللہ کی قسم وہ میرے ساتھ ہوں گے۔ اس نے آواز دی اے فلاں! اے فلاں! تو ان دونوں بچوں نے والد کو جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے عمل کی قدر دانی میں اس کی روحیں لوٹا دیں۔“

نوٹ: اس کی سند حسن ہے۔

۴۱۔ شہید کے سر کا خطاب:

سعید عمی کہتے ہیں ایک جماعت سمندر میں جہاد پر جا رہی تھی کہ ان کے پاس ایک کمزور سانو جوان آیا، اس نے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو! انہوں نے انکار کیا۔ مگر پھر اسے ساتھ لے لیا۔ آگے جا کر دشمن سے مقابلہ ہوا تو اس نو جوان نے سب سے بڑھ کر جنگ کی۔ اسی میں شہید ہو گیا۔

جب شہید ہوا تو اس کے سر نے یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سب سے خطاب کیا:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي
الْأَرْضِ وَلَا فِسَادًا ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾

[سورۃ القصص: ۸۳]

”یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لئے مقرر کرتے ہیں جو زمین میں بڑائی

نہیں چاہتے اور نہ فساد چاہتے ہیں اور انجام تقویٰ والوں کے لئے ہے۔“

اس کے بعد وہ سمندر میں گرا اور غائب ہو گیا۔

نوٹ: سعید عمی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

۴۲۔ ایک کٹے ہوئے سر کی آوازیں:

خلید ابوسلیمان العصری کہتے ہیں طاعون فتيات کے زمانہ میں ان سے ایک عورت

نے بیان کیا کہ

”میرا خاوند میرے ساتھ گھر میں ہوتے ہوئے فوت ہو گیا۔ میں اسے دفن نہ کر سکی۔ جب رات ہو گئی تو ہم نے ایک آواز سنی جس نے ہمیں خوفزدہ کر دیا۔ میرے ساتھ میرا ایک چھوٹا سا بچہ تھا وہ خوف کے مارے میرے کپڑوں میں گھسنے لگا۔ وہ آواز قریب ہوتی گئی حتیٰ کہ ایک کٹا ہوا سر ہمارے اوپر آ گیا اور وہ کہہ رہا تھا: اے فلان تجھے آگ کی بشارت ہو تو نے بغیر کسی جرم کے ایک مومن نفس کو قتل کیا ہے، حتیٰ کہ وہ یہی پکارتے پکارتے ہمارے پاؤں کے نیچے سے نکل کر دیوار پر چڑھا اور آہستہ آہستہ یہ آواز ختم ہو گئی۔“

نوٹ: اس روایت کی سند حسن ہے البتہ جس خاتون نے یہ واقعہ بیان کیا اس کی تعیین نہیں ہے۔

راویان

نوٹ: راویوں کا تعارف روایت و واقعہ کے نمبروں کی ترتیب سے دیا گیا ہے۔ جو نمبر نہیں ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس راوی کا تعارف ہمیں نہیں ملا۔

۱۔ صالح مری یہ صالح بن بشیر بن وادع بصری ہیں۔ بڑے عبادت گزار تھے۔ صحیحین کے راویوں میں سے ہیں مگر ضعیف تھے۔ راویوں کے ساتویں طبقہ سے ہیں۔ ۱۷۲ھ میں انتقال ہوا۔ ربیعہ بن کلثوم بن جبر بصری ہیں۔ ساتویں طبقہ میں سے ہیں۔ روایت میں صدوق تھے۔ البتہ وہم ہوتا تھا۔ یہ بھی صحیحین کے راویوں میں سے ہیں۔

۲۔ عبد اللہ بن عبید اللہ الانصاری: کتاب کے نسخہ احمدیہ میں جو کہ حلب میں محفوظ ہے، یہاں عبد اللہ بن عبید اللہ انصاری ہے۔ تقریب میں لکھا ہے کہ

”عبد اللہ بن عبید انصاری مجہول ہے۔ تیسرے طبقہ سے ہے خطیب نے

اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ عبد اللہ بن عبید انصاری نہیں بلکہ عبد اللہ بن

عبید لیشی، مکی ہے۔ جو ۱۱۳ھ میں جہاد میں شہید ہوئے۔ جو انہیں انصاری

کہتے ہیں انہیں وہم لگا ہے۔“

خلف بن ہشام: یہ خلف بن ہشام بن ثعلب، بغدادی، المقری ہیں۔ ثقہ ہیں۔

دسویں طبقہ سے ہیں۔ ۱۲۹ھ میں انتقال ہوا۔

۳۔ ربیع بن حراش کوفہ کے ہیں۔ ثقہ راوی ہیں۔ بہت بڑے تابعی ہیں۔ زندگی بھر کبھی

جھوٹ نہیں بولا۔ انہوں نے اور ان کے بھائی ربیع نے قسم کھائی تھی کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ

ہمارا انجام کیا ہے زندگی بھر نہیں ہنسیں گے۔ چنانچہ ان دونوں بھائیوں کو موت کے بعد ہنستے ہوئے

پایا گیا۔ ربیع کا انتقال ۱۰۱ھ میں ہوا۔

۴۔ عبد الملک بن عمیر: یہ عبد الملک بن عمیر بن سوید النخعی، کوفی، قبطنی، تابعی ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں ۳۲ یا ۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ ثقہ و فقیہ ہیں۔ بعد میں ان کے حافظہ میں تغیر آ گیا تھا، تدلیس بھی کرتے تھے۔ تیسرے طبقہ سے ہیں۔ شعبی کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ ایک سو تین برس کی عمر میں ۱۳۶ھ میں وفات پائی۔ تمام صحاح ستہ میں ان کی روایتیں موجود ہیں۔

۵۔ سُرتج بن یونس: یہ بغدادی، ابو حارث، مروزی الاصل، ثقہ اور عابد ہیں۔ دسویں طبقہ سے ہیں ۲۳۵ھ میں فوت ہوئے۔ صحیح مسلم میں کثرت سے ان کی روایتیں موجود ہیں ان کے علاوہ امام بخاری اور نسائی نے بھی ان کی روایتیں لی ہیں۔

نوٹ: قاہرہ میں اس کتاب کا متن جن دو قلمی نسخوں کے اعتماد پر شائع ہوا ہے ان میں اسے ایک میونخ المانیا میں ہے دوسرا نسخہ احمدیہ ہے جو حلب میں محفوظ ہے۔ یہاں حلب والے نسخہ میں ”سُرتج“ ہے یہ نام ہمیں تقریب میں ملا ہے اس لئے اس کا تعارف دے دیا گیا ہے۔ اور المانوی نسخہ میں ”سُرتج“ ہے۔ اس کا تعارف ہمیں کہیں نہیں ملا۔

۹۔ سفیان بن عیینہ: معروف وثقات تبع تابعین میں سے ہیں۔ حدیث میں امام ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ آپ زہری کے شاگردوں میں امام مالک کے بعد سب سے بڑھ کر ثقہ سمجھے جاتے ہیں۔ ہاں البتہ کبھی کبھی تدلیس کرتے ہیں۔ وفات سے دو سال قبل حافظہ میں کمزوری آگئی تھی اس لئے اس دوران کی روایتیں معتبر نہیں ہیں۔ صحاح حدیث کی سب کتابوں میں کثرت کے ساتھ ان کی روایتیں موجود ہیں۔ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۹۸ھ میں وفات ہوئی۔

۱۱۔ خلف بن حوشب کوفی صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ ساتویں طبقہ سے ہیں ۱۴۰ھ کے بعد انتقال ہوا۔

۱۲۔ ابوالخصیب: یہ زیاد بن عبدالرحمن قیسی بصری ہیں۔ صحیحین کے راوی ہیں۔ مقبول ہیں۔ ساتویں طبقہ میں سے ہیں۔

۱۳۔ سفیان ثوری: آپ کبار تبع تابعین میں سے ہیں۔ امیر المؤمنین فی الحدیث، مجتہد وقت، قطب الاسلام، محدث، فقیہ اور عابد، زاہد تھے۔ ان کے شاگردوں میں اوزاعی، شعبہ اور امام مالک جیسے ائمہ ہیں۔ ۹۷ھ میں پیدا ہوئے ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔ تمام کتب حدیث میں ان

سے بکثرت روایات موجود ہیں۔ کبھی تدلیس کرتے تھے۔

۱۵۔ عامر: یہ عامر بن شراحیل شعبی ہیں۔ ثقہ راوی، مشہور و معروف فقیہ ہیں۔ مکحول کہتے ہیں میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ اسی برس کی عمر میں ۱۰۰ھ کے آس پاس انتقال ہوا۔

۱۸۔ داؤد بن شابور: یہ ابوسلیمان مکی ہیں۔ چھٹے طبقہ میں سے ہیں۔

۱۹۔ مجاہد: مجاہد بن جبر مکی مشہور قاری قرآن اور ثقات تابعین میں سے ہیں۔ عظیم المرتبت عالم دین ہیں۔ ذہبی کہتے ہیں مجاہد کے امام ہونے پر اجماع امت ہے۔ تیس مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے قرآن **مِنْ أَوْلِيَاءِ آلِ آخِرَةِ** پڑھا۔ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۰ھ کے آس پاس سجدہ کی حالت میں انتقال ہوا۔ تمام کتب صحاح میں ان کی احادیث موجود ہیں۔ یہ سائب بن ابی سائب کے آزاد کردہ غلام تھے۔

۲۰۔ عبد اللہ بن ابی الہذیل: یہ ابوالمغیرہ کوفی ہیں۔ دوسرے طبقہ میں سے ہیں۔ ثقہ ہیں۔ عراق میں خالد قسری کے دور میں فوت ہوئے۔

۲۲۔ ابوسبرۃ نخعی: تیسرے طبقہ میں سے ہیں۔ مقبول ہیں۔ کہا جاتا ہے ان کا نام عبداللہ بن عابس ہے۔

۲۳۔ ابو عبداللہ شامی: دوسرے طبقہ کا راوی ہے، ثقہ ہے اور اس کی روایت سنن ابی داؤد اور ابن ماجہ میں موجود ہے۔

۲۵۔ عطاء خراسانی: یہ عطاء بن ابی مسلم ابو عثمان خراسانی ہیں۔ ان کے والد کا نام میسرۃ تھا۔ یہ روایت میں صدوق ہیں مگر ہم کثرت سے ہوتا تھا۔ ارسال بھی کرتے تھے اور تدلیس بھی۔ طبقہ خامسہ میں سے ہیں۔ ۱۳۵ھ میں انتقال ہوا۔ امام بخاری نے ان کی روایت نہیں لی۔

۲۷: داؤد بن ابی ہند: یہ بنوقشیر کے آزاد کردہ تھے اس لئے قشیری کہلاتے تھے۔ بصری ہیں۔ ثقہ متقن ہیں، آخر عمر میں کبھی وہم ہوتا تھا۔ طبقہ خامسہ میں سے ہیں۔ ۱۲۰ھ میں فوت ہوئے۔

۲۸۔ عبدالکریم بن حارث حضرمی: یہ ابوالحارث، مصری، ثقہ، عابد ہیں۔ چھٹے طبقہ میں سے ہیں۔ مستورد سے ان کی روایت منقطع ہے۔ صحیح مسلم اور سنن نسائی میں ان کی روایتیں موجود ہیں۔

۲۹۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم: یہ بنوعدی کے آزاد کردہ ہیں اس لئے عدوی کہلاتے تھے۔ آٹھویں طبقہ میں سے ہیں۔ ضعیف ہیں۔ ۱۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ سنن ترمذی اور ابن ماجہ میں ان کی روایت موجود ہے۔

۳۰۔ عبد الصمد بن عبد الوارث: یہ عنبری، التنوری، ابوہل بصری ہیں۔ صدوق ہیں شعبہ سے روایت کرنے میں مثبت ہیں۔ تمام صحاح ستہ میں ان کی روایتیں موجود ہیں۔ نویں طبقہ سے ہیں۔ ۲۰۷ھ میں انتقال ہوا۔

۳۱۔ عطف بن خالد: یہ عبد اللہ بن عاص مخزومی کے پوتے ہیں۔ ابو صفوان کنیت ہے۔ مدنی ہیں۔ روایت میں صدوق ہیں مگر وہم ہوتا تھا۔ ساتویں طبقہ سے ہیں۔

۳۲۔ اسمعیل بن ابی خالد: تقریب التہذیب میں دو اسمعیل بن ابی خالد مذکورہ ہیں۔ (۱) اسمعیل بن ابی خالد حمسی، بجلی جو ثقہ مثبت ہیں، چوتھے طبقہ سے ہیں۔ ۱۲۶ھ میں انتقال ہوا۔ (۲) اسمعیل بن ابی خالد فدکی، جو صدوق ہیں اور تیسرے طبقہ سے ہیں۔

۳۳۔ شجاع بن ولید سکونی: یہ ابو زید، کوفی، صدوق و ورع ہیں۔ ان کے کئی اوہام بھی ہیں۔ نویں طبقہ سے ہیں۔ ۲۰۴ھ میں انتقال ہوا۔

۳۴۔ ثابت بنانی: یہ ثابت بن اسلم ہیں جو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے معروف شاگرد ہیں۔ کنیت ابو محمد تھی۔ بصری ہیں۔ ثقہ عابد ہیں۔ چوتھے طبقہ سے ہیں۔ ۸۶ برس کی عمر میں ۱۲۰ھ کے آس پاس انتقال ہوا۔

۳۵۔ مورق عجمی: یہ مورق بن مشرج بن عبد اللہ عجمی بصری ہیں۔ کنیت ابو المعتمر تھی۔ ثقہ عابد ہیں۔ تیسرے طبقہ کے اکابر میں سے ہیں۔ ایک سو ہجری کے بعد انتقال ہوا۔

۳۶۔ عبد اللہ بن دینار: تقریب میں دو عبد اللہ بن دینار مذکور ہیں۔ (۱) عبد اللہ بن دینار عدوی، ابو عبد الرحمن، مولیٰ ابن عمر جو ثقہ ہے اور چوتھے طبقہ سے ہے۔ ۱۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ (۲) عبد اللہ بن دینار بہرانی، اسدی، ابو محمد، حمصی جو ضعیف ہیں پانچویں طبقہ سے ہیں۔

۳۸۔ معاویہ بن قرۃ: یہ مزنی، ابو ہلال، بصری ہیں۔ ثقہ عالم ہیں۔ تیسرے طبقہ سے ہیں۔ ۷۶ برس کی عمر میں ۱۱۳ھ میں وفات پائی۔

۴۲۔ ابوسلیمان عصری: یہ خلید بن عبد اللہ بصری ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ تھے۔ صدوق ہیں، ارسال کرتے تھے۔ چوتھے طبقہ سے ہیں۔

آسناد

یہ وہ سندیں ہیں جن کے ذریعے علامہ ابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایات نقل کی ہیں۔ چونکہ یہ ہر ایک قاری کی دلچسپی کی چیز نہیں ہے اس لئے ہم نے ان سندوں کو بالترتیب الگ ذکر کیا ہے تاکہ اہل علم ملاحظہ فرما سکیں۔

- ۱- حدثنا عبد الله قال: فحدثني محمد بن محمد بن الاسود التميمي عن ابي النضر هاشم بن القاسم عن صالح المري قال: حدثت بهذا حفص بن النضر السلمى فعجب منه، فلقينى الجمعة الثانية، فقال:
- ۲- حدثنا عبد الله نا خلف بن هشام البزار نا خالد الطحان عن حصين عن عبد الله بن عبيد الله الانصارى:
- ۳- حدثنا عبد الله ذكر ابي انا سفيان بن عيينة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن حراش قال وحدثنا محمد بن بكار نا حفص بن عمر عن عبد الملك ابن عمير عن ربعي بن حراش۔ وهذا الفظ ابن بكار۔ قال:
- ۴- حدثنا عبد الله ذكر يعقوب بن عبيد نا يزيد بن هارون نا المسعودى عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن حراش قال:
- ۵- حدثنا عبد الله نا شريح بن يونس نا خالد بن نافع نا على بن عبيد الله الغطفانى و حفص بن يزيد قالوا:
- ۶- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن الحسين نا محمد بن جعفر بن عون ذكر بكر بن محمد العابد عن الحارث الغنوى قال:

- ٧- حدثنا عبد الله نا ابو زيد النميري نا ابو عاصم ذكر ابي قال:
- ٨- حدثنا عبد الله نا محمد بن عثمان العجلي نا ابو اسامة ذكر عقبة بن عمار العبسي نا مغيرة بن حذف عن روبة ابنة بيجا:
- ٩- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن علي بن الحسن بن شقيق نا ابراهيم ابن الاشعث عن سفيان بن عيينة قال: سمعت صالح بن حي يقول:
- ١٠- حدثنا عبد الله نا يحيى بن يوسف الزمي نا شعيب بن صفوان عن عبد الملك بن عمير قال:
- ١١- حدثنا عبد الله ذكر الوليد بن شجاع بن الوليد السكوني نا ابي قال سمعت خلف بن حوشب يقول:
- ١٢- حدثنا عبد الله ذكر ابي و الحسين بن الحسن قالوا: انا وضاح بن حسان الانباري نا عبد الرحمن المحاربي ذكر ابو الخصيب قال:
- ١٣- حدثنا عبد الله ذكر اسماعيل بن اسد نا خلف بن تميم نا بشير ابو الخصيب قال:
- ١٤- حدثنا عبد الله قال: و حدثني علي بن محمد عن خلف قال: رأيت سفيان الثوري يسأل هذا الشيخ عن هذا الحديث.
- ١٥- حدثنا عبد الله نا ابراهيم بن عند الله الهروي نا يحيى بن زكريا ابي زائدة نا مجالد عن عامر قال:
- ١٦- حدثنا عبد الله نا سعيد بن يحيى القرشي ذكر عمى عبد الله بن سعيد نا زياد بن عبد الله نا مجالد عن الشعبي ذكر شيخ من جهينة فذكر القصة قال:
- ١٧- حدثنا عبد الله نا محمد بن الحسين عن عبيد الله بن عمرو الرقي عن اسماعيل بن ابي خالد عن الشعبي قال:
- ١٨- حدثنا عبد الله اسحاق بن اسماعيل نا سفيان بن عيينة عن داود بن شبور عن ابي قزعة رجل من اهل البصرة عنه او عن غيره قال:
- ١٩- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن جعفر نا منصور بن عمار نا ابو الصلب شهاب بن خراش عن عمه العوام بن حوشب عن مجاهد قال:

- ٢٠- حدثنا عبد الله ونا ابو بكر محمد بن المغيرة الشهرزوري نا ابو توبة نا شهاب بن خراش عن عمه العوام بن حوشب عن عبد الله بن ابي الهذيل قال:
- ٢١- حدثنا عبد الله نا اسحاق بن اسماعيل و احمد بن بجير وغيرهما قالانا محمد بن عبيد عن اسماعيل بن ابي خالد عن الشعبي:
- ٢٢- حدثنا عبد الله نا الحسن بن عرفة نا عبد الله بن ادريس عن اسماعيل بن ابي خالد عن ابي سبرة النخعي -- نحوه.
- ٢٣- حدثنا عبد الله ذكر العباس بن هشام عن ابيه عن جده عن مسلم بن عبد الله بن شريك النخعي:
- ٢٤- حدثنا عبد الله ذكر ابو سليمان داود بن سليمان الجرجاني مولى قريش نا حماد بن عمرو عن يزيد بن سعيد القرشي عن ابي عبد الله الشامي قال:
- ٢٥- حدثنا عبد الله نا ابو حاتم الرازي نا ابن عفير نا يحيى بن ايوب عن سليمان بن بلال قال: سمعت عطاء الخراساني قال:
- ٢٦- حدثنا عبد الله ذكر زكريا بن يحيى نا كثير بن يحيى بن كثير نا شيخ من بلعم يقال له معمر العمى قال:
- ٢٧- حدثنا عبد الله حدثنا الحسين بن علي العجلي نا عمرو بن خالد الاسدي نا داود ابي هند قال:
- ٢٨- حدثنا عبد الله نا ابو علي المروزي حمزة بن العباس نا علي بن الحسن و عبدان بن عثمان قالالا: انا عبد الله بن المبارك عن عبد الرحمن بن رزين المصري ذكر عبد الكريم بن الحارث الحضرمي ذكر ابو ادريس المدني قال:
- ٢٩- حدثنا عبد الله ذكر ابو جعفر احمد بن وليد ذكر احمد بن انداد بطرسوس نا ابو يعقوب الحنيني عن عبد الرحمن بن زيد بن اسلم قال:
- ٣٠- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن الحسين نا عبد الصمد بن عبد الوارث قال سمعت عبد الواحد بن زيد قال:

- ۳۱- حدثنا عبد الله ذكر ابراهيم بن سعيد ذكر الحكم بن نافع قال: نا العطاء بن خالد قال: حدثتني خالتي قالت:
- ۳۲- حدثنا عبد الله نا يحيى بن جعفر ذكر عمرو بن عثمان نا محمد ابن يزيد عن اسماعيل بن ابي خالد عن يزيد بن طريف قال:
- ۳۳- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن الحسين ذكر ابو زيد شجاع بن الوليد السكوني ذكر العلاء بن عبد الكريم قال:
- ۳۴- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن الحسين ذكر عيسى بن سالم نا ابو المليح الرقي عن الحسن بن دينار ذكر ثابت البناني ورجل آخر:
- ۳۵- حدثنا عبد الله نا ابو الحسن احمد بن عبد الاعلى الشيباني نا عصام ابن طليق عن شيخ من اهل البصرة عن مروق العجلي قال:
- ۳۶- حدثنا عبد الله ذكر يعقوب التميمي يوسف بن يعقوب نا ابن اخي عبد الله بن وهب و ابن ابي ناجية جميعا قالا: نا زياد بن يونس الحضرمي عن عبد الملك بن قدامة عن عبد الله بن دينار عن ابي ايوب اليماني عن رجل من قومه يقال له عبد الله:
- ۳۷- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن الحسين نا شعيب بن محرز الازدي نا شيبان بن الحسن قال:
- ۳۸- حدثنا عبد الله نا خلف بن هشام نا عون بن موسى سمع معاوية بن قرعة قال:
- ۳۹- حدثنا عبد الله نا احمد بن عدى الطائي انه سمع شيخا بالكوفة في بني كرز-
- ۴۰- حدثنا عبد الله نا ابو كريب نا زكريا بن عدى نا خالد بن يزيد الهدادي عن ثابت البناني:
- ۴۱- حدثنا عبد الله ذكر محمد بن ادريس نا سعيد العمي قال:
- ۴۲- حدثنا عبد الله قال ذكر علي بن نصر الجهضمي ذكر خالد بن يزيد الهدادي نا اشعث بن جابر الحداني عن خليفه ابو سليمان المصري قال خالد:

١- حسن لغيره- اخرجه المصنف ايضا في كتاب مجابى الدعوة رقم: ٤٦، و
اخرجه ايضا ابن عدى ٦٢/٤، و البيهقى ٥٠/٦ و ابو نعيم رقم: ٥٦١،
كلاهما فى الدلائل- كلهم عن صالح المرى وهو ضعيف-

٢- اسناده ضعيف- فى سنده صالح المرى ايضا، وهو ضعيف كما تقدم-

٣- اسناده صحيح- اخرجه البيهقى فى الدلائل ٥٥/٦، ٥٧، و ابن عساكر فى
تاريخ دمشق ص: ٤٧٥، ٥٤٠ قسم النساء- كلاهما من طريق اسماعيل
بن ابى خالد- به قال البيهقى: هذا اسناد صحيح-

قال الامام البخارى فى تاريخه ٣٨٣/٣: زيد بن خارجه- هو الذى تكلم
بعد الموت- و قال البيهقى فى الدلائل ١٥٨/٦: و قدروى فى التكلم بعد
الموت عن جماعة باسانيد صحيحة- اه- و قال ابن عبد البر فى الاستيعاب
٥٦١/١: زيد بن خارجه- وهو الذى تكلم بعد الموت لا يختلفون فى
ذلك- روى حديثه هذا ثقات الشاميين عن النعمان بن بشير، و رواه
ثقات الكوفيين عن يزيد بن النعمان بن بشير عن ابيه، و رواه يحيى بن سعيد
الانصارى عن سعيد بن المسيب- و قال ابن كثير فى البداية ٢٩٢/٦: و اما
قصة زيد ابن خارجه و كلامه بعد الموت و شهادته للنبي صلى الله عليه و آله و سلم و لابي بكر
و عمر و عثمان بالصدق فمشهورة مروية من وجوه كثيرة صحيحة-

٤- اسناده لا باس به- فى اسناده عكرمة بن ابراهيم، وهو ضعيف، و انظر لسان
الميزان ١٨١/٤، لكنه توبع:

فقد اخرجه المصنف هنا رقم: ٧، و الطبرانى ٥١٤٤، و ابن
عساكر ص ٢١٦ ترجمة عثمان- كلهم من طريق داود ابى هند عن زيد او
يزيد بن نافع عن حبيب- به- و زيد او يزيد هذا لم اقف على ترجمته-

و اخرجه ايضا الطبرانى ٥١٤٥/٥، من طريق شريك عن ابراهيم بن
مهاجر عن حبيب- به- و رجاله رجال مسلم كما قال الحافظ الهيثمى فى
المجمع ٢٣٠/٧، اما حبيب بن سالم فهو لا باس به روى له مسلم- كما فى
التقريب، و عليه فالسند لا باس به، و انظر تخريج رقم: ٣-

٥- صحيح- اخرج ابن عساكر من هذا الجريق و من طريقين آخرين عن الزهري في تاريخ دمشق ص ٢١٣، ٢١٤ ترجمة عثمان-

واخرج عمر بن شبة في تاريخ المدينة ٣/١١٠٥، والبيهقي في الدلائل ٦/٥٥، ٥٦، وابن عبد البر في الاستيعاب ١/٥٦١، كلهم من طرق عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن المسيب-به-

وقال الحافظ البيهقي: هذا اسناد صحيح، وله شواهد-

٦- اسناده ضعيف، و هو شاهد لما تقدم- اخرج ابن عساكر من طريق المصنف في تاريخ دمشق ص ٢١٧ ترجمة عثمان- و روح و ابوه لم اعرفهما- وقد اخرج الزبير بن بكار في الموفقيات رقم: ٣١٤، عن ابي بكر بن معمر- لم اقف على ترجمته- مر سلا-

٧- تقدم تخريجه برقم: ٤-

٨- رجاله ثقات غير عبد الله بن عبيد- اخرج البيهقي في الدلائل ٦/٥٨ من طريق المصنف و رجاله ثقات غير عبد الله بن عبيد الانصاري: مجهول، الا ان الخطيب البغدادي قد رجح انه الثقة الذي روى له مسلم- و انظر التقريب، و التهذيب ٥/٣٠٨، ٣٠٩-

و اخرج البيهقي ايضا من طريق علي بن عاصم ابانا حصين بن عبد الرحمن- نحوه، الا انه قال: يوم صفيين او يوم الجمل-

قال البيهقي: خالد الطحان- الذي في الاسناد الاول- احفظ من علي بن عاصم و اوثق، والله اعلم-

٩- صحيح- اخرج هشام بن عمار في كتاب البعث من طريق عبد الملك بن عمير- به- كما في البداية ٦/١٥٨، و قد تصحف فيه الى عبد الحكم و التصويب من هنا و تهذيب الكمال ٧/١٥٦-

واخرج ابن عبد البر في الاستيعاب ٦/٥٦٢ من طريق علي بن المديني، نا سفيان بن عيينة- به نحوه- ثم قال ١/٥٦٣: روى هذا الحديث عن عبد الملك بن عمير غير واحد، منهم: جرير بن عبد الحميد، و زكريا بن

عمارة قال علي - هو ابن المديني - ورواه عن ربعي بن خراش: حميد بن هلال كما رواه عبد الملك بن عمير، ورواه عن حميد بن هلال: أيوب السخيتاني وعبد الله بن عون - وذكر علي الاحاديث عنهم كلهم - وأخرجه البيهقي في الدلائل ٤٥٤/٦ من طريق اسماعيل بن ابي خالد عن عبد الملك ابن عمير نحوه، ثم قال: هذا استاد صحيح، لا يشك حديثي في صحته اهو أخرجه أبو نعيم في الحلية ٤/٣٦٨ من طريق حفص بن عمر عن عبد الملك بن عمير - ولم يسق لفظه، بل احوال علي رواية المسعودي الآتية

رجال رجال الحسن - أخرجه ابو نعيم في الحلية ٤/٣٦٨، والبيهقي في الدلائل ٤٥٤/٦ كلاهما عن المسعودي نحوه -

ورجال اسناده ثقات خلا المسعودي، وهو صدوق اختلط قبل موته، قال ابن نمير: سمع منه ابن مهدي ويزيد بن هارون احاديث مختلطة - كذا في التهذيب ٢١١/٦ -

قلت: الراوي عنه هو يزيد بن هارون، واصل القصة صحيح كما تقدم، لكن زيادة ذكر عائشة تعد معلقة، وسياتي الكلام عليها في الحديث الآتي، كما ان ظاهر رواية الرفع وهو ما صرح به الحافظ ابو نعيم كما سياتي -

حسن بطرقه وشواهد - أخرجه البيهقي في الدلائل ٤٥٥/٦ من طريق المصنف، وفي استاده خالد بن نافع الاشعري، وهو ضعيف - انظر لسان الميزان ٣٨٨/٢ وظاهره يوحى بلانقطاع ايضا كما سياتي -

وأخرجه البيهقي ٤٥٥/٦ من طريق شريك عن منصور عن ربعي نحوه - وفيه: فذكر لعائشة فقالت: صدق ربعي - فذكرت نحوه، وهذا ليس فيه تصريح سماع ربعي من عائشة، وفي استاه ايضا شريك بن عبد الله النخعي، وهو صدوق يخطئ كثيرا، تغير احفظه منذ ولي القضاء بالكوفة -

وأخرجه ابو نعيم في الدلائل والحلية ٤/٣٦٨ - ٣٦٨ من طريق عبيدة عن عبد الملك بن عمير عن ربعي بن خراش عن عائشة نحوه الى قوله بعد

الموت دون آخره. قال الحافظ ابو نعيم في الحلية: حديث مشهور رواه عن عبد الملك جماعة منهم. ولم يرفعه احد الا عبيدة بن حميد: عن عبد الملك، ورواه المسعودي نحوه في الرفع اهر.

قلت: عبيدة بن حميد: صدوق نحوي ربما اخطا، والحديث ذكره ابن ابي حاتم في الجرح ٤٥٦/٣ معلقا بضيغة الجزم، وعزاه السيوطي في الخصائص ١٤٨-٢ للطبراني في الاوسط بسند جيد عن حذيفة، ثم قال ١٤٩/٢: ولهذا الحديث طرق.

١٢- اسناده ضعيف. اخرجه الخطيب في تاريخ بغداد ٤٣٤/٨ من طريق المصنف، وذكره الحافظ الذهبي في النبلاء ٣٦١/٥ عن البرجلاني وهو شيخ المصنف هنا. معلقا غير انه اقتصر على قصة ربي فقط، وذكر محققة انه في تاريخ ابن عساكر ١٠٢/٦.

قلت: وفي اسناده محمد بن جعفر لم اقف على ترجمته، وشيخه بكر روى عنه جماعة كما في الجرح ٣٩٣/٢ لا بن ابي حاتم، لكنه لم يتكلم فيه بجرح او تعديل.

١٣- اسناده مقارب. في اسناده والد ابي عاصم، وهو مخلد بن الضحاك: مقبول، وباقي الاسناد حسن.

١٤- اسناده مقارب الى روبة. اسناده حسن خلا عقبه بن عمار، وقد روى عنه سماعة منهم ربيع وابن المبارك، ووثقه ابن حبان ٤٩٩/٨، وروبة لم اقف على مرجعتها.

١٥- اسناده ضعيف. في اسناد ابراهيم بن اشعث، وهو ضعيف، انظر لسان الميزان وغيره. وجار صالح بن حي: مجهول.

١٦- اسناده مقارب. اسناده جيد غير شعيب بن صفوان مختلف فيه، اخرج ولخص حله الحافظ ابن حجر بقوله: مقبول.

١٧- اسناده حسن.

- ١٨- اسناده ضعيف- في اسناده وضاح بن حسان الانباري وهو ضعيف- وانظر لسان الميزان ٢٢٠/٦ لكنه يعد شاهد للرواية الآتية-
- ١٩- اسناده حسن- ويشهد له ما قبله-
- ٢٠- اسناده صحيح- وشيخ ابن ابي الدنيا هو علي بن محمد كما في النسخ الثلاث، فلم يقسع تحريف كما ظن بعض الافاضل، وهو علي بن محمد بن علي بن ابي المضائل المصيصي القاضي: ثقة، والله اعلم- وانظر تهذيب الكمال ٢٧٧/٨ ترجمة خلف بن تميم-
- ٢١- حسن- اشار الى القصة ابن الاثير في النهاية، والفيروز آبادي والقاموس، كلاهما في مادة قصل، وعزاه الثاني لكتاب من عاش بعد الموت ابن ابي الدنيا-
- واستاده جيد غير مجالد وهو ابن سعيد الهمداني، ليس بالقوي، وقد تغير في آخر عمره ولكنه متابع كما سيأتي- وعامر: هو الشعبي الامام التابعي المشهور-
- ٢٢- انظر الهديث السابق-
- ٢٣- اسناده حسن- وانظر الحديث-
- وقوله: القائل هو المصنف، وشيخه الهسن هذا ثقت ثبت عابد فاضل من رجال البخاري-
- ٢٤- اسناده جيد- اخرجه المصنف ايجا في مجابى الدعوة-
- واسناد جيد غير اسحاق بن عبيد وهو ضعيف، لكنه متابع في آخر الخبر بعثمان بن زفر وهو ابن مزاحم: صدوق-
- تنبيه: وقع في ح فقط: أخبرنا الحسين: حدثنا عبد الله: حدثنا محمد بن الحسين بن خبرهم: وبنت علي قبورهم ربحان حسن- ولعله تعقيب علي، والله اعلم-
- ٢٥- حسن بشواهد- أخرجه المصنف ايجا في كتاب مجابى الدعوة، ومن طريقة ابن الجوزي في البر والصلة-
- واسناده جيد لولا التردد في راوى الخبر، لكن يشهد له الحديث الآتى-

٢٦- اسناده ضعيف- اخرجه من طريق المصنف: ابن الجوزى فى البر والصلة
رقم: ١٣٧- وفى اسناده فى منصور بن عمار ضعيف- وانظر لسان الميزان
٩٨/٦-

لكنه يعد شاهدا للحديث السابق-

٢٧- اسناده ضعيف جدا- اخرجه من طريق المصنف ابن الجوزى فى
البر والصلة رقم ١٣٨- وفى اسناده محمد بن المغيرة: متهم-

٢٨- اسناده صحيح- اخرجه المصنف ايضا فى كتاب مجابى الدعوة رقم
٤٩، ومن طريق البيهقى فى الدلائل ٤٩/٦- واسناده صحيح- والحديث
ذكره الهافظ ابن كثير فى البداية ١٧٥/٦ وعزاه للمصنف-

٢٩- اسناده صحيح- اخرجه البيهقى فى الدلائل ٤٨/٦ من طريق الحسن بن
عرفة - به، وقال: هذا اسناده صحيح، ومثل هذا يكون كرامة لصاحب
الشريعة يقصد النبى ﷺ حيث يكون دفى امته مثل هذا- اهـ وقد نقله
الحافظ ابن كثير فى البداية ١٧٥/٦- قلت: والقصة مذكرة ايضا-
بنحوه- معلقة بدون اسناد فى معجم البلدان ٤٤٠/٦-

٣٠- اسناده ضعيف جدا- اخرجه من طريق المصنف: البيهقى فى الدلائل
٤٩/٦، واخرجه ايضا ابوبكر بن دريد فى الاخبار المنثورة من طريق ابن
الكلبي به- كما فى الاصابة ٥٨٢/٣-

وهشام بن محمد بن السائب متروك، وابوه متهم بالكذب- لكنه يعد شاهدا
لما تقدم-

٣١- اسناده ضعيف جدا- فى اسناده داود بن سليمان الجرجانى: كذاب،
وشيخه ان كان هو النصيبى فهو متروك-

٣٢- اسناده ضعيف- فى اسناده كلثوم بن جوشن: ضعيف، وشيخه لم
اعرفه- وقد ورد ما يدل على كراهة الوحدة فى السفر من حديث ابن عمر
عند البخارى فى الجهاد رقم ٢٩٩٨-

- ٣٣- حسن بشواهدہ۔ اخرجه مصنف ايچا في كتاب القبور كما في التروح ص ١٠٥۔ من طريق حماد بن سلمة عن عمرو بن دينار، وهو ضعيف۔
- لكن يشهد له الحديث السابق، كما اخرج الوائلي الحافظ في الابانة۔ كما في التذكرة ص ١٥٤۔ نحوه من طريق مالك بن مغول عن نافع عن ابن عمر۔ وذكر ان المعذب هو ابو جهل، واخرج المصنف في القبور مثله عن الشعبي مرسلًا ولم يسم الصحابي وذكر ايضا ان المعذب هو ابو جهل۔ وكلا الطريقين يحتاج الوقوف على اول اسناده للحكم عليه، لكنهما شاهدان لاصل الحديث۔
- ٣٤- اسناده حسن۔
- ٣٥- اسناده جيد الى معمر۔ ومعمر العمى لم اجده ترجمته۔
- ٣٦- اسناده ضعيف۔ في اسناده عمرو بن خالد الاسدي وهو منكر الحديث۔ وانظر الكامل ١٢٧/٥ والميزان ٢٥٧/٣۔
- ٣٧- اسناده حسن الى ابي ادريس۔ اخرجه ابن المبارك في الجهاد رقم ١٤٥۔ واسناده حسن، غير ان ابا ادريس المدني لم اقف له على ترجمته۔
- ٣٨- اسناده اخرجه من طريق ضعيف۔ ابو يعقوب الحيني وعبد الرحمن بن زيد بن اسلم كلاهما ضعيف، والراوى عن الاول لم اقف على ترجمته۔
- ٣٩- اسناده ضعيف۔ في اسناده عبد الواحد بن زيد البصرى الزاهد شيخ الصوفية، وهو ضعيف في الحديث۔ انظر لسان الميزان ٨٠/٤۔
- ٤٠- اسناده خالد الى خالة خالد۔ اخرجه من طريق المصنف: البيهقي في الدلائل ٣٠٨/٣۔ واخرجه الحاكم ٢٩/٣ من وجه آخر عن العطار عن خالته نحوه۔ واخرجه عن الحاكم: البيهقي ٣٠٧/٣، وقال الحاكم: هذا اسناده مدني صحيح، ولم يخرجاه۔ وانظر الخصائص ٢٢٠/١ للسيوطي۔

- ٤١- اسناده حسن، غير يحيى بن جعفر شيخ المسنف لعله ابن اعين الازدى وهو ثقه، ويزيد ابن طريف لعله الذى ذكره ابن حبان فى الثقات ٥٤١/٥ وقال: يروى عن ابي هريرة-
فلو صلح ذلك لكان الاسناد حسنا انشاء الله.
- ٤٢- اسناده حسن- وشيخ المصنف هو محمد بن حسين بن اشكاب ان شاء الله فقد رى عنه كتاب الصمت رقم، ٧٥٣، ٧٤٣، وعليه فالسند حسن، والله اعلم.
- ٤٣- اسناده حسن لولا تردد الاعمش او الراوى دونه- وانظر البداية ٥٤١/٢-٥٥.
- ٤٤- اسناده ضعيف جدا- اسناده مسلسل بالعلل، واشهدا ان فيه ابا سعيد الشقرى: متروك الحديث- انظر لسان الميزان ٣٨/٦.
- ٤٥- صحيح- فى اسناده الحسنين دينار متفق على ضعفه، واتهمه بعضهم بالكذب- وانظر لسان الميزان ٢٠٣/٦.
- وقد اخرج ابن سعد فى ترجمته ١٠٦/٧ من طريق ابي المليح حدثنى رجل من اهل البصرة، عن ثابت البنانى ورجل الآخر- نحووه- فلعل الراوى ابهمه لضعفه، والله اعلم- لكن اخرج ابن نعيم فى الحلية ٢٠٦/٢ من طريق الآخر عن الحسن بن عمرو والفزارى عن ثابت البنانى فى الاصل اليمانى- ورجل الآخر نحووه- والحسن الفزارى: ثقة.
- وقد ذكره الحافظ الذهبى فى النبلاء ١٩٣/٤- من هذا الطريق، كما ذكر لمطرف بعض الكرامات غير هذه، وقال: اسنادها صحيح.
- ٦٤- اسناده ضعيف- فيه عصام بن طليق وهو ضعيف، وكذا الراوى عن مورق: مبهم.
- ٤٧- اسناده ضعيف جدا- فى اسناده عبد الملك بن قدامة وهو ضعيف- وابو ايوب اليمانى- او الشمالى-: لم اقف على ترجمته، وشيخه مجهول.

٤٨- اسناده ضعيف- اخرجه الطبرى ٢٤/٢٠ نحوه، وقد سرح حماد بسماعه من الاوزاعى، لكن شيخ الطبرى فيه جهالة قاله الذهبى فى الميزان ٢/٦٤٤- كما ان فى السند حماد بن محمد وهو ضعيف- وانظر لسان الميزان ٢/٦٤٤- كما ان فى السند حماد بن محمد وهو ضعيف- وانظر لسان الميزان ٢/٣٥٣-

٤٩- اسناده ضعيف- فى سنده شعيب بن محزر، وشيبان بن الحسن- او سنان بن جسر- ولم اقف على ترجمتهما-

٥٠- هذا قول السدى واحد قولى محمد بن اسحاق-

وانظر:- الطبرى ٩/٧٢، وابن كثير ٢/٢٥٠، والدر المنثور ٣/١٢٨-

٥١- اسناده جيد- اخرجه ابن جرير ٢/٥٨٩ من طريق آخر عن حصين- نحوه- وكذا اخرجه ابن ابى حاتم، واسناده جيد، وهلال بن يساف ثقة من الثالثة-

٥٢- اسناده الى الحسن حسن- وقد اخرجه ايضا سعيد بن منصور وعبد بن حميد والبيهقى فى البعث، كما ورد نحوه عن طائفة من السلف-

٥٣- اسناده الى الاعمش حسن- اخرجه الطبرى من طريق اسحاق به واسناده الى الاعمش حسن، وقد روى نحوه عن طائفة من السلف اخرجها ابن عساكر-

وانظر البداية ٢/٤٤-٤٥ والدر المنثور ١/٣٣٢-

٥٤- اسناده جيد- رجال اسناده رجال مسلم-

وقد عزاه السيوطى فى الدر ١/٧٦ للمصنف بسياق نحوه-

٥٥- اسناده حسن- وقد عزاه الحافظ ابن حجر فى الاصابة ١/٣٨٣ للمصنف مع بعض التغيير فى اللفظ-

٥٦- شيخ المصنف لم اعرفه، وباقى السند حسن- وقد ورد نحوه عن طائفة من السلف، وانظر الدر المنثور ١/٣٣٤-٣٣٥-

- ۵۷۔ اسنادہ مقارب۔ اخرجہ ابو یعلیٰ والبخاری ۱۳۲۔ مختصر واحمد بن منیع، وتمام فی فوائده، وکذا عبد بن حمید، وابن ابی شیبہ۔ قال الهیثمی والبوصیری: رجاله ثقات۔ قلت: هو كذلك، لكن ربيع بن سعد الجعفی لم یوثقه غیر ابن حبان، ولذا قال الذہبی: لا یکاد یعرف۔ وانظر المیزان ۲/ ۴۔
- ۵۸۔ وقال الحافظ ابن کثیر: غریب۔ قلت: والقصة موقوفة من قول جابر کما فی بعض الرویات۔
- وانظر: فردوس الاخبار ۲۷۸۴، مجمع الزوائد ۹۱/ ۱، والمطالب العالیة رقم ۶۸۷- ۶۸۸، والبداية ۱۳۳/ ۲، والمقاصد الحسنة ۳۹۶، وكشف الخفاء ۱۱۱۹، وکنز العمال رقم ۴۲۷۵۸، ۴۲۷۵۷۔
- ۵۹۔ اسنادہ ضعیف۔ فی اسنادہ احمد بن عدی الطائی لم اقف علی ترجمته، وشیخه مجهول۔
- ۶۰۔ اسنادہ حسن الی ثابت۔ وثابت ثقة من الرابعة۔
- والشطر الاول من القصة يشبه ما حدث مع ام سليم وزوجها ابی طلحة، وقد اخرج القصة الشيخان۔
- ۶۱۔ سعید العمی لم اقف علی ترجمته۔
- ۶۲۔ اسنادہ حسن الی المراق۔
- ۶۳۔ اسنادہ ضعیف۔ من اجل یحی بن کثیر۔ وهه ضعیف۔ والشیخ المجهول۔

خاتمہ از مترجم:

۱۔ عذابِ قبر کے اسباب

۲۔ عذابِ قبر سے نجات دلانے والے اسباب

۳۔ قبر کے سوالات کا تعلق صرف امت محمدیہ سے ہے یا سابقہ امتوں کے لوگوں سے بھی ہے؟

۴۔ قبر کا عذاب دائمی ہے یا کچھ وقت کے لئے؟

۵۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں

جن میں عذابِ قبر سے پناہ مانگی گئی ہے

۱۔ عذابِ قبر کے اسباب

اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کو اعمال سے حفاظت عطا فرمائیں! جو قبر حشر کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ آمین ثم آمین!

اگر اجمالی طور پر قبر کے عذاب کے اسباب پر گفتگو کی جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ایمان و اعتقاد کا درست نہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور جس نے اس زندگی میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا اور توبہ کئے بغیر اس دنیا سے گذر گیا تو وہ قبر میں عذاب پائے گا۔ کسی کا عذاب زیادہ ہوگا، کسی کا کم۔

لیکن اگر تفصیلی طور پر دیکھا جائے تو ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و تعلیمات میں واضح راہنمائی موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طرح کے اعمال و افعال کے بارے میں بتایا کہ ان کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوتا ہے۔

۱۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے پاکی کرنے میں کوتاہی کی وجہ سے۔ معلوم ہوا کہ طہارت واجبہ میں کوتاہی کرنا اور چغل خوری وغیبت کر کے لوگوں میں عداوت ڈالنا قبر کے عذاب کا موجب ہے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کسی کی کوئی سچی بات دوسرے تک پہنچا کر ان میں عداوت پیدا کرنا عذاب کا سبب ہے تو جھوٹی باتیں لگا کر، الزام و تہمت لگا کر عداوت و دشمنی بھڑکانا تو اس سے کہیں شدید ہوگا۔ اسی طرح جب طہارت میں سستی کرنا عذاب قبر میں مبتلا کرتا ہے تو نماز کا ترک کرنا کتنے بڑے عذاب کا موجب ہوگا کیونکہ طہارت تو نماز کی ایک شرط ہے۔

۲۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک بندے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ اسے قبر میں سو کوڑے لگائے جائیں، وہ بندہ معافی کی درخواست کرنے لگا تو کوڑے کم ہوتے گئے۔ بالآخر ایک رہ گیا۔ ایک کوڑے سے اس کی قبر آگ سے بھر گئی۔ جب اس کا اثر ختم ہوا

اور اسے ہوش آیا تو اس نے عرض کیا مجھے یہ کس جرم کی سزا ملی ہے؟ تو فرشتوں نے بتایا کہ تو نے ایک نماز بغیر طہارت کے پڑھی تھی اور تو مظلوم کے پاس سے گذرا مگر اس کی مدد نہ کی تھی۔
معلوم ہوا کہ مظلوم کی مدد نہ کرنا، ظالم کو نہ روکنا، ظالم کا ساتھ دینا، ظلم کرنا، کسی ظالمانہ پالیسی و پروگرام یا نظام کا حصہ بننا، یہ سب عذاب کا موجب ہے۔ اور ظلم ایک ایسی تعبیر ہے جس کا اطلاق ایک آدمی کی محدود سے محدود حیثیت سے لے کر وسیع سے وسیع تر حیثیت کی سرگرمیوں میں کہیں بھی ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھا لیتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر دریافت فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ کوئی اپنا خواب بیان کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ماشاء اللہ، ایک دن ہم سے دریافت فرمایا کہ کسی نے رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں! فرمایا لیکن میں نے آج رات دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر ارض المقدس لے گئے۔۔۔۔۔ آگے کی تفصیل میں کچھ لوگوں کو کوئی طرح کے عذابوں میں مبتلا دیکھنے کا ذکر ہے۔ ایک ایسا آدمی جو جھوٹ بولتا ہے اور اس کا وہ جھوٹ دنیا بھر میں پھیلتا ہے، عالم برزخ میں دیکھا کہ ایک آدمی لوہے کے آنکڑے سے اس کا ایک جبرگدی تک چیرتا ہے، پھر دوسرا۔ وہ پھر صحیح حالت میں آجاتے ہیں اور وہ دوبارہ چیرتا ہے۔ جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا مگر وہ رات کو اس کی تلاوت نہیں کرتا، اس میں غور نہیں کرتا اور دن میں اس پر عمل نہیں کرتا اسے دیکھا کہ وہ گدی کے بل لیٹا ہوا ہے اور ایک آدمی پتھر یا لوہے کا ہتھوڑا لے کر اس کے سر پر کھڑا ہے اور پتھر سے اس کے سر کو کچلتا ہے، پتھر اس کے ہاتھ سے لڑھک جاتا ہے وہ پتھر اٹھانے جاتا ہے تو کچلا ہوا سر ٹھیک ہو جاتا ہے وہ واپس آ کر پھر اسے کچلتا ہے۔

ناجائز جنسی تعلقات قائم کرنے والے مردوں عورتوں کو دیکھا کہ تندور کی طرح کا سوراخ ہے اوپر سے تنگ مگر اندر سے وسیع، نیچے سے آگ بھڑک رہی ہے، اس میں ننگے مردو عورتیں ہیں، جب نیچے سے آگ بھڑکتی ہے تو انہیں اس طرح اوپر اٹھاتی ہے کہ وہ باہر اچھل پڑیں گے، جب آگ نیچے جاتی ہے تو وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں۔

سود خور کو دیکھا کہ ایک آدمی خون کی نہر کے وسط میں کھڑا ہے، دوسرا آدمی کنارے پر کھڑا ہے جس کے پاس پتھروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے درمیان والا آدمی کنارے کی طرف آتا ہے

تاکہ باہر نکل سکے لیکن باہر والا آدمی ایک پتھرا اٹھا کر اس کے منہ میں دھنساتا ہے اور وہ واپس درمیان میں چلا جاتا ہے۔

لے جانے والے آدمیوں نے بتایا کہ ان لوگوں کے ساتھ قیامت تک اسی طرح ہوتا رہے گا۔

معلوم ہوا کہ جھوٹی خبریں پھیلانا، قرآن کو بھولنا، اسے عمل میں نہ لانا، زنا کاری، سود کھانا یہ سب کام ایسے ہیں جو قبر کے عذاب کا سبب بنتے ہیں۔

۴۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جو بخاری نے نقل کی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ نمازوں میں سستی کرنے سے برزخ میں سروں کو پتھروں سے کچلا جاتا ہے، مالوں کی زکوٰۃ نہ دینے والوں کو پیپ اور تھوہر کھانا پڑے گا، زانیوں کو سڑا ہوا بدبودار گندا گوشت کھانا پڑے گا، اپنی تقریر و گفتگو سے فتنہ پھیلانے والوں کے ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جائیں گے۔

۵۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث جسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سود خوروں کے پیٹ گھڑوں جتنے بڑے ہوں گے اور وہ آل فرعون کے کوڑے کی جگہ سے گندی چیزیں چن چن کر کھائیں گے۔ یتیم کا مال کھانے والوں کے منہ کھول کر ان میں انگارے ڈالے جائیں گے جو ان کے نیچے سے نکلیں گے۔ بدکار عورتوں کو پستانوں سے باندھ کر لٹکایا جائے گا۔ غیبت کرنے والوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کر انہیں کوکھلایا جائے گا اور لوگوں کی آبروؤں میں ٹوہ لگانے والوں کے تانے کے ناخن ہوں گے جن سے وہ اپنے چہرے اور سینے نوج رہے ہوں گے۔

حاصل یہ ہوا کہ دل، دماغ، آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، منہ، زبان، شرم گاہ و دیگر اعضائے بدن کا غلط استعمال قبر کے عذاب کا موجب ہے۔

حوالہ جات

اخرجه البخارى فى ٤، كتاب الوضوء باب: ٥٥، من الكبائر ان لا يستتر فى بوله،
الحديث: ٢١٦۔ وخرجه ايضا فى ٤، كتاب الوضوء: باب ٥٦ ماجاء فى غسل البول
الحديث: ٢١٨، و١٣٦١، و١٣٣٨، و٦٠٥٢، و٦٠٥٥، وخرجه مسلم فى
١ كتاب الطهارة باب ٤، دليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، الحديث:
١١١، ٢٩٢۔ وخرجه الترمذى فى ١، كتاب ابواب الطهارة: باب ٥٣، ماجاء فى
التشديد فى البول، الحديث: ٧٠۔ وخرجه النسائى فى ١، كتاب الطهارة: باب ٢٧،
التزه عن البول، الحديث: ٣١، وخرجه ابن ماجه فى ١، كتاب الطهارة وسننها باب
٢٦، التشديد فى البول، الحديث: ٣٤٧۔

ذكره المنذرى فى كتاب الترغيب والترهيب، الحديث رقم: ٣٣٢٢۔

اخرجه البخارى: ٩١، كتاب التعبير باب: ٤٨، تعبير الرؤيا بعد صلاة الصبح:
الحديث: ٧٠٤٧، وخرجه البخارى ايضا: ٢٣، كتاب الجنائز: باب ٩٢، ما قيل فى
اولاد المشركين الحديث: ١٣٨٥، وخرجه البخارى ايضا ٣٤، كتاب البيوع: باب
٢٤، آكل الربوا وشاهده وكتبه الحديث: ٢٠٨٥، وخرجه البخارى فى ٥٦، كتاب
الجهاد والسير باب ٤ درجات المجاهدين فى سبيل الله الحديث: ٢٧٩١، وخرجه
صحيح مسلم ٤٢، كتاب الرؤيا باب ٤ رؤيا النبي ﷺ، الحديث: ٨٥٩٦۔ وخرجه
الترمذى ٣٥، كتاب الرؤيا، باب: ١٠، ماجاء فى رؤيا النبي صلى الله عليه وآله وسلم فى
الميزان والدلو، الحديث: ٢٢٩٤۔

٤۔ اخرجه البخارى فى ٩٧، كتاب التوحيد، باب ٣٧، ماجاء فى قوله عز وجل و كلم الله
موسى تكليما، الحديث: ٧٥١٧۔

٥۔ اخرجه البخارى فى ٩٧، كتاب التوحيد، باب ٣٧، ماجاء فى قوله عز وجل و كلم الله
موسى تكليما، الحديث: ٧٥١٧۔

۲۔ عذابِ قبر سے نجات دلانے والے اسباب

اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کو انہیں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

۱۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے فرماتے ہیں میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستہ میں ایک دن اور ایک رات گزارنا ایک مہینہ کے روزوں اور رات کے قیام سے افضل ہے، اگر آدمی اس دوران مرجائے تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو جاری رکھتے ہیں، اس کے ثواب کو جاری رکھتے ہیں اور اسے فتنہ سے حفاظت عطا فرماتے ہیں۔

(ب) جامع ترمذی میں فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی حدیث مروی ہے، اس میں صراحت ہے کہ ایسے آدمی کو قبر کے فتنہ سے امن ملتا ہے۔

۲۔ سنن نسائی میں حدیث ہے کہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وجہ ہے کہ سب مومنوں کو قبر کے فتنہ کا سامنا ہوگا مگر شہید کو نہ ہوگا؟ فرمایا: اس کے سر پر تلواروں کا چمکنا قبر کے فتنہ سے نجات کا باعث ہو گیا۔

علماء فرماتے ہیں چونکہ شہید اپنی زندگی میں اپنے ایمان کے اخلاص کا امتحان پاس کر چکا ہے اس لئے اس پر سے قبر کا امتحان ہٹا لیا گیا ہے۔ جب مومن اللہ کی رضا کے لئے جنگ کرتا ہے، دشمنوں کے مقابلہ پر جاتا ہے اور دشمن کی تلوار اس کے سر پر اٹھتی ہے تو تب بھی وہ پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ ڈٹا رہتا ہے تو اس کا مطلب ہے وہ اپنے ایمان میں سچا ہے، اگر منافق ہوتا تو اپنی جان پر بن آنے کے وقت پیچھے ہٹ جاتا۔

(ب) ابن ماجہ اور ترمذی حضرت مقدم بن معدیکرب کی حدیث ہے جس میں شہید کی سات خصوصیات بتائی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسے قبر کے عذاب سے پناہ مل جاتی ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سفر کے دوران ایک جگہ خیمہ لگایا، وہاں قبر تھی، انہیں اس قبر سے سورۃ الملک پڑھنے کی آواز آئی حتیٰ کہ قبر والے نے

پوری پڑھی۔ انہوں نے واپس آ کر جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا: یہ سورۃ عذابِ قبر روکنے والی ہے، یہ نجات دینے والی ہے، اسے قبر کے عذاب سے نجات دے گی۔

(ب) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی سے فرمایا کیا تجھے ایک حدیث کا تحفہ نہ دوں جس سے تو خوش ہو جائے؟ عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا: تَلْبُوكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ① پڑھا کرو، اسے یاد کر لو، اپنی اہلیہ، اولاد، اپنے گھر کے بچوں اور ہمسایوں کے بچوں کو یاد کراؤ کیونکہ یہ نجات دہندہ اور جھگڑا کرنے والی ہے، یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گی اور جس کے دل میں ہوگی اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے گی کہ اسے جہنم سے نجات عطا فرمائیں، اسے پڑھنے والا اس کی وجہ سے قبر کے عذاب سے نجات پاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ یہ سورۃ میری امت کے ہر آدمی کے دل میں ہو۔

(ج) ابن عبدالبر کہتے ہیں صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تیس آیات کی ایک سورۃ نے اپنے پڑھنے والے کی اتنی شفاعت کی کہ اس کی بخشش ہوگئی۔ (اس سے مراد سورۃ الملک ہے)۔

۴۔ سنن ابن ماجہ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جو پیٹ کی بیماری میں مرا وہ شہید ہوا، قبر کے فتنہ سے محفوظ ہوا اور اسے صبح شام جنت کا رزق ملا۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں عربوں کے ہاں عام طور پر پیٹ کی بیماری سے مرنے کا مطلب ہوتا تھا اسہال کے مرض میں مرنا یا استسقاء کی بیماری میں مرنا۔

(ب) سنن نسائی میں ہے کہ عبداللہ بن یثگر نے کہا: میں سلیمان بن صرد اور خالد بن عرفطہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ساتھیوں نے کسی آدمی کے بارے میں بتایا کہ وہ پیٹ کی بیماری میں مر گیا ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے اس کے جنازہ میں شرکت کی خواہش کا اظہار کیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ جسے پیٹ کی بیماری نے مارا اسے قبر کا عذاب نہ ہوگا۔ ابو داؤد طیالسی کی روایت میں ہے کہ دوسرے بزرگ نے کہا کیوں نہیں ایسے ہی فرمایا ہے۔

۵۔ ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان جمعہ کے دن یارات کوفوت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر کے عذاب سے بچا لیتے ہیں۔

۶۔ عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جب کہ ہم صفہ میں تھے۔ آپ ہمارے پاس کھڑے ہو گئے اور ارشاد فرمایا:

إِنِّي رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا، رَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي أَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ رُوحَهُ، فَجَاءَهُ بِرُءُوسِ الْيَدِيهِ، فَرَدَّ مَلَكُ الْمَوْتِ عَنْهُ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدْ اِحْتَوَشَتْهُ الشَّيَاطِينُ، فَجَاءَ ذِكْرُ اللَّهِ فَطَيَّرَ الشَّيَاطِينُ عَنْهُ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدْ اِحْتَوَشَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ، فَجَاءَتْهُ مَمَلَاتُهُ فَاسْتَنْقَذَتْهُ مِنْ أَيْدِيهِمْ وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يَلْهَثُ عَطْشًا كُلَّمَا دَنَا مِنْ حَوْضٍ مُنِعَ وَطُرِدَ، فَجَاءَهُ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَأَسْقَاهُ وَأَرَوَاهُ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي وَرَأَيْتُ النَّبِيِّينَ جُلُوسًا حِلَقًا حِلَقًا كُلَّمَا دَنَا إِلَى حَلَقَةٍ طُرِدَ وَ مُنِعَ، فَجَاءَهُ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَخَذَ بِيَدِهِ فَأَقْعَدَهُ إِلَى جَنْبِي، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ خَلْفِهِ ظُلْمَةٌ، وَعَنْ يَمِينِهِ ظُلْمَةٌ، وَعَنْ يَسَارِهِ ظُلْمَةٌ، وَمِنْ فَوْقِهِ ظُلْمَةٌ، وَهُوَ مُتَحَيِّرٌ فِيهِ، فَجَاءَهُ حُجَّةٌ وَعُمْرَتُهُ فَاسْتَخْرَجَاهُ مِنَ الظُّلْمَةِ وَأَدْخَلَاهُ فِي النُّورِ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يَتَّقِي وَهَجَ النَّارِ، وَشَرَّهَا، فَجَاءَتْهُ صِدْقَتُهُ فَصَارَتْ سِتْرًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ وَظِلًّا عَلَى رَأْسِهِ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يُكَلِّمُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا يُكَلِّمُونَ فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ لِرَحْمِهِ، فَقَالَتْ: يَا مَعْشَرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهُ كَانَ وَصُولًا لِرَحْمِهِ فَكَلِّمُوهُ، فَكَلَّمَهُ الْمُؤْمِنُونَ وَصَافَحُوهُ وَصَافَحَهُمْ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَدْ اِحْتَوَشَتْهُ الزَّبَانِيَةُ، فَجَاءَهُ أَمْرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهْيِهِ عَنِ الْمُنْكَرِ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ أَيْدِيهِمْ وَ

أَدْخَلَهُ فِي مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي جَائِيًا
 عَلَى رُكْبَتَيْهِ، وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ فَجَاءَهُ حُسْنُ خُلُقِهِ،
 فَأَخَذَ بِيَدِهِ، فَأَدْخَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي
 قَدْ ذَهَبَتْ صَحِيفَتُهُ مِنْ قِبَلِ شِمَالِهِ، فَجَاءَهُ خَوْفُهُ مِنَ اللَّهِ عَزَّ
 وَجَلَّ، فَأَخَذَ صَحِيفَتَهُ فَوَضَعَهَا فِي يَمِينِهِ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ
 أُمَّتِي خَفَّفَ مِيزَانَهُمْ فَجَاءَهُ أَفْرَاطُهُ فَثَقَلُوا مِيزَانَهُ، وَرَأَيْتُ
 رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي قَائِمًا عَلَى شَفِيرِ جَهَنَّمَ، فَجَاءَهُ رَجَاؤُهُ مِنَ
 اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذَلِكَ وَمَطَى، وَرَأَيْتُ رَجُلًا
 مِنْ أُمَّتِي قَاعِدًا عَلَى الصِّرَاطِ يَرْعُدُ كَمَا تَرْعُدُ السَّعْفَةُ فِي
 رِيحٍ عَاصِفٍ فَجَاءَهُ حُسْنُ ظَنِّهِ بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَسَكَنَ رَوْعُهُ وَ
 مَطَى، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي يَزْحَفُ عَلَى الصِّرَاطِ يَحْبُو
 أَحْيَانًا وَ يَتَعَلَّقُ أَحْيَانًا، فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ، فَأَقَامَتْهُ عَلَى
 قَدَمَيْهِ وَانْقَذَتْهُ، وَرَأَيْتُ رَجُلًا مِنْ أُمَّتِي انْتَهَى إِلَى بَابِ
 الْجَنَّةِ، فَغُلِقَتِ الْأَبْوَابُ دُونَهُ فَجَاءَتْهُ شَهَادَةٌ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
 اللَّهُ فَفُتِحَتْ لَهُ الْأَبْوَابُ وَادْخَلَتْهُ الْجَنَّةُ.

”میں نے رات عجیب بات دیکھی ہے، میں نے اپنی امت کے ایک آدمی
 کو دیکھا کہ اس کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا لیکن
 والدین کے ساتھ اس کا حسن سلوک آیا اور اس نے ملک الموت کو واپس
 کر دیا، امت کے ایک اور فرد کو دیکھا کہ اسے شیاطین نے گھیر رکھا ہے
 لیکن اللہ کا ذکر آگیا تو شیاطین بھاگ گئے، ایک امتی کو دیکھا جسے عذاب
 کے فرشتوں نے گھیر رکھا تھا لیکن اس کی نماز آئی اور اس نے اسے ان سے
 چھڑا لیا، ایک امتی کو دیکھا جو پیاس سے ہانپ رہا تھا جو نہی حوض کے
 قریب جاتا اسے روک کر ہٹا دیا جاتا پھر اس کے ماہ رمضان کے روزے
 آئے اور انہوں نے اسے پانی پلا کر سیراب کر دیا، ایک امتی کو دیکھا کہ وہ
 حلقہ کی صورت میں بیٹھے انبیاء کے پاس جانا چاہتا ہے مگر اسے روکا اور ہٹایا

جاتا ہے، پھر اس کا غسل طہارت آیا اور اس نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر میرے پہلو میں بٹھا دیا، ایک امتی کو دیکھا کہ اس کے سامنے، پیچھے، دائیں، بائیں اور اوپر اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور وہ اس میں حیران پریشان ہے، پھر اس کا حج اور عمرہ آئے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندھیرے سے نکالا اور نور میں لاکھڑا کیا، ایک امتی کو دیکھا جو اپنے آپ کو آگ کی لپٹ اور شعلوں سے بچا رہا ہے، اس کا صدقہ آیا اور وہ اس کے اور آگ کے درمیان رکاوٹ اور اس کے اوپر کا سایہ بن گیا، ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنین سے بات کرتا ہے مگر کوئی اس سے بات نہیں کرتا، اس کی صلہ رحمی آئی اور اس نے مومنین سے کہا: اے مومنوں کی جماعت یہ آدمی بہت صلہ رحمی کرنے والا تھا اس لئے اس سے بات کرو، تو مومنین نے اس سے بات کی اور مصافحہ کیا، ایک امتی کو دیکھا کہ اسے زبانیہ (دوزخ کے کارندوں) نے گھیر رکھا تھا، مگر اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر آیا اور انہوں نے اسے زبانیہ سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں میں داخل کر دیا، ایک امتی کو دیکھا جو گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا اور اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان حجاب تھا، اس کا حسن خلق آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچا دیا، ایک امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں آیا مگر اس کا خوف خدا آیا اور اس کا اعمال نامہ پکڑ کر اس کے دائیں ہاتھ میں دے دیا، ایک امتی کو دیکھا کہ اس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہو رہا ہے مگر اس کی آگے بھیجی ہوئی نیکیاں آئیں اور اس کے پلے کو بھاری کر دیا، ایک امتی کو جہنم کے کنارے کھڑا دیکھا، اسے اللہ تعالیٰ پر جو امید تھی وہ آئی اور اسے وہاں سے چھڑا کر لے گئی، ایک امتی کو دیکھا جو جہنم میں گر چکا تھا تو اس کے وہ آنسو آئے جو اس نے اللہ کے خوف سے بہائے تھے اور اسے نکال کر لے گئے، ایک امتی کو دیکھا جو پل صراط پر کھڑا ایسے لرز رہا ہے جیسے تیز ہوا میں روئی کا گالا لرزتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ماتھ اسے جو حسن ظن تھا اس نے آ کر اس کے دل کو مضبوط کیا تو وہ آسانی سے گذر گیا، ایک امتی

کو دیکھا جو پل صراط پر گھسٹ رہا تھا کبھی گھٹنوں کے بل آگے بڑھتا کبھی
گرنے لگتا تو لٹک جاتا، اس کی نماز نے آکر اسے اٹھا کر اپنے قدموں پر
کھڑا کیا اور پار ہو گیا اور میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا جو جنت کے
دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند ہو گیا، اس کی لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی شہادت
نے آکر دروازہ کھولا اور اسے جنت میں بھیج دیا۔“

علامہ ابن قیم کہتے ہیں اس حدیث میں بیان کئے گئے خوابوں کے بارے میں یہ قول
ہے کہ انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ یہ خواب اپنے ظاہر پر محمول ہوتے ہیں ان میں تاویل
نہیں ہوتی جیسے یہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میری تلوار
ٹوٹ گئی ہے اور میں نے اس کی یہ تعبیر مراد لی ہے“ اور فرمایا کہ: ”میں نے خواب میں گائیوں کو
ذبح ہوتے دیکھا“ اور یہ کہ ”میں نے دیکھا کہ گویا ہم عقبہ بن نافع کے گھر میں ہیں“ ان خوابوں
میں تو تاویل و تعبیر ہے مگر مذکورہ بالا حدیث والے خواب میں کوئی تاویل نہیں حقیقتِ حال ایسی ہی
ہے جیسی اس میں بیان کی گئی ہے۔

حافظ ابو موسیٰ کہتے ہیں یہ حدیث بہت ہی عمدہ ہے۔ علامہ ابن قیم کہتے ہیں شیخ الاسلام
ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بہت ہی بڑا درجہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اصولی احادیث اس
کے مضمون کی شاہد ہیں، یہ احسن احادیث میں سے ہے۔

عالم برزخ کے حالات سے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ کے مشاہدات حضرت سمرہ
بن جندب، حضرت علی اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہم سے بھی صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں۔ اس
حدیث کا مضمون ان کے مضامین سے ملتا جلتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ اس حدیث میں موت سے
لے کر جنت میں داخلہ تک کے ہر موقعہ کی آزمائش سے نجات دینے والے عمل کی خبر بھی دے دی
گئی ہے۔

۷۔ عبد اللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مرض
الوفات میں سورۃ اخلاص پڑھی وہ قبر کی آزمائش اور اس کے دبانے سے محفوظ ہو گیا اور قیامت کے
دن فرشتے اسے اپنے ہتھیلوں میں اٹھا کر پل صراط عبور کرائیں گے۔

حوالہ جات

- ۱۔ اخرجہ مسلم فی ۲۱، کتاب الامارۃ: باب ۵۰ فصل الرباط فی سبیل اللہ عز و جل، الحدیث: ۴۹۱۵۔ و اخرجہ الترمذی فی ۲۳، کتاب فضائل الجهاد: باب ۲۶، ماجاء فی فضل الرباط، الحدیث: ۱۶۶۵، و اخرجہ النسائی فی ۲۵، کتاب الجهاد باب: فضل الرباط، الحدیث: ۳۱۶۷۔
- (ب) اخرجہ ابو داود فی ۹ کتاب الجهاد باب ۱۵ فی فضل الرباط الحدیث: ۲۵۰۰، و اخرجہ الترمذی فی ۳۳، کتاب فضائل الجهاد ۲ باب: ماجاء فی فضل من مات مرابطاً الحدیث: ۱۶۲۱۔
- ۲۔ اخرجہ النسائی فی ۲۱ کتاب الجنائز ۱۱۲، باب الشهيد، الحدیث: ۲۰۵۲۔
- (ب) اخرجہ الترمذی فی ۲۳، کتاب فضائل الجهاد ۲۵ باب: فی ثواب الشهيد، الحدیث: ۱۶۶۳۔ و اخرجہ ابن ماجہ فی ۲۴، کتاب الجهاد: باب ۱۶ فضل الشهادة فی سبیل اللہ، الحدیث: ۲۷۹۹۔
- ۳۔ اخرجہ الترمذی فی ۴۶، کتاب فضائل القرآن: باب ۹، ماجاء فی فضل سورة الملك، الحدیث: ۲۸۹۰۔
- (ب) اخرجہ الہیثمی فی مجمع الزوائد و الفوائد ۲۹ کتاب التفسیر: باب ۲۴ سورة تبارک، الحدیث: ۱۱۴۲۹، و اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر الحدیث: ۱۱۶۱۶، و اخرجہ السیزطی فی الدر المنثور، الحدیث: ۲۴۶/۶، ۲۵۶/۵۔
- (ج) اخرجہ ابو داود فی ۲ کتاب الصلوة، باب: ۱۰، فی عدد الآیات، الحدیث: ۱۴۰۰، و اخرجہ ابن ماجہ فی ۳۳، کتاب الادب، ۵۲، باب: ثواب

القرآن، الحديث: ٣٧٨٦، و اخرجه الترمذى فى ٤٦، كتاب فضائل القرآن ٩، باب: ما جاء فى فضائل سورة الملك، الحديث: ٢٨٩١، و اخرجه الحاكم فى المستدرک، الحديث: ٢٠٧٥۔

-٤

اخرجه ابن ماجه فى ٦ كتاب الجنائز، ٦٢ باب: ما جاء فى من مات مريضاً الحديث: ١٦١٥، و ذكره الشجرى فى الامالى الحديث: ٣٠٦/٢، و ذكره ابن عدى فى الكامل فى الضعفاء الحديث: ٤٥٠/٢۔

(ب)

اخرجه الترمذى فى ٨، كتاب الجنائز ٦٦، باب: ما جاء فى الشهداء من هم؟ الحديث: ١٠٦٤، و اخرجه النسائى فى ٢١ كتاب الجنائز ١١١، باب من قتله بطنه الحديث: ٢٠٥١۔

-٥

اخرجه الترمذى ٨ كتاب الجنائز ٧٣، باب: ما جاء فى من مات يوم الجمعة، الحديث: ١٠٧٤، و اخرجه الامام احمد فى مسنده الحديث: ٦٥٩٣، ٦٦٥٧، ٧٠٧٠ من مسند عبد الله بن عمرو بن العاص۔ قال الترمذى هذا حديث حسن غريب، وليس اسناده متصل، ربيعة بن سيف انما يروى عن ابي عبد الرحمن الجبلى، عن عبد الله بن عمرو، و لا يعرف لربيعة بن سيف سماع من عبد الله بن عمرو۔ و قد روى الترمذى الحكيم حديث ربيعة بن سيف هذا، عن عياض بن عقبة الفهرى، عن عبد الله بن عمرو۔ و قد رواه ابو نعيم الحافظ بلفظ آخر مرفوعاً لکن تفرد به عمر بن موسى الوجيهى، وهو مدنى ضعيف۔

(٦)

اخرجه الهيثمى فى مجمع الزوائد فى ٣٠، كتاب التعبير، ٥، باب فيما رآه النبى ﷺ فى المنام، الحديث: ١١٧٤٦، و ذكره ابن كثير فى التفسير الحديث: ٤٢١/٤، و ذكره الزبىدى فى اتحاف السادة المتقين الحديث: ٣٢٣/٧، ١١٩/٨، و ذكره الهندى فى كنز العمال الحديث: ٤٣٥٩٢۔

(٧)

روى ابو نعيم من حديث ابي العلاء يزيد بن عبد الله بن الشخير عن ابيه۔ قال هذا حديث غريب من حديث يزيد تفرد به نصر بن حماد البجلي۔

۳۔ قبر کے سوالات کا تعلق صرف امت محمدیہ سے ہے یا سابقہ امتوں کے لوگوں سے بھی ہے؟

یہ مسئلہ ایسا ہے جس کے بارے میں قرآن و سنت نے کوئی تصریح نہیں کی ہے۔ اس لئے اس بارے میں علمائے امت کے قیاس و استنباط ہیں اور جہاں قیاس و استنباط آتا ہے وہاں اختلاف ایک ناگزیر امر ہے کیونکہ غور و فکر کے زاویوں میں اختلاف ہونا معقولیت کا لازمی تقاضا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے علمی و سائنسی انداز فکر ترک کر کے اختلاف رائے کو تقسیم و تفریق اور تعصب و تنگ نظری میں پیش رفت کا ذریعہ بنا لیا ہے حالانکہ اختلاف رائے تو عقلیت کے ارتقاء کا پیش خیمہ ہے۔

بہر حال مذکورہ بالا مسئلہ میں تین طرح کے نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔

قبر کے سوالات امت محمدیہ کی خصوصیت ہے:

۱۔ ابو عبد اللہ ترمذی کہتے ہیں قبر میں منکر نکیر کے سوالات کا ہونا اس امت کی خصوصیت ہے، پہلی امتوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پچھلی امتوں میں قوم اگر نبی کی دعوت کا انکار کرتی تو ان پر عذاب آتا اور وہ ہلاک ہو جاتی اس لئے قبر کی آزمائش کا موقع ہی ختم کر دیا گیا۔ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ اللعلمین بن کر تشریف لائے، آپ نے ایک نظام قائم فرمایا تو میں اس میں داخل ہوتی گئیں، مخلصین کے ساتھ منافقین بھی آئے اور مسلمانوں میں مل جل کر رہے۔ یہاں ان کے ساتھ ان کی ظاہری حالت کے مطابق معاملہ ہوا۔ اس لئے قبر میں امتحان ہو گا تا کہ مخلص و منافق میں تمیز ہو جائے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے یُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿۲۷﴾ [سورۃ ابراہیم: ۲۷] (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو دیکھیں اور آخرت میں مستحکم قول کے ذریعہ،

ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں کرتے ہیں)

ابو عبد اللہ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس موقف کے لئے ان تمام احادیث کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں جن میں اس امت کو خطاب کر کے قبر کے سوال کی خبر دی گئی ہے۔ مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **إِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ تُبْتَلَىٰ فِي قُبُورِهَا** ”یہ امت اپنی قبروں میں آزمائی جائے گی“ اور یہ ارشاد ہے کہ **أَوْحَىٰ إِلَيَّ أَنَّكُمْ تُفْتَنُونَ فِي قُبُورِكُمْ** ”میری طرف وحی کی گئی ہے کہ تم اپنی قبروں میں آزمائے جاؤ گے“ (۱) یہ ارشادات میں واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ قبر کی آزمائش اسی امت کے لئے ہوگی۔

اسی طرح منکر نکیر کے سوالوں کی ماہیت کی وضاحت میں یہ بات موجود ہے کہ قبر میں جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا کسی اور نبی علیہ السلام کے بارے میں سوال کا کوئی تذکرہ کہیں نہیں آیا۔ اس سے بھی یہی واضح ہوا کہ یہ سوالات صرف آخری پیغمبر علیہ السلام اور آخری امت سے ہوگا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد گرامی ہے کہ **إِنَّكُمْ بِي مُتَّحُونَ، وَعَنِّي تُسْأَلُونَ** ”بے شک میرے بارے میں تمہارا امتحان لیا جائے گا اور میرے بارے میں تم سے سوال ہوگا۔“

قبر کے سوالات کا تعلق سب امتوں سے ہے:

۲۔ علامہ عبدالحق اشبیلی اور علامہ قرطبی رحمہما اللہ تعالیٰ کہتے ہیں قبر کے سوالات اس امت کی خصوصیت نہیں بلکہ سب امتوں سے ہوگا۔ یہ حضرات کہتے ہیں جن احادیث میں اس امت کی بات ہے تو ان میں امت کا لفظ باقی مخلوقات کے مقابلے میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قبر کے سوالات کا تعلق انسانیت سے ہے دیگر مخلوقات سے نہیں ہے۔ قرآن و سنت میں مخلوقات کی مختلف انواع کے لئے امت کا لفظ استعمال ہوا ہے جیسے **وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا ظَيْرٍ يُطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَّةٌ أَمْثَلُكُمْ** ط [سورۃ الانعام: ۳۸] (زمین میں چلنے والا کوئی جاندار اور اپنے پروں سے اڑنے والا کوئی پرندہ نہیں ہے مگر وہ تمہاری طرح کی امتیں ہیں) حدیث پاک میں ہے **لَوْ لَا أَنَّ الْكِلَابَ أُمَّةٌ مِنَ الْأُمَّةِ لَأَمَرْتُ بِقَتْلِهَا** ”اگر کتے مخلوقات میں سے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان کے قتل کرنے کا حکم دیتا“ (۲) اسی طرح وہ حدیث جس میں وہ واقعہ ہے

کہ ایک نبی کو چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے چیونٹیوں کے بل جلانے کا حکم دیا، میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کی طرف وحی فرمائی کہ: **مِنْ أَجْلِ أَنْ قَرَصَتْكَ مَمْلَةٌ وَاحِدَةٌ أَحْرَقْتَ أُمَّةً مِنَ الْأُمَمِ تُسَبِّحُ اللَّهَ** ”اس وجہ سے کہ ایک چیونٹی نے آپ کو کاٹا ہے آپ نے تسبیح کرنے والی امتوں میں سے ایک امت کو جلا دیا ہے“

اور اگر ان احادیث میں امت محمدیہ ہی مراد ہے تو بھی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ باقی امتوں سے اس معاملہ کی نفی کی جا رہی ہے۔ بلکہ اس امت کا تذکرہ اور اس کو خطاب اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت اس امت کی طرف ہے اور اس امت کو بتایا جا رہا ہے کہ قبر کے سوالات پچھلی امتوں سے مخصوص نہیں ہیں، اس امت سے بھی ہوں گے۔

جن احادیث میں یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو ان میں بھی اس تعیین کا مطلب یہ ہے کہ اس امت کے لوگوں سے یہ پوچھا جائے گا باقی امتوں سے سوال ہونے کی نفی مراد نہیں ہے۔

خاموشی بہتر ہے:

۳۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں اس بارے میں توقف و خاموشی اختیار کرنی چاہئے اس لئے کہ اس امت سے قبر میں سوالات ہونے کی تو صراحت موجود ہے مگر یہ کہ یہ اسی امت کے ساتھ خاص بھی ہے یا نہیں اس بارے میں کوئی قطعیت و صراحت نہیں ہے۔

حواله جات

- ١- اخرجہ البخاری فی کتاب الوضوء، باب ٣٧: من لم يتوضا الا من الغشى
المثقل احديث: ١٨٤- و اخرجہ مسلم فی ١٠ كتاب الكسوف باب ٢: ما
عرض على النبي ﷺ في صلاة الكسوف الحديث ٢١٠٠- و اخرجہ
المالك في الموطأ، الحديث: في ١٢ كتاب الصلاة الكسوف، باب ٢: ما
جاء في الصلاة الكسوف الحديث: ٤٤٧، و اخرجہ الامام احمد في
مسنده ٢٦٠٦٧-
- ٢- اخرجہ ابوداود في ١ كتاب الصيد، باب ٢١ ما جاء في التخاذ الكلب
للصيد وغيره الحديث: ٢٨٤٥، و اخرجہ ابن ماجه في ٢٨، كتاب
الصيد، ٢ باب: النهي عن اقتناء الكلب الا كلب صيد الهديث: ٣٢٠٥
و اخرجہ الترمذی في ١٩ كتاب الاحكام والفوائد ٣: باب ما جاء في قتل
الكلب الحديث: ١٤٨٦، و اخرجہ النسائي في ٤٢ كتاب الصيد، ١٠
باب: صفة الكلاب التي امر بقتلها الحديث: ٤٢٩١-

۴۔ قبر کا عذاب دائمی ہے یا کچھ وقت کے لئے؟

قرآن و سنت کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ قبر کی بعض لوگوں کے لئے قبر کی تکلیف دائمی ہوگی بعض کے لئے غیر دائمی۔ فرعون اور اس کے پیروکاروں کے بارے میں قرآن کریم میں ہے
 النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا [سورة الغافر: ۴۶] ”وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں صبح اور شام“ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے قیامت تک کے صبح شام ان کے ساتھ یہی ہوتا رہے گا۔
 پیچھے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی حدیث گذر چکی ہے جس میں عالم برزخ کے عذاب کے بارے میں تصریح ہے کہ وہ قیامت تک ہوتا رہے گا۔^(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی دو چھڑیوں والی حدیث میں آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک یہ چھڑیاں خشک نہیں ہوں گی ان قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔^(۲) معلوم ہوا کہ ان کا عذاب دائمی تھا جس میں قبر پر ڈالی گئی چھڑیوں کے خشک ہونے تک کی تخفیف کی سہولت ملی۔ ایک حدیث جس میں اس آدمی کا ذکر ہے جس نے دو عمدہ کپڑے پہنے اور اتراتا ہوا چلنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اس میں ہے کہ **يَتَجَلَّجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** ”وہ قیامت تک زمین میں دھنستا رہے گا“^(۳)
 حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کافر کی موت کی تفصیلات میں ہے کہ قبر میں اس کی طرف جہنم کا ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ قیامت تک اپنے جہنم والے ٹھکانے کو دیکھتا رہتا ہے۔^(۴)

اہل ایمان مگر گنہگار لوگوں کے لئے قبر کی تکلیف ان کے جرم کے بقدر ہوگی جیسے جہنم کا عذاب ان کے لئے اپنے جرم کے مطابق ہوگا جب سزا ختم ہوگی تو عذاب بھی ختم ہو جائے گا۔
 اسی طرح ان کا عذاب کسی کی دماء، صدقہ، استغفار، حج کے ثواب یا قراءۃ کے ثواب سے بھی ختم ہوتا ہے، جیسے دنیا میں کسی مجرم کی سزا کسی کی سفارش سے ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ دنیا میں حاکم و صاحب اختیار کی مرضی کے بغیر بھی کوئی سفارش کر دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس ذات کی مرضی و اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کی مجال نہیں ہے۔

یاد رہے کہ ایصالِ ثواب وغیرہ کی اس افادیت کا اقرار و اثبات علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ جیسے آدمی نے بھی کیا ہے اور ان کی کتاب الروح میں اس مسئلہ پر پورا ایک باب ہے جو تینتیس صفحات پر مشتمل ہے۔

اسی حوالہ سے علامہ ابن قیم نے کتاب الروح میں ذیل کے واقعات بھی نقل کئے ہیں:

۱۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں ہمیں احمد بن یحییٰ نے بتایا کہ مجھے ایک ساتھی نے بتایا کہ میرا ایک بھائی فوت ہوا تو میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا: جب میں نے تمہیں قبر میں دفن کر دیا تو تمہارے ساتھ کیا گزری؟ اس نے کہا میرے پاس ایک آنے والا آگ کا ایک گولالے لے کر آیا اگر ایک دعا کرنے والے نے میرے لئے دعا نہ کی ہوتی تو میرا خیال تھا کہ وہ اس آگ کے گولے کو مجھ پر ڈال دیتا۔

۲۔ عمرو بن جریر کہتے ہیں جب کوئی بندہ اپنے فوت شدہ بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو اس دعا کو لے کر ایک فرشتہ اس کی قبر میں جاتا ہے اور کہتا ہے اے قبر والے پر دیسی یہ تمہارے مہربان بھائی نے تمہارے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔

۳۔ بشار بن غالب کہتے ہیں میں اکثر رابعہ بصریہ کے لئے دعا مانگا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ میرے خواب میں آئیں اور کہا اے بشار بن غالب تمہارے بھیجے ہوئے ہدیے ریشم کے رومالوں میں لپٹے ہوئے سونے کی پرانوں میں ہمارے پاس پہنچتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کس طرح؟ فرمایا: اسی طرح زندہ مومنین کی جو دعائیں فوت ہونے والوں کے لئے قبول ہوتی ہیں وہ دعائیں ریشم کے رومالوں اور سونے کی پرانوں میں رکھی جاتی ہیں اور اس کے پاس لے جائی جاتی ہیں جن کے لئے یہ کی گئی ہوتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرے لئے فلاں کا ہدیہ ہے۔

۴۔ ابن ابی الدنیا کہتے ہیں مجھ سے ابو عبد بن بکیر نے بیان کیا، انہوں نے کہا: میرے ایک ساتھی نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنے بھائی کو اس کی وفات کے بعد نیند میں دیکھا تو اس سے پوچھا کیا تمہیں زندوں کی دعاء کا فائدہ پہنچتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں اللہ کی قسم دعا نور کی طرح اڑتی ہے اور اس کو پہنچتی ہے۔

حوالہ جات

- ۱۔ اخرجہ البخاری: ۹۱، کتاب التعبير باب: ۴۸ تعبیر الرؤیا بعد صلاة الصبح: الحديث: ۷۰۴۷، و اخرجہ البخاری ایضا: ۲۳، کتاب الجنائز: باب ۹۲، ما قيل في اولاد المشركين الحديث: ۱۳۸۵، و اخرجہ البخاری ایضا ۳۴، کتاب البيوع: باب ۲۴، اكل الربوا وشاهدہ - كاتبه الحديث: ۲۰۸۵، و اخرجہ البخاری في ۵۶، کتاب الجهاد والسير باب ۴ درجات المجاهدين في سبيل الله الحديث: ۲۷۹۱، و اخرجہ صحيح مسلم ۴۲، کتاب الرؤيا باب ۴ رؤيا النبي ﷺ، الحديث: ۸۵۹۶۔ و اخرجہ الترمذی ۳۵، کتاب الرؤيا، باب: ۱۰، ما جاء في رؤيا النبي صلى الله عليه وآله وسلم في الميزان والدلو، الحديث: ۲۲۹۴۔
- ۲۔ اخرجہ البخاری في ۴، کتاب الوضوء باب: ۵۵، من الكبائر ان لا يستر في بوله، الحديث: ۲۱۶۔ و اخرجہ ایضا في ۴، کتاب الوضوء: باب ۵۶ ما جاء في غسل البول الحديث: ۲۱۸، و ۱۳۶۱، و ۱۳۳۸، و ۶۰۵۲، و ۶۰۵۵، و اخرجہ مسلم في ۱ کتاب الطهارة باب ۴، دليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، الحديث: ۱۱۱، ۲۹۲۔ و اخرجہ الترمذی في ۱، کتاب ابواب الطهارة: باب ۵۳، ما جاء في التشديد في البول، الحديث: ۷۰۔ و اخرجہ النسائي في ۱، کتاب الطهارة: باب ۲۷، التنزه عن البول، الحديث: ۳۱، و اخرجہ ابن ماجه في ۱، کتاب الطهارة و سننها باب ۲۶، التشديد في البول، الحديث: ۳۴۷۔
- (۳) اخرجہ البخاری في ۷۷، کتاب اللباس، ۵ باب: من جر ثوبه من الخيلاء الحديث: ۵۷۸۹، و اخرجہ مسلم في ۳۷ کتاب اللباس ۱۰، باب: تحريم التبخر في المشي، مع اعجابه بشيابه، الحديث: ۵۴۳۵، و اخرجہ النسائي في ۴۸ کتاب الزينة ۱۰۱، باب التغليظ في جر الازار الحديث: ۵۳۴۱۔
- (۴) اخرجہ الامام احمد في مسنده الحديث: ۱۸۶۳۷، ج ۶، من حديث البراء بن عازب۔

۵۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعائیں

جن میں عذاب قبر سے پناہ مانگی گئی ہے

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ”التذکرہ فی احوال الموتی و احوال الآخرة“

میں لکھتے ہیں کہ قبر کے عذاب سے پناہ والی دعائیں بہت ساری ہیں جنہیں ثقہ و مثبت راویوں نے نقل کیا ہے۔ ہم یہاں چند ایک نقل کرتے ہیں۔

۱۔ ام خالد بنت خالد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے ہوئے سنا۔

۲۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ،
وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ، اللَّهُمَّ آتِ نَفْسِي تَقْوَاهَا وَزَكَّاهَا،
أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا، اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ
بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ، وَنَفْسٍ لَا تَشْبَعُ، وَعِلْمٍ لَا يَنْفَعُ، وَ
دَعْوَةٍ لَا تُسْتَجَابُ لَهَا.

”اے اللہ! میں بے بسی، سستی، بزدلی، بخل، بوڑھا پے اور قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ عطا فرمائیے اور اسے پاکیزگی عطا فرمائیے، آپ سب سے افضل پاکیزگی عطا فرمانے والے ہیں، آپ اس کے مالک و مولیٰ ہیں، اے اللہ میں نہ ڈرنے والے دل، سیر نہ ہونے والے نفس، نفع نہ دینے والے علم اور قبول نہ ہونے والی دعا سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔“

۲۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں یہ دعا مانگتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ

الْمَسِيحِ الدَّجَالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ،
اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْمَأْثِمِ وَالْمَغْرَمِ.

”اے اللہ! میں قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، زندگی و موت کے فتنہ سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور گناہ و تاوان سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔“

۴- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْهَرَمِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَ
الْبُخْلِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ.

”اے اللہ! میں بے بسی، سستی، بوڑھا پے، بزدلی، بخل اور قبر کے عذاب اور مسیح دجال کے شر سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔“

۵- اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَ
أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَالِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ.

”اے اللہ! میں بزدلی، بخل، سستی، بوڑھا پے، محتاجی کی زندگی، دجال کے فتنہ، قبر کے عذاب اور جہنم کے عذاب سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔“

۶- حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچ چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلْبَةِ الْعَدُوِّ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ غَلْبَةِ
الدَّيْنِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ بَوَارِ الْأَيْمِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ
الدَّجَالِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ.

”اے اللہ! میں دشمن کے غلبہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، قرض کے غلبہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، بے زوجہ ہونے کی تباہی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، دجال کے فتنہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں اور قبر کے عذاب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

۷۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات سے دعا مانگا کرتے تھے:

اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ وَلَا شَيْءٌ قَبْلَكَ، وَأَنْتَ الْآخِرُ لَا شَيْءٌ
بَعْدَكَ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ نَاصِبَتْهَا بِيَدِكَ، وَأَعُوذُ
بِكَ مِنَ الْإِثْمِ وَالْكَسْلِ، وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ وَمِنْ عَذَابِ
الْقَبْرِ، وَمِنْ فِتْنَةِ الْغِنَى، وَمِنْ فِتْنَةِ الْفَقْرِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ
الْمَأْثِمِ وَالْمَغْرَمِ، اللَّهُمَّ نَقِّ قَلْبِي مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ
الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ، اللَّهُمَّ بَعْدُ بَيْنِي وَبَيْنَ
خَطِيئَتِي كَمَا بَعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

”اے اللہ! آپ سب سے اول ہیں آپ سے پہلے کچھ نہ تھا، آپ آخر ہیں آپ کے بعد کچھ نہ ہوگا، میں زمین پر چلنے والے ہر اس جاندار کے شر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں جس کی پیشانی آپ کے قابو میں ہے، میں گناہ، سستی، قبر اور جہنم کے عذاب، مالدار کی فتنہ اور تنگ دستی کے فتنہ سے بچنے کے لئے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، میں گناہ کے مواقع اور نقصان کے کاموں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میرے دل کو گناہوں سے ایسے پاک کیجئے جیسے آپ نے سفید کپڑا میل کچیل سے پاک کیا ہے، اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنی دوری ڈال دیجئے جیسے آپ نے مشرق و مغرب میں دوری ڈالی ہے۔“

حوالہ جات

- ۱۔ الصحيح للبخاری: ۱۵۸/۷، المسند للإمام احمد: ۳۶۴/۶۔
- ۲۔ الصحيح المسلم رحمه الله الحديث: ۲۷۲۲۔
- ۳۔ الصحيح للبخاری: ۷۹۸، ۲۲۶۷، الصحيح لمسلم: ۵۶۹۔
- ۴۔ الصحيح للبخاری: ۱۵۹/۷، الصحيح لمسلم رقم: ۲۷۰۶، السنن لابی داود: ۱۵۴۰، المسند للإمام احمد: ۱۱۳/۳، ۱۱۷۔
- ۵۔ كتاب الدعاء للطبرانی: ۱۳۵۲۔
- ۶۔ كتاب الدعاء للطبرانی: ۱۳۵۴۔
- ۷۔ المستدرک للحاکم ۲/۲۴، المعجم الكبير للطبرانی: ۳۱۶/۲۳، مجمع الزوائد: ۱۷۷/۱۰۔